فقیر ظہور الٰہی ابن حاجی میاں محمد … تحصیل … ضلع جہلم

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرہ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کا

جزو اول موسوم بہ

فضائلِ صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں

تالیف :

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نوربادامے گوجرانوالہ (پاکستان)

○ — اصحاب رسول کو اللہ کے معاف کر چکنے کے بعد بوراں کو طعن دینے والا تصور عہد انکار پر بقا کا فرح ہے ص ۱۱۲ (از مصنف) ص ۱۶۳ (از قسطری) ص ۵۳ (از سرخسی) و مزید تفصیل ص ۲۴۳ تا ص ۲۵۱ جلد دوم

○ — معتزلہ کا مذہب ہے کہ حضرت علیؓ سے قتال کرنے والے عادل نہیں ص ۱۶۷ (از علاء الدین سیوطی) و ص ۲۱۷ (از ابن حزم) حصہ ...

○ — جمل و صفین میں شامل ہونے والے اور ~~یہ ہیں کہ قتال کرنے والے~~ عادل ہیں ص ۱۶۸ ص ۱۴۷ و ص ۱۶۹ (از ناسخ ...) و ص ۱۶۹ ص ۱۷۲ (از ملا قاری)

○ — صاحب فواتح الرحموت کا غلط قول اور تردید ص ۸۹ و ص ۱۷۱.

○ — امیر یمانیؒ کا غلط قول کہ عبداللہ سے ولید بن عقبہؓ و بسر بن ارطاۃؓ مستثنیٰ ہیں ص ۱۷۵

○ — اصحاب رسول ... [illegible] ... صحیح ہوں جبکہ حالت ... [illegible] ... و مصطلحات ... [illegible] ... ص ۱۷

○ — اصحاب رسول ... [illegible] ... کہہ سکتا ہے مگر ... [illegible] ... اصحاب رسول ... [illegible] ... کہیں ص ۱۲ ... [illegible]

○ حق بات یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کا شمار خلفائے راشدین میں ہے ص ۱۱۳

فقیر ظہور الٰہی ابن حاجی میاں محمد ... ضلع جہلم

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرۂ آفاق کتاب عدالتِ حضرات صحابہ کرامؓ کا

جزوِ اوّل موسوم بہ

فضائلِ صحابۂ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن وسنّت اور اجماعِ اُمّت کی روشنی میں

تالیف:

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نورباوا، گوجرانوالہ (پاکستان)

۲۹

والذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله والذين آووا ونصروا أولئك هم المؤمنون حقا

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرہ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کا

جزوِ اوّل موسوم بہ

فضائل صحابہ کرامؓ

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنّت اور اجماعِ اُمّت کی روشنی میں

تالیف :-

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نور باوا ۱ گوجرانوالہ (پاکستان)

مذہب اہل سُنت کے تحفظ و فروغ کے جدید تقاضے

۱۔ سُنی برادران اسلام! پاکستان اور مسلم دنیا میں آپ ۹۰، ۹۵٪ آبادی میں کسی خاص شخص یا نظریہ کے نام پر فرقہ نہیں بلکہ کلمہ طیبہ قرآن و سُنّت اور تمام اصحاب نبیؐ سے مروی مکمل اسلام کے وارث سوادِ اعظم جماعت ہیں، اپنی قدر و قیمت پہچانیں، قومی شعار اپنائیں، مخالف کی مجالس، جلوس اور مذہبی تقریبات اور نعرہ بازی سے اجتناب کریں۔ اپنے ریڈیو اور ٹیپ سے ان کے مذہبی گیت نہ سُنیں۔

۲۔ ایسی تمام رسوم اور بدعات سے بچیں جو آپ میں فرقہ داریت اور انتشار کا باعث ہوں۔ ایک دوسرے کی تکفیر اور تذلیل سے مکمل کنارہ کریں۔

۳۔ مسلم کی حیثیت سے آپ کا نعرہ "اللہ اکبر" اور "ختم نبوت زندہ باد" ہے سُنی کی حیثیت سے "حق چار یار" ہے براہ کرم ان پر اکتفا کر کے اپنی اسلامی وحدت برقرار رکھیں۔

۴۔ کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اور اس کے محافظ خلفاء راشدین و عشرہ مبشرہ بالجنۃ کا پرچار عصر حاضر میں از حد ضروری ہے جو یہ ہیں: حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین چار یا دس ناموں کے کتبوں، طغروں، کیلنڈروں سے اپنے مکانوں اور بیٹھکوں کو سجائیں جیسے مسجد نبوی کے در و دیوار پر مکتوب ہیں۔ اپنی مساجد قرآنی مکاتب و مدارس، مزارات، خانقاہوں، لباسوں، عید کارڈ لیٹر پیڈ اور ہر دیدہ زیب با ادب جگہ پر ان مقدس ناموں کو لکھیں اور چھپوائیں۔ اپنے بینروں اور قلم کاروں کو بھی ادھر متوجہ کریں۔ (وما علینا الا البلاغ المبین)

کتاب	فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
صفحات	۱۷۶
تالیف	مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی
قیمت	بارہ روپے ۰۰ پندرہ روپے
تعداد	ایک ھزار ۱۰۰۰
مطبع	

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ عثمانیہ تھیے والی ضلع میانوالی
۲۔ مکتبہ عثمانیہ مدرسہ اشرف العلوم ہرنولی ضلع میانوالی
۳۔ دفتر تحریک خدام اہل سنت مدنی مسجد چکوال
۴۔ ادارہ نشرواشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۵۔ مکتبہ شان اسلام چوک اردو بازار۔ لاہور
۶۔ مکتبہ مدنیہ جامع مسجد اقصےٰ بادشاہی روڈ کراچی ۳
۷۔ مکتبہ صدیقیہ بیرون بوھڑ گیٹ ملتان
۸۔ یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دیباچہ طبع دوم

فضائل ومناقب صحابہ کرام پر یہ بے نظیر وعظیم الشان تحقیقی کتاب بفضل اللہ تعالیٰ وعونہ راقم الحروف نے ۱۹۷۲ء میں کراچی سے طبع کرائی تھی جو معمولی کتابت وطباعت کے باوجود عوام و خواص میں مقبول ہوئی، علماء وطلباء، اہل سنت کے مناظرین اس کے قیمتی دلائل وحوالہ جات پر جھک پڑے۔ ملک کے نامور ادیبوں اور صحافیوں نے اسے خراج تحسین پیش کیا اور ماہنامہ "الحق"، البلاغ بینات، خدام الدین، تعلیم القرآن، ترجمان القرآن، ایشیاء وغیرہ نے بہترین تبصرے کیے اور تھوڑی مدت میں یہ کتاب نایاب ہوگئی۔ عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ دوبارہ شائع ہو مگر راقم فرصت و وسائل میسر نہ ہونے سے اس آرزو کی تکمیل سے قاصر رہا۔

بحمداللہ ۱۹۸۱ء میں چند اضافوں اور معیاری کتابت وطباعت کے ساتھ دوبارہ حاضر خدمت ہے۔

نصف اول (مقدمہ، قرآن، حدیث اور اجماع امت) کے چار باب الگ بلا جلد شائع کیے ہیں تاکہ عام فہم طبقہ بھی اسے پڑھ سمجھ سکے اور مخیر حضرات ضرور تمند حلقوں تک اسے پہنچا کر اس دور فتن میں بیداری اور غیرت ملی کا ثبوت دیں مکمل ضخیم کتاب یکجا مجلد ہے نصف دوم الگ نہیں ہے۔ توقع ہے کہ تاجر حضرات اور لائبریریوں اور ملأ اعلیٰ کے ذمہ دار حضرات تک پہنچانے والے مخیر احباب ہمارے ساتھ ضرور تعاون فرمائیں گے۔ شام و ایران میں وسیع پیمانے پر اہل سنت کا قتل عام اور اسلام آباد پر جارحانہ چڑھائی سے ہماری آنکھیں کھلنی چاہئیں صحافت کا ایران نواز انداز بدلنا چاہیئے کیونکہ ابن زیاد ومختار ثقفی، ہلاکو خاں وعلقمی، تیمور ونادر شاہ رافضی، اسد وخمینی جیسے لوگ تاریخ اور حقائق کی شہادت سے جہاں بھی برسر اقتدار آئے مسلمان کٹے ممالک تباہ ہوئے تو اہل سنت کے تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، وہابی، کو ہر محاذ پر منظم ہو کر ایک سنی مسلمان کے ذہن وتشخص سے اپنے مذہب، قوم وملک کا تحفظ کرنا ہوگا اور اپنے فرقہ وارانہ اختلافات بھلانے ہونگے، کمیونسٹوں سے بچنا ہوگا۔

میں ان تمام مسلمانوں کا ممنون وشاکر ہوں جو تائید اہل سنت ہیں میری یا دیگر کتابوں کو پڑھتے پھیلاتے اور احترام صحابہؓ آرڈیننس کے ذریعے اپنے مذہب کا تحفظ ودفاع کرتے ہیں۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ محتاج دعا مہر محمد گوجرانوالہ ۸۱-۸-۲۷

احقر الانام مجسمۂ آثام اپنی اس تالیف کو دربار رسالت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم میں پیش کرنے کی جسارت تو نہیں کر سکتا ؎

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ مے آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

تاہم بعد از انبیاء کائنات ارض وسماء کے مقدس ترین گروہ خدا کے عاشقوں آپ کے جانثاروں اور دنیا کے عظیم الشان ہادیوں کی جماعت حضرات مہاجرین وانصار کے دربار عالی میں پیش کرنا باعث سعادت سمجھتا ہوں جن کے عشق ومحبت کے طفیل احقر اس تالیف سے عہدہ برآ ہوا اور بہشت میں ان کے قرب وجوار کا متمنی ہے۔

اس حزب اللہ کے حضور میں جس کا ورد یہ ہوتا تھا ؎

نحن الذین بایعوا محمدًا علی الجهاد ما بقینا ابدًا

ان محبوبان خداوندی کی سرکار میں جن کا لسانِ رسالت یوں استقبال کرتی تھی ؎

اللهم لا عیش الا عیش الاخره
فاغفر الانصار والمهاجره

مؤلف

تصدیقات علماء کرام

۱۔ برصغیر کے محدث شہیر وعالم نحریر صدر مجلس عمل ختم نبوۃ

حضرت علامہ محمد یوسف البنوری نور اللہ مرقدہٗ

۲۔ جامع المنقولات استاذ تخصص فی الحدیث مولانا محمد ادریس میرٹھی مدظلہٗ کی رائے گرامی

(تعارف مؤلف وتالیف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۰ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مولانا مہر محمد میانوالوی فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ وشاگرد رشید حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر۔ مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی۔ (جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن) کے درجہ تخصص فی الحدیث میں شوال ۱۳۸۶ھ میں داخل ہوئے اور کامل دو سال نصاب کے تحت کام کیا اور آخر میں "الکوفۃ وعلم الحدیث" کے عنوان پر فل اسکیپ سائز کے ۳۳۵ صفحات پر علمی اور تحقیقی مقالہ (عربی میں) لکھ کر پیش کیا اور مدرسہ ہذا سے تخصص فی علوم الحدیث کی سند حاصل کی۔

مولانا کو علمی مقالات پر مضامین لکھنے اور تصنیف وتالیف کا خاص ذوق حاصل ہے مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے ماہنامہ بینات میں بھی ان کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ اب فضائل صحابہؓ کے موضوع پر عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کے نام سے تقریبًا ۰۰بہ صفحہ کی مستقل علمی وتحقیقی کتاب بھی لکھی ہے۔ جو عنقریب شائع ہونے والی ہے۔

مولانا مہر محمد نہایت ملنسار اور صلح پسند عالم ہیں۔ تقریر وتحریر دونوں پر اچھی دسترس حاصل ہے۔ مدرسہ اور اساتذہ نے ان کے اخلاق اور کردار کو پسندیدہ پایا ہے کبھی کوئی شکایت ان سے پیدا نہیں ہوئی۔

(مولانا) محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ الاستاذ المشرف

مدیر المدرسۃ العربیہ الاسلامیہ کراچی نمبر ۵۔ (مولانا) محمد ادریس عفرلہ ۲۶ شعبان ۱۳۹۱ھ

۳- استاذ العلماء محقق العصر شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب مدظلہ العالی

صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی جامع تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات صحابہ کرامؓ پر تنقید کرنے والوں نے دو طریقوں سے تنقید کی ہے۔ اول ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھ کر ان پر تنقید اور ان کی تنقیص کی ہے (العیاذ باللہ) گو یہ طریق بھی برا اور قبیح ہے مگر اس کا اثر صرف ان لوگوں تک محدود رہتا ہے جو پہلے ہی ان پاک نفوس سے کینہ اور کدورت رکھتے ہیں اور ایسے کھلے دشمن کے پھندے میں آنے والے نسبتاً بہت کم لوگ ہوتے ہیں۔

اور دوسرا طریق یہ ہے کہ ان کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے امت کے ساتھ بزعم خویش شفقت اور غمخواری کا دعویٰ رکھتے ہوئے چن چن کر ان کی غلطیوں کو اجاگر کیا جاتا ہے حالانکہ نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ وصریحہ سے ان لغزشوں پر ان حضرات کے لیے معافی اور مغفرت کی بشارتیں موجود ہیں اور جن میں صراحت موجود نہیں ان میں عمومات قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ کے پیش نظر مغفرت اور معافی کی امید قوی لازم اور ضروری ہے۔ پھر نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں تاریخ کی ان رطب و یابس روایات سے استدلال کرنا جن میں عموماً کذاب و ضاع راوی موجود ہوں تو ظلم صریح ہے۔ لیکن لعن طعن کرنے والے تو تنکوں کا پل بنا کر اس پر اپنے گھناؤنے نظریات کی گاڑی کو گذارنے کی قسم کھاتے بیٹھے ہیں۔ یہاں تک کہ سوچنے والا مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ دل ہی دل میں یہ کہے

ع الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت یہ ماجرا کیا ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے تزکیہ عدالت اور اسلامی خدمات کے سلسلے میں قدیماً و حدیثاً بے شمار زبانوں میں لاتعداد کتابیں شائع ہو چکی ہیں جس طرح کہ ان پر ناروا جرح کرنے والے تازہ دم ہو کر حملہ آور ہوتے ہیں اسی طرح صحابہ کرامؓ کی طرف سے مدافعت کرنے والے بھی بحمد اللہ ان کی پوری خبر لیتے ہیں اور مقدور بھر عقلی و نقلی دلائل و براہین کو احسن طریقہ سے بیان کر کے اصل حقیقت کو بے نقاب

کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز تا قیامت کرتے رہیں گے۔

اسی مبارک سلسلہ کی ایک تازہ کڑی پیش نظر کتاب "عدالت صحابہ کرامؓ" ہے جو فاضل نوجوان فائق علی الاقران الحافظ المولوی مہر محمد صاحب فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و فاضل تخصص فی الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی کی تالیف لطیف ہے۔ جس میں قرآن کریم، احادیث اور کتب دینیہ کے صریح اور بر محل حوالے موتیوں کے طرح چمکتے ہیں۔ جس میں انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ پر کیے گئے بے بنیاد اعتراضات کا علمی اور تحقیقی طور پر جائزہ لیا ہے اور معترضین کو جواب دیئے ہیں اور مدافعت کا بفضلہ تعالیٰ حق ادا کیا ہے۔

فاضل مولف نے اس پہلو پر زریں حوالوں سے خوب روشنی ڈالی ہے اور بعض ایسی کتابوں کے حوالے بھی دیئے ہیں جو کافی محنت اور بڑی جستجو کے بعد مہیا ہو سکتے ہیں۔ علماء کرام اور طلباء عظام کے لیے یہ ایک بیش بہا نادر تحفہ ہے اور انمول موتی ہیں۔ اس میں بہت زیادہ علمی سرمایہ موجود ہے اور یہ اہل علم کے لیے ان شاء اللہ العزیز بہت ہی مفید رہے گا ان شاء اللہ العزیز وہ طبع دوم میں اغلاط کی اصلاح اور سلاست و ترتیب تام کو زیادہ ملحوظ رکھیں گے (بفضل اللہ غور سے نظر ثانی کر کے حتی المقدور اصلاح اور مزید اضافوں سے طبع دوم کو مزین کیا گیا ہے۔ مولف)

ہماری دعا ہے ؎ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ
وجمیع متبعیہ الی یوم الدین۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر الناس ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ و صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۹ شعبان ۱۳۹۱ھ، ۳۰ ستمبر ۱۹۷۱ء

۴- بطلِ جلیل مجاہد لا مثیل

حضرتُ العلامہ مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

سابق جنرل سیکرٹری جمعیۃ علماء اسلام وصدر قومی اتحاد پاکستان کی رائے گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً مصلیاً مسلماً ۔ اما بعد ، عزیز محترم مولانا مہر محمد میانوالوی کی تصنیف "عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کے معتد بہا اجزا نظر سے گزرے ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین براہ راست علم نبوت سے فیض یاب ہوئے کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ ، کے اولین مخاطب تھے دین اسلام کے اصول و فروع کو امت تک پہنچانے میں انہیں مستحکم رابطہ کا مقام حاصل ہوا ۔ نبوت اور امت میں واسطہ بنے ، معارف نبوت کے معتمد امین تھے بموجب حدیث نبوی نجوم ہدایت تھے ۔ حدیث "مَا اَنَا عَلَیۡہِ وَاَصۡحَابِیۡ ،، کے عین مطابق معیار حق و صداقت تھے ۔ پوری امت کے لیے پیشوا اور واجب الاطاعت قرار دیئے گئے ۔ شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ اور اُمَّۃً وَّسَطًا کا خطاب ملا ۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ کا وثیقہ محکم عنایت ہوا اور انہیں وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الۡحُسۡنٰی کا سنہری تاج پہنایا گیا ۔

فرشتوں کے بلند مقام پر فائز یہ نورانی انسان اولین و آخرین میں اپنی مثال آپ ہیں ۔ خاتم النبیین رسول الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے قرن کو خیر القرون قرار دے کر ان کی افضلیت و برتری پر مہر تصدیق ثبت کر دی ۔ ایسی نورانی مخلوق کی عیب جوئی اور ان پر مطاعن و مثالب کا فتح باب کرنا ان کی عدالت کو مجروح کرنا دنیا و آخرت میں ذلت رسوائی خیبۃ و خسران کا سبب تو بن سکتا ہے مگر ایسی کوئی کوشش سعی مقبول کے زمرہ میں یقیناً شامل نہیں کی جا سکتی ۔

کچھ نامسعود لوگ ہیں جو صحابہ کرامؓ کے آپس کے مشاجرات زلات اور اجتہادی قسم کے خطایا

کی آڑ میں اپنی بد باطنی اور بغض صحابہؓ کے خفیہ جذبات کو آشکارا کرنے کا بہانہ تراشتے ہیں اور اجماع امت کے برعکس ان نفوس قدسیہ کی عدالت کو کج استدلالی سے قابل بحث اور محل نزاع بنا کر پیش کرتے ہیں ۔ اس طرح وہ اپنے ملحدانہ نظریات سے امت مسلمہ کو شکوک و شبہات کے دلائل میں پھنسانے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا مہر محمد صاحب کو جن کی شبانہ روز کی محنتوں سے ایسی تالیف ترتیب پذیر ہوئی جس میں صحابہ کرام کی عدالت کو قرآن کریم کی آیات بینات ، احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ سے مبرھن کر کے ان کی پاکیزہ سیرت اور مقام عالی کو امت کے سامنے واضح کر کے پیش کر دیا گیا اور ملحدین کے بے بنیاد مطاعن کا علمی تحقیقی جواب مہیا کر دیا گیا ۔

میں مولانا موصوف کے علمی استدلالات حوالہ جات اور مولانا کے معتدل طرز بیان سے پوری طرح مطمئن ہوں ۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو قبول فرما کر ایسی خدمات ماجورہ کی توفیق سے نوازتا رہے ۔ وما ذالك علی اللہ بعزیز ۔

وانا العبد الحقیر محمود عفا اللہ عنہ خادم الحدیث بمدرسہ قاسم العلوم فی ملتان

والامین العام لجمعیۃ علماء اسلام فی باکستان ۹ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

۵- حضرت علامہ مفتی اعظم پاکستان

مولانا محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ

۱۹۷۲ء میں راقم کتاب "عدالت حضرات صحابہ کرامؓ" کا ہدیہ دینے حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں دار العلوم لانڈھی کراچی پہنچا ۔ آپ گھر سے دفتر آ رہے تھے کتاب دی تو خوشی سے مسکرانے لگے اور فرمایا ۔

" اچھا آپ نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے اور بڑی ضخیم لکھی ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔" دھیمی رفتار سے چلتے ہوئے دیر تک اوراق الٹتے گئے ۔ ان دنوں میں آپ کا رسالہ "مقام صحابہؓ" پریس گیا ہوا تھا تو ایسا فرمایا تھا ۔ چونکہ حضرت نحیف و علیل رہتے تھے اس لیے پوری کتاب پڑھ کر مفصل تحریر لینے کا نہ ادباً اصرار کیا خلف الرشید صاحبزادوں سے اس خواہش کی تکمیل ...

۶۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانی مدظلہٗ

سابق وزیر معارف شرعیہ ریاستہائے متحدہ بلوچستان وشیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل وحال صدر شعبہ تفسیر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

محترم القدر زید فضلہ

بعد از سلام مسنون غرض آنکہ بوجہ بیماری خط دیر سے لکھ رہا ہوں کتاب کے متعلق تقریظ حسبِ ذیل ہے:

میں نے کتاب عدالتِ حضراتِ صحابہ کرامؓ تالیف مولانا مہر محمد صاحب فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ وفاضل تخصص فی علوم الحدیث مدرسہ عربیہ کراچی کے اہم مواضع کو دیکھا بمسئلہ عدالت صحابہؓ اسلام کے لیے اساس کی حیثیت رکھتا ہے ہم تک حضرت حق جل مجدہٗ کی طرف سے اسلام پہنچنے میں صرف دو انسانی واسطے ہیں (۱) حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام (۲) حضراتِ صحابہؓ دین حق کو حضرت حق جل مجدہٗ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا اور بتوسط صحابہؓ تمام امت اور تمام انسانوں کو پہنچایا اگر ابلاغ و روایت دین حق کی یہ دو کڑیاں مشکوک ومخدوش یا ناقابلِ اعتماد ہوں تو دین کی پوری عمارت دھڑام سے گر جائے گی اس لیے بقاء دین کے لیے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عصمت اور حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت ضروری ہے کہ یہی عقیدہ قطعیتِ دین کا سنگِ بنیاد ہے۔ مؤلف موصوف نے اس کتاب میں کتاب وسنت واقوال ائمہ دین سے اس مقصد کو مدلل کیا اور مطاعن کا بھی جواب دیا ہے یہ مسئلہ روایۃً ودرایۃً بالکل صاف ہے صحابہ کرامؓ کے متعلق عالم الغیب والشہادہ کی شہادت یہ ہے جو کل ثقہ عالمی شہادتوں سے بڑھ کر ہے۔ سورۃ توبہ پارہ گیارہ میں صحابہؓ کی دونوں جماعتوں یعنی مہاجرین وانصار بلکہ ان کے فیض یافتگان یعنی تابعین کے متعلق ارشاد ہے: والسبقون الاولون من المهجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنت تجري تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ط ذلك الفوز العظيم ہ توبہ ۱۲۴۔ اس میں اللہ نے مہاجرین و انصار جو دیگر امت کے اعتبار سے سابقون ہیں اور جن حضرات نے اخلاص کے ساتھ صحابہ کی تابعداری

کی ہے تمغۂ رضاء خداوندی ورضاء بندگی یعنی رضاء جانبین عطا کیا۔ دوم جنت، سوم فوز العظیم تنہا اللہ کی رضاء عدالت صحابہؓ کے لیے کافی ہے۔ ورضوان من الله اكبر ط اللہ عادل سے راضی ہے غیر عادل سے راضی نہیں۔ جنت و فوز العظیم ثمرہ ہے عدل کا نہ عدم عدل کا۔ درایت کے لحاظ سے حضورؐ دین کے آب حیات کا سرچشمہ ہیں جو نلکوں کے ذریعہ تمام امت کو پہنچا ہے صحابہ پہلا حصہ ہے۔ باقی اُمت پچھلا جیسے دریائے سندھ میں روہڑی سے سکھر پہلے اور آپ ہے اور روہڑی زیر اور ڈاؤن ہے اگر دریائے سندھ میں بمقام سکھر پانی نہ ہو تو روہڑی میں پانی کہاں سے آئیگا لہٰذا اگر صحابہؓ میں عدالت نہ ہو تو باقی امت میں عدالت کہاں سے آئے گی بہرحال کتاب مفید اور اپنے موضوع میں کامیاب ہے اللہ مقبول اور نافع بنائے۔ آمین!

۷۔ حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ

مؤلف اعلاء السنن وشیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈو الٰہ یار سندھ

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی کتاب عدالتِ صحابہؓ موصول ہوئی میری طبیعت اکثر ناساز رہتی ہے اس لیے جواب میں دیر ہوئی۔ پوری کتاب دیکھنے کی ہمت کہاں؟ اور ضرورت بھی نہیں بڑے بڑے علماء کی تصدیقات موجود ہیں۔ بندہ نے جستہ جستہ بعض مقامات سے کتاب کو دیکھا۔ دل خوش ہوا اور مؤلف سلمہٗ کے لیے دل سے دعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل کو مقبول فرمائیں اور امتِ محمدیہ کو اس سے پورا نفع پہنچائے۔ آمین!

والسلام

ظفر احمد عثمانی ۳۰ صفر ۱۳۹۲ھ

۸۔ عارف کامل محقق مناظر

حضرۃ مولانا دوست محمدؐ قریشی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت قریشی صاحبؒ کو کتاب ہدیہ بھیجی تھی ان کا جواب مجھے نہ ملا۔ ۷۳ء میں وہ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے سالانہ جلسہ پر تشریف لائے۔ راقم اس وقت تعلیم القرآن کا ایڈیٹر تھا میں نے جوابی خط اور تاثرات نہ لکھنے کی شکایت کی تو فرمایا "جواب دیا تھا آپ کی کتاب سے فائدہ اٹھاتا ہوں اور ہر وقت ساتھ رکھتا ہوں پھر اپنی کتابوں کے بیگ سے نکال کر دکھائی۔

۹۔ رائے گرامی مصنف بارع

حضرت مولانا علامہ محمدؐ اسحٰق صاحب صدیقی مدظلہٗ

سابق شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنؤ حالاً مدیر شعبہ تصنیف و تالیف جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ کرامؓ کی جانب سے دفاع اور ان کی عظمت کا اظہار دین کی بہت بڑی خدمت ہے اللہ تعالیٰ نے مولوی مہر محمد صاحب کو اس کی توفیق عنایت فرمائی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو "عدالت حضرات صحابہ کرامؓ" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ میں نے پوری تو نہیں دیکھی لیکن بعض مقامات دیکھے ہیں توقع ہے کہ پوری کتاب ایسی ہی ہوگی اللہ تعالیٰ مصنف صاحب کی اس سعی جمیل کو قبول فرمائیں اور ان کی کتاب کو ذریعہ ہدایت بنائیں۔ آمین۔

محمد اسحاق صدیقی عفا اللہ عنہ، ۲۲ رمضان ۱۳۹۱ھ

۱۰۔ تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے ایک فعال ممتاز رکن، غلام مصطفیٰ آف ڈھڈیال ایک مکتوب میں راقم کو لکھتے ہیں "آپ کی کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ سب سے اچھی کتاب ہے اس میں تو آپ نے موتی پرو دیئے ہیں۔ میں نے شیعہ احباب کو دکھائی ہے تو انہوں نے پسند کی ہے۔"

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
مقدمہ	۱۷
امم سابقہ کا اپنے انبیاء علیہم السلام کے اصحاب کے متعلق عقیدہ	۱۸
انبیاء سابقین علیہم السلام کے اصحاب کا قرآن کریم میں ذکر	۱۹
اصحاب انبیاء علیہم السلام کی عام امت پر فضیلت کی اہم وجہ	۲۱
حضرات صحابہ کرامؓ کی قربانیاں	۲۲
حضرات صحابہ کرامؓ کے مخالفین	۲۵
مخالفین کی اصولی غلطی	۲۷
احترام صحابہؓ پر ۶ خاص دلائل	۲۸
اہل سنت وجماعت کا صحابہ کرامؓ پر متعلق متفقہ عقیدہ	۳۰
صحابہ کرامؓ سے عقیدت کی عقلی وجہ	۳۰
صحابہ کرامؓ سے بغض کے نتائج	۳۴
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شخصی مناقب پر ایک اجمالی نظر	۳۵
باب اوّل	۳۹
صحابیت اور عدالت کا مفہوم ومصداق	〃
صحابی کی تعریف شیعہ علماء سے	۴۱
کیا صحابیت کے لیے تمیز وبلوغ شرط ہے؟	۴۳
صحابیت کا مرتبہ	۴۴
افضلیت صحابہؓ پر عقلی دلائل	۴۷
حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت	۴۹
عدالت کا لغوی معنیٰ، اصطلاحی معنیٰ	۵۰
عدالت کے چند معانی اور استعمالات	۵۱
الصحابة کلهم عدول کا معنیٰ	۵۲
تعمیم عدالت پر دلائل	۵۶
اغلاط صحابہؓ پر ایک تنبیہ	۵۹
باب دوم	۶۱
قرآن کریم اور عدالت صحابہ کرامؓ (۵۰ آیات)	〃
کنتم خیر امة أخرجت للناس الآیہ	۶۲
وکذالک جعلنٰکم امة وسطاً 〃	۶۴

عنوان	صفحہ
لقد رضی اللہ عن المومنین الآیہ	۶۵
والسابقون الاولون من المہاجرین //	۶۶
والسابقون السابقون //	۶۷
یا یہا النبی حسبک اللہ //	۶۷
للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا //	۶۸
والذین تبوء الدار والایمان //	//
رفاقت و معیت نبوی قرآن کے آئینہ میں (والذین معہ والی دس آیات)	۷۰
ایمان ویقین کی پختگی اور سیرت وکردار کی پاکیزگی	۷۳
واعلموا ان فیکم رسول اللہ الآیہ	//
والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا //	۷۴
لاتجد قوما یومنون باللہ //	۷۵
فضائل ومناقب	۷۶
ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت الآیہ	//
محمد رسول اللہ والذین معہ //	۷۷
الذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا //	۸۰
ارتداد سے محفوظیت	//
واذکروا نعمۃ اللہ علیکم الآیہ	۸۱
لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث //	//
خصائل حمیدہ وعواقب محمودہ //	۸۳
والمومنون والمومنات بعضہم اولیاء //	//

عنوان	صفحہ
ان اللہ اشتری من المومنین الآیہ	۸۳
التائبون العابدون الحامدون //	۸۴
یسبح لہ فیہا بالغدو والآصال رجال //	۸۵
الذین یقولون ربنا اننا آمنا //	//
الصابرین والصادقین //	//
مسلمانان فتح مکہ //	۸۶
اذا جاء نصر اللہ والفتح //	//
والذین آمنوا من بعد وہاجروا //	//
لایستوی منکم من انفق //	۸۷
دشمنان صحابہ کا نفاق	۸۹
واذا قیل لہم آمنوا کما آمن الناس الآیہ	۹۰
کتب مخالفین سے مدعی پر چند حوالہ جات	//
معیاریت حق	۹۲
فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ الآیہ	//
ومن یشاقق الرسول من بعد //	//
نیک انجام اور حسن سیرت کا دوام	۹۵
انی لا اضیع عمل عامل منکم الآیہ	//
یا یہا الذین آمنوا من یرتد منکم //	//
آیات مذکورہ کے متعلق معاندین صحابہ کرامؓ کی تاویلات	۹۷
تاویل اول اور اس کا بطلان	۹۸
تاویل دوم اور اس کا جواب	۹۹

عنوان	صفحہ
تکفیر صحابہؓ کے نتائج	۱۰۱
تاویل سوم اور اس کا حشر	۱۰۳
بداء کی حقیقت	۱۰۶
علم خداوندی کے متعلق شیعہ کا نظریہ	۱۰۷
حضرات صحابہ کرامؓ کو تنبیہ والی آیات پر ایک نظر	۱۰۹
زلات صحابہؓ کا عقلی جواب	//
آیات عتاب قصہ غزوہ احد	۱۱۱
قصہ حنین	۱۱۴
فرار وہزیمت کا ایک نکتہ	۱۱۵
آیت وما محمد الا رسول	۱۱۶
ترک خطبہ جمعہ کا واقعہ	۱۱۸
حضرات صحابہ کرامؓ کی جمیع خطاؤں کا مغفور ہونا	۱۱۹
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنبیہ والی پانچ آیات	۱۲۲
باب سوم	
احادیث نبوی اور عدالت صحابہ کرامؓ (۵۰ احادیث)	۱۲۵
حضرات صحابہ کرامؓ کی برکات	//
مناقب حضرات صحابہ کرامؓ	۱۳۰
حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وصیت	۱۳۴

عنوان	صفحہ
حضرات صحابہ کرامؓ کی بدگوئی اور سب وشتم کی ممانعت	۱۳۷
دشمنان صحابہ کے متعلق احادیث میں پیشین گوئی	۱۳۸
حضرات صحابہ کرامؓ سے محبت رکھنے کا درجہ	۱۴۲
حضرات صحابہ کرامؓ نجوم ہدایت ہیں	۱۴۳
حضرات صحابہ کرامؓ مبلغ اسلام ہیں	۱۴۶
حضرات صحابہ کرامؓ کی پیروی واجب ہے	۱۴۸
حضرات صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں	۱۵۰
حق چار یارؓ خلفاء راشدین کے متعلق مشترکہ احادیث	۱۵۲
فائدہ دربیان طبقات صحابہ کرامؓ	۱۵۵
کمالات صحابہؓ میں مشاہیر کی جدا جدا فہرست	۱۵۸
باب چہارم	۱۵۹
اجماع امت اور عدالت صحابہ کرامؓ	//
(اکابر علماء امت کی تیس شہادات)	//
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے	//
حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے	۱۶۰
حضرت امام شافعیؒ سے	۱۶۱
حضرت امام مالکؒ سے	//
حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے	//

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
امام سفیان ثوریؒ سے	۱۶۲	مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ سے	۱۶۹
امام سہل بن عبداللہ تستریؒ سے	//	شیخ محمد خضریؒ سے	۱۷۰
علامہ ابن اثیر جزریؒ سے	۱۶۳	علامہ بہاریؒ سے	//
شارح مسلم امام نوویؒ سے	//	علامہ ابن حاجبؒ سے	//
علامہ ابن عبدالبرؒ سے	//	صاحب فواتح الرحموت مولانا عبدالعلیؒ سے	//
حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن حزمؒ سے	۱۶۴	محقق ابن ہمامؒ سے	۱۷۱
حافظ خطیب بغدادیؒ سے	۱۶۶	حافظ تاج الدین سبکیؒ سے	//
اسد الغابہ لابن اثیرؒ سے	۱۶۷	حافظ ملا علی قاریؒ سے	۱۷۲
علامہ قرطبی مفسرؒ سے	//	کمال الدین ابن شریف ابن ہمامؒ سے	//
حافظ جلال الدین سیوطیؒ سے	//	علامہ ابن حجر ہیتمیؒ سے	۱۷۳
سید قاسم الاندجانیؒ سے	۱۶۸	امیر یمانی کے استناد کی تردید	۱۷۴
علامہ ابن الصلاحؒ سے	//	تاریخی اخبار کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا فیصلہ	۱۷۶
علامہ سخاویؒ سے	۱۶۹		
حافظ امیر یمانیؒ سے	//		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد نذیر للعالمین وخاتم الانبیاء المعصومین وسیّد المرسلین ۔ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الّذین کلھم عدول فی الدّین ونجوم الھدایۃ للعالمین وافضل البریۃ بعد النبیّین ۔ وعلیٰ اتباعھم بالاحسان اجمعین الیٰ یوم الدّین ۔

امّا بعد ۔ آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے جب دنیائے آب وگل ظلمت کدہ اور کفر اور شرک کا گہوارہ تھی ۔ اللہ تعالیٰ خالق کائنات کے سوا لاکھوں معبودان باطلہ کی پرستش ہوتی تھی ۔ تہذیب وتمدن اور اخلاقیات کا نام ونشان نہ تھا ۔ جزیرۃ العرب کی حالت اور ناگفتہ بہ تھی ۔ بیت اللہ جیسے مقدس مقام میں ۳۶۰ بتوں کی پرستش کے علاوہ ملک میں قتل وغارت ظلم وتعدی بدکاری شراب نوشی جوا ۔ بازی اور بدامنی کا دور دورہ تھا ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ جوش میں آئی اور اس عالم کی اصلاح وہدایت کے لیے امام الانبیاء سرور کونین ، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ۔

آپؐ کے دعویٰ نبوت کے آغاز ہی سے ایک مختصر سی جماعت آپ پر ایمان لے آئی ۔ جو رفتہ رفتہ بڑھ کر ایک عظیم قوت اور حزب اللہ خدائی لشکر میں تبدیل ہوگئی ۔ اس جماعت نے آپؐ کے نصب العین کی تکمیل کی خاطر تن من دھن کی بازی لگا دی ۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اس جانباز جماعت کی معیت سے جزیرہ عرب کی کایا پلٹ دی اور ایک عالم گیر انقلاب عظیم برپا کر دیا ۔ کسی نبی کے دعویٰ نبوت پر جو حضرات بلاواسطہ ایمان

لاتے ہیں اور دینی تحریک کے عروج کے لیے اپنی جان، عزت، دولت بلکہ زندگی کا ایک ایک دن اس کے اشاروں پر قربان کر دیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بڑا رتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ بعد میں آنے والی ساری امت، بھی مجموعی طور پر اور تقویٰ اور اتباع کے مراتب عالیہ طے کرنے کے باوجود بھی ان اصحاب نبی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی۔

چنانچہ ہر امت میں یہ قانون مسلم رہا ہے کہ وہ اپنے نبی پر اولاً براہ راست ایمان لانے والی جماعت کو۔ جو اس کے اصحاب اور حوارین کہلاتے تھے۔ سب امت سے افضل قابل احترام اور واجب الاقتداء سمجھتی تھی اور ان سے اپنے نبی پر نازل شدہ شریعت، اس کی تعلیمات اور رشد و ہدایت کے جملہ اصول سیکھتی تھی۔ انہیں قابل اعتماد اور ثقہ سمجھ کر ان سے دین حاصل کرتی اور انہیں اپنے اور اپنے نبی برحق کے درمیان ہدایت کا واسطہ سمجھتی تھی۔ یہود سے جب پوچھا گیا کہ تمہاری امت میں سب سے افضل لوگ کون تھے تو سب نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب سب امت سے افضل تھے۔ اور جب نصاریٰ سے یہی سوال ہوا تو انہوں نے بھی بالاتفاق کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اور اصحاب سب امتِ عیسوی سے افضل تھے۔[1]

قرآن کریم میں کئی جگہ تصریح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو فرعون کی غلامی سے نجات ملی اور علم و فضل میں ان کو اس وقت کے سب جہان والوں پر برتری دی گئی مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ	بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب حکمت اور
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ	نبوت عطا کی اور ان کو پاکیزہ رزق دیئے۔ اور
الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (جاثیہ ع ۲)	سب جہان والوں پر ان کو برتری عطا کی۔

پاکیزہ رزق سے مراد من و سلویٰ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کو چالیس برس تک میدان تیہ میں ملتا رہا (کذا فی الجلالین) بقیہ سب امت پر ان کی فضیلت واضح ہے۔ کیونکہ سب جہان والوں پر ان کی فضیلت کا معنی یہ ہے کہ اس وقت جتنے لوگ تھے اور امت بنی اسرائیل کے جو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ نبوت کے اختتام تک پیدا ہونے والے تھے ان سب سے افضل آپ کے اصحاب تھے۔

[1] روافض سے جب پوچھا گیا کہ تمہاری امت کے بدترین لوگ کون ہیں تو کہنے لگے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) شرح عقیدہ طحاویہ ص ۴۱۷

قيل لليهود: من خير أهل ملتكم؟ قالوا: أصحاب موسى، وقيل للنصارى: من خير أهل ملتكم؟ قالوا: أصحاب عيسى، وقيل للرافضة: من شر أهل ملتكم؟ قالوا: أصحاب محمد

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کا قرآن میں ذکر

قرآن کریم میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصوں میں غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اصحاب کرام کا امتیازی طور پر ذکر فرماتے ہیں جیسے ان کے معاندین کے تباہ ہونے کی خبر دیتے ہیں ایسے ہی ایمان داروں کے ناجی ہونے کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

۱۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے اصحاب کے متعلق ارشاد ہے۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ	پس ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں
الْمَشْحُوْنِ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ (شعراء ع ۶)	کو بھری ہوئی کشتی کے ذریعہ نجات دی اور پھر اوروں کو غرق کیا

۲۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے بارے میں ارشاد ہے۔

فَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ	پس ہم نے موسیٰ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ (شعراء ع ۴)	نجات دی اور دوسروں (فرعونیوں) کو غرق کر دیا۔

۳۔ حضرت ہود علیہ السلام کے اصحاب کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا	جب ہمارے عذاب کا وقت آپہنچا تو ہم نے ہود
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا	اور اس پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے
وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ۔ (ہود ع ۵)	نجات دی اور سخت عذاب سے ان کو بچایا۔

۴۔ حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق قرآنی شہادت ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا	جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے صالح اور اس
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا	پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا اور
وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ (ہود ع ۶)	وہ اس دن کی رسوائی سے بچ گئے۔

۵۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی فرمانبردار جماعت کے بارے میں ہے۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا	جب ہمارا حکم عذاب آپہنچا تو ہم نے حضرت شعیب
وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (ہود ع ۸)	اور اس پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا

۶۔ حضرت لوط علیہ السلام پر ایمان لانے والے صرف ایک گھرانے کے متعلق فرمان ایزدی ہے

صحابہ رسولؐ کے متعلق معیت کی ۱۰ آیات باب دوم میں ملاحظہ کریں۔

فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ (پ ٢٧ ع ١)

پس اس بستی میں تے مومنوں کو ہم نے محفوظ طور پر نکال لیا پایا ہیکم گھرانے کے سوا اس بستی میں کوئی مسلمان نہ پایا۔

٧۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں کا کئی مقام پر تذکرہ کیا گیا ہے۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاهِرِيْنَ۔ (پ ٢٨ ع ١٠)

(حضرت عیسٰی علیہ السلام کی دعوت الی اللہ پر) آپ کے خاص اصحاب بولے ہم اللہ کے مددگار ہیں پس بنی اسرائیل کی ایک جماعت تو ایمان لے آئی اور ایک نے کفر کیا۔ پس ہم نے ایمان والوں کی مدد کی چنانچہ وہ اپنے دشمن پر غالب ہو گئے

٨۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی دعائے مغفرت میں اپنے اصحاب کو شریک کرتے ہیں جو آپ پر ایمان لا کر آپ کے اہل بیت میں داخل ہو گئے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ (پ ٢٩ ع ١٠)

اے پروردگار! مجھے اور میرے ماں باپ اور میرے گھر میں ایمان لا کر داخل ہونے والوں اور جملہ مومنین اور مومنات کو بخش دے

بہرحال اس قسم کی بہت سی آیات میں حضرات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کا تذکرہ خیر اس بات پر دال ہے کہ فضل و منقبت میں ان کا درجہ عام مومنینِ اُمت سے بہت بڑھ کر ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعا تو بتاتی ہے کہ جو شخص کسی نبی پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے اہل بیت میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ بیت سے مراد اینٹ گارے کا مکان نہیں بلکہ ایمانی دعوت کا دائرہ ہے اور جو نبی کے گھر میں رہنے کے باوجود اس پر ایمان نہیں لاتا جیسے کنعان بن نوح وہ اہل بیت میں سے نہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل بیت نبوی ہونا گوشت پوست کے رشتے سے نہیں بلکہ ایمان و اسلام کے رشتے سے ہے جیسے حضرت سلمان فارسیؓ کو آپؐ نے اپنے اہل بیت کا فرد بتایا ہے۔ اور خدا نے وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ۔ فرما کر حضرت نوحؑ کے امتیوں کو اہل (بیت) نوح فرمایا ہے۔ (انبیاء ع ٦)

اصحاب انبیاء علیہم السلام کی عام امت پر فضیلت کی اہم وجہ

اصحاب انبیاء علیہم السلام کی بقیہ عام امت پر فضیلت کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ کسی نبی کی بعثت کے وقت اس کی جمیع امت اس کے سامنے یا روئے زمین پر موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے جو لوگ اس نبی پر اولاً ایمان لاتے ہیں اور آپ کے ساتھ تبلیغی میدان میں جانی مالی قربانیاں دیتے ہیں تو نبی وقت اپنے ان اصحاب اور اہل ایمان حضرات کا ہر قسم کی روحانی اور اخلاقی برائیوں سے تزکیہ نفس فرما دیتا ہے اور انہیں تعلیم و تربیت دے کر آئندہ نسلوں اور بقایا امت کے لیے دین الٰہی کا مبلغ اور معلم تیار کر کے دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے نبی کی امانت یعنی تعلیمات ربانی کو بلا کم و بیش باقی امت تک پہنچاتے ہیں تو درحقیقت یہی حضرات اپنے نبی اور اس کی بقیہ امت کے درمیان تبلیغ دین کا ایک اہم واسطہ اور مضبوط کڑی ہوتے ہیں۔

امت کے ذمے لازم ہوتا ہے کہ وہ ان پر اعتماد کر کے ان کی بات غور سے سنے۔ اور ان کے نقش قدم پر چل کر راہ ہدایت پر مستقیم رہے۔ اگر اس واسطے سے وہ امت اعتبار اٹھا لے یا تعلیمات نبوی کے ان اولین راویوں پر نقد و جرح شروع کر دے تو وہ امت اپنے نبی کی تعلیمات ہرگز حاصل نہ کر سکے گی۔ بلکہ اس امت کے سارے دین کی عمارت بنیاد ہی سے منہدم ہو جائے گی اور وہ کبھی بھی اصحاب نبی پر اس بداعتمادی اور ان کی عدالت و ثقاہت پر نقد و جرح کی وجہ سے راہ حق نہیں پا سکتی۔

قرآن حکیم اور تاریخ امم سے مستنبط اسی اصل اور قاعدہ سے امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا سواد اعظم اور عظیم اکثریت عہد نبوی سے لے کر تا ہنوز یہ اجماعی اور متفقہ عقیدہ رکھتی ہے "کہ جن لوگوں نے ایمان کی حالت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کی شعاعوں سے اپنی آنکھوں کو منور و مشرف فرمایا اور ایمان سے رخصت ہوئے وہ تمام تادم زیست عادل اور ثقہ تھے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام خلائق سے افضل تھے" کیونکہ مزکی اعظم اور معلم کائنات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم اور تربیت اور تزکیہ نفس کا فریضہ سرانجام دیا۔ اور کفر و شرک، حسد و بخل، ریاکاری و جاہ طلبی، حب دنیا و طمع مال، ظلم و تعدی و خود غرضی، بے وفائی، بدنیتی اور نفاق وغیرہا جملہ امراض قلبیہ

سے ان کے قلوب کو پاک اور مصفیٰ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان ان کے دلوں کی تختی پر کندہ کر دیا۔ اور ان کے قلوب کو ایمان ہی سے مزین و منقش فرمایا۔ ایمان ہی ان کی محبوب ترین متاع تھی کفر اور فسق اور نافرمانی سے طبعاً نفرت اور بیزاری تھی۔ رب العزت نے ان کو راشدا نیکوکار اور ہدایت یافتہ ہونے کی سند دے دی۔ ان کو حزب اللہ کا تمغہ دیا اور انہیں "مومنون حقاً" اور "رضی اللہ عنہم ورضوعنہ" کے القاب سے سرفراز فرمایا۔ اور اس طرح ان پر اپنی ظاہری اور باطنی دنیوی اور اخروی تمام نعمتوں کا اتمام فرمایا۔

یقیناً حضرات صحابہ کرامؓ مذکورہ بالا صفات سے موصوف تھے اور تادم زیست موصوف رہے۔ کیونکہ ان اوصاف کی خبر علام الغیوب خالق نے دی ہے۔ اور وہ علیم و خبیر ذات جانتی تھی کہ ان قدسیوں سے کوئی ایسی خطا آخر دم تک سرزد نہیں ہو گی جو اس کی رضامندی اور جنات النعیم کی بشارتوں کو باطل کر سکے یا ان کی ثقاہت و عدالت پر اثر انداز ہو۔ ورنہ وہ کبھی پلٹ جانے والوں کے متعلق ایسی خبریں نہ دیتا کیونکہ اس کے علم کی تکذیب لازم آتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کی قربانیاں :

چونکہ ان کا باطن ایمان و ہدایت کا منبع تھا اور وہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کے پرستار پاک باز اور پاک سیرت تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مکمل اطاعت پر کمربستہ تھے۔ انہوں نے خدا اور رسول کے حکم پر سرفروشی کی اور نہایت ہی پرخطر اور سنگین حالات میں ایمان قبول کیا۔ چنانچہ اس کی پاداش میں وہ مدت دراز تک کفار کے گوناگوں مظالم سہتے رہے۔ بالآخر دین و ایمان کے بچاؤ کے لیے اپنے اعزہ و اقارب اہل و عیال اور وطن و جائیداد کو خیرباد کہہ کر ہجرت کی اور ہر دم آپ کی معیت اختیار کی۔ جنگوں میں آپ کی رفاقت کی لبغض فی اللہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو تہ تیغ کیا۔ اپنی جانیں اور عزتیں قربان کیں۔ اسلام کی اشاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا۔

مکافاتِ عمل کے طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان بے مثال قربانیوں کے صلہ میں ان کو جنات عالیہ اور مغفرت تامہ کی خوشخبری دی اور ہمیشہ کے لیے ان کو اپنی رضامندی کا پروانہ دے دیا۔ ان کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ اپنے دین کی اشاعت

کے لیے ان کو مبلغ و مفسر بنایا۔ باقی سب امت کے لیے ان کی اقتداء لازم کر دی۔ ان کے اسلام و ایمان کو اوروں کے اسلام و ایمان کے پرکھنے کے لیے کسوٹی اور معیار قرار دیا۔ ان کی عدالت و ثقاہت اور اخلاص و نیک نیتی پر بے شمار آیات و احادیث ارشاد فرمائیں اور ان کے تمام اعمال کی حقانیت اور مقبولیت پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کر دی۔

جب عالم دنیا میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے ان کو ہادی منتخب فرمایا تو ان کے تبلیغی میدان کی وسعت کے لیے سینکڑوں شہر اور قلعے اور بیسیوں ممالک ان کے ہاتھ پر فتح کیے۔ حتیٰ کہ روم و ایران جیسی عظیم اور سوپر مستحکم قوتیں ان کی قوت ایمانی کے سامنے نہ ٹھہر سکیں۔ کفر نے ہر طرف ذلیل ہو کر شکست فاش کھائی۔ اور ان کے ایوانوں پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔

شاعر مشرق انہی پر ناز کرتے ہوئے خدا کے حضور کہتا ہے

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے؟	شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟
توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟	کاٹ کر رکھ دیئے کفار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدہ ایران کو؟

کس نے پھر زندہ کیا تذکرہ یزدان کو؟

یہ حضرات چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ شمشیر و لسان سے جہاد فی سبیل اللہ جاری رکھا اپنی خدا داد حرارت ایمانی سے کفر و شرک اور مخالف اسلام طاغوتی قوتوں کے غلیظ ڈھیروں کو خاکستر کر ڈالا۔ اطراف عالم میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ حق گونجنے لگا اور بت خانوں میں خاک اڑنے لگی۔

کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے۔

منہ کے بل گر کر ھو اللہ احد کہتے تھے

جو دنیا ظلمت کدہ اور ویران تھی وہ آج ان شمع محمدی کے پاک نفوس پروانوں کی بدولت نور ایمان سے منور اور عدل و انصاف سے معمور ہو گئی۔ جو لوگ شمس و قمر، نجوم و کواکب اور انبیاء و اولیاء کی یادگاروں میں اختراع کردہ مجسموں اور مورتیوں کی عبادت کرتے تھے آج وہ صرف خدائے واحد قہار کے سامنے سربسجود تھے۔ جو لوگ جبر و استبداد سے دنیا کے حاکم بن بیٹھے تھے وہ آج صحابہ

کی تعلیم کے طفیل خالق حقیقی کی غلامی میں جکڑے گئے۔ جن اقوام نے صدیوں سے معرفت خداوندی کو بھلا دیا تھا۔ انہیں درگاہ محمدی کے فیض یافتگان نے معرفت الٰہی کا وہ سبق پڑھایا کہ وہ باقی دنیا کو خدائے عزوجل سے ملانے والے بن گئے۔

ان کے چہروں پر نور ایمان اور صداقت کے دلائل نمایاں تھے کہ دیکھنے والے بے ساختہ پکار اٹھتے تھے کہ یہ چہرے کاذب نہیں ہو سکتے۔ ان کی سیرت اور کردار باقی امت کیلئے اسوہ حسنہ بن گیا اور وہ اب تک ضرب المثل ہے بقول ڈاکٹر اقبال مرحوم ؎

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی   نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

الغرض سب دنیا کو انہوں نے قرآن کریم اور ارشادات نبوی کا تعلیمی نصاب پڑھایا اور انہیں کی مبارک مساعی سے کفر و شرک کے اندھیرے چھٹ گئے اور عالم دنیا میں توحید و ایمان کا سراج وہاج ضیا پاشی کرنے لگا۔ تمام ادیان باطلہ مٹ گئے یا مغلوب ہو گئے اور صرف اسلام کا نیر تاباں آفتاب نصف النہار بن کر درخشندہ عالم بنا اور مشرق سے لے کر مغرب تک لا الٰہ الا اللّٰہ کا طوطی بولنے لگا۔

اس طرح اسلام کی غالبیت کا جو وعدہ اللہ رب العزت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ وہ آپؐ کے تلامذہ اور خلفاء صحابہ کرامؓ کی تعلیم و تبلیغ اور حیرت انگیز کوششوں کے ذریعے پورا فرما دیا جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا ۔ (سورۃ فتح رکوع ۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دے اس قول کی صداقت پر اللہ ہی گواہ کافی ہے

چنانچہ صحابہ کرامؓ کی اس پاکیزہ جانباز فوج ۔ حزب اللہ ۔ نے تبلیغ اسلام کیلئے جس خطے کا رخ کیا وہ فتح ہوتا چلا گیا۔ عہد صدیقی کی فتوحات کے علاوہ شام مصر عراق عجم خوزستان آرمینیہ آذربائیجان فارس کرمان خراسان مکران دور فاروقی میں اور شمالی افریقہ روم قوقاز جزیرہ قبرص اور روڈس دور عثمانی میں اور قسطنطنیہ غزنی بلخ قندھار تا دریائے

سندھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوئے
شاعر مشرق نے کیا خوب ان کی زبان حال سے ترجمانی کی ہے ؎

محفل کون و مکاں میں سحر و شام پھرے   مئے توحید کو لیکر صفت جام پھرے
کوہ میں دشت میں لیکر ترا پیغام پھرے   اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

حضرات صحابہ کرامؓ کے مخالفین۔

الاشیاء تعرف باضدادھا (کسی چیز کی صحیح معرفت اس کی ضد کے جاننے سے ہوتی ہے) کے تحت حق و باطل کی ٹکر ہمیشہ سے چلی آرہی ہے۔ دنیا میں کوئی بڑی سے بڑی صداقت اور حقیقت ایسی نہیں جس کے منکر اور مخالف موجود نہ ہوں۔ توحید باری تعالیٰ سے بڑھ کر واضح اور بین صداقت اور کیا ہو سکتی ہے۔ مگر لاکھوں بدبخت اس کے منکر ہیں۔ قرآن کریم اور رسالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جیسی ٹھوس حقیقتوں کے منکر موجود ہیں۔

صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم اس کلیہ سے کب مستثنیٰ ہو سکتے تھے۔ پہلی صدی ہی کے وسط سے منافقین نے معاذاللہ راویان قرآن کریم اور حاملین سنن نبویہ حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت و امانت پر انگشت نمائی کی۔ ان کے تقویٰ و طہارت اور اخلاص پر معاندانہ حملے کیے۔ ان کی تمام دینی کوششوں اور قربانیوں کو فاسد اغراض پر محمول کر کے اپنے لیے ضلالت اور جہنم کی راہ اختیار کی۔ اور یوں قرآن عظیم کی تعلیمات پر سے اعتماد اٹھانے اور سنت نبوی کو پامال کرنے کی مکروہ سازش کی اور آج تک کچھ بدنصیب اسی ورطہ ضلالت میں گم گشتہ چلے آرہے ہیں۔

مگر ہمیں ان پر اتنا تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے تو بظاہر اسلام اور محبت اہل بیت رضی عظام کا خوشنما لبادہ ہی اس لیے اوڑھا ہے تاکہ در پردہ قرآن عظیم اور سنت نبوی اور ان کے رواۃ صحابہ کرامؓ حقیقی اہل بیت نبوی امہات المومنین، ازواج مطہرات کو تحریف اور طعن و تشنیع کا ہدف بنا کر ناقابل اعتماد کیا جائے اور بزرگان اہل بیت کی طرف وہ خود ساختہ اسلام

منسوب کیا جاتے جس میں ہر خواہش نفسانی کا جواز موجود ہو۔

البتہ ان لوگوں پر ضرور تعجب اور صد افسوس ہے جو تقیۃً اہل سنت سے منسلک ہیں مگر صحابہ کرامؓ کی عیب گیری اور طعن و تشنیع ان کا دل پسند مشغلہ بن چکا ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ "رسول خداؐ کے سوا کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے اور کسی کو معیار حق نہ بنائے۔ کسی کی ذہنی غلامی (تقلید) میں مبتلا نہ ہو[1]۔ حالانکہ اس کی زد میں صحابہ کرامؓ کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام بھی آجاتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ بسا اوقات صحابہ پر بشری کمزوریوں کا غلبہ ہوتا تھا کہ ایک دوسرے کو جھوٹا کہتے تھے[2]۔ کبھی کہتے ہیں کہ "صحابہ کی قلب ماہیت نہیں ہوئی تھی[3]۔ کبھی کہتے ہیں" کہ اگرچہ ان کے اندر سے صلاحیت کذب جبلی طور پر سلب تو نہ ہوئی۔ ان کے اندر سے دوسرے ذنوب بھی معدوم نہ ہوئے مگر آنحضورؐ پر جھوٹ بولنا بالکل معدوم اور قطعی طور پر ملیا میٹ ہو گیا[4]،، یعنی صحابہؓ صرف روایت عن الرسول تک عادل اور سچے ہیں بقیہ سب امور میں عام امت جیسے ہیں۔ ہر قسم کے گناہ ان میں بھی پائے جاتے تھے۔

پھر ایک قدم آگے بڑھایا اور ۱۹۶۵ء میں ماہنامہ ترجمان القرآن کے مسلسل چند شماروں میں حضرت عثمان حضرت معاویہ حضرت عمرو بن العاص حضرت مغیرہ بن شعبہ حضرت ولید بن عقبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کو ملوکیت کا بانی قرار دیتے ہوئے ان پر ایک طویل بھیانک الزامات کی فہرست جڑ دی جس کا ایک نمونہ آپ کتاب ہذا کے پانچویں باب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں گے اور ضعیف و موضوع روایات کو چن چن کر صحابہ کرامؓ کی زندگی کا نقشہ اس قدر غلط اور بھیانک انداز میں ترتیب دیا کہ عبداللہ بن سبا لعین کے پیروکار خوشی سے کھلکھلا اٹھے اور یوں معلوم ہوا کہ گویا بدقسمتی سے ہمارا زمانہ تحریک سبائیت کا دور جدید ہے۔ جس کے سرپرست ایک طویل عرصہ تک بعض صحابہ کو تقیۃً چھپاتے رہے اور پھر سیاسی مصلحت سے خاص منصوبہ کے تحت صحابہ کرامؓ پر تنقید و تنقیص کے ذریعے اس کا اظہار شروع کر دیا ہے۔

پھر اسی پر اظہار بغض کا اختتام نہیں کیا بلکہ اس سب شائع شدہ مواد کو "خلافت سے

---

[1] ۔ جماعت اسلامی کا دستور عقائد دفعہ ۶۔ [2] تفہیمات ص ۲۹۴ چہارم [3] خلافت و ملوکیت باب چہارم

[4] ترجمان القرآن ج ۳۷ عدد ۲ ص ۱۱۲ از ملک غلام علی

ملوکیت تک" کے نام سے بمعہ اضافات تالیف کی شکل میں پیش کر دیا تو علماء اہل سنت کی غیرت ایمانی بھڑک اٹھی چنانچہ اس مکذوبہ روایات پر مشتمل اور رسوائے زمانہ کتاب "خلافت و ملوکیت" کے مختلف حضرات نے جوابات[1] لکھے اور حقیقت حال واضح کر دی۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰہ۔

مگر امیر جماعت نے ان پر توجہ کرنے یا اس نظریہ و رویہ سے توبہ کرنے کے بجائے الٹا علماء کو کوسا۔ ان کے حواریوں نے مطاعن صحابہؓ پر جتنا مواد جمع کر سکتے تھے۔ سبائی روایات سے جمع کر کے اپنے امیر کی تائید کی۔ چنانچہ آج اکتوبر ۱۹۷۱ء تک سینکڑوں صفحات صرف اسی پر سیاہ کیے گئے کہ ان صحابہ کرامؓ پر جو الزامات امیر جماعت اسلامی نے لگائے وہ سب صحیح اور ثابت ہیں اور اس کے برعکس جو کچھ علماء نے لکھا ہے وہ غلط اور باطل ہے

اس کے پس پردہ جو حقیقت جھلکتی ہے وہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں رہی۔ سنیت کے بھیس میں مذہب اہل سنت والجماعت کی بیخ کنی ہے۔ ؎

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم　　　که بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

مخالفین کی اصولی غلطی :-

اس طرز نگارش میں مخالفین چند سنگین غلطیوں کے مرتکب ہوئے ہیں جن کی کسی نام نہاد سنی سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ چہ جائیکہ تجدید و احیائے دین کی مدعی جماعت اسے اپنا مشغلہ بنا لے

اوّل :- صحابہ کرامؓ پر مطاعن سے متعلق جزوی روایات و واقعات کے اثبات کے درپے ہو کر وہ اس کے بدترین عواقب سے غافل ہو گئے۔ کہ بالفرض ان واقعات کی کچھ اصل ہو بھی تب بھی انکو اچھا لنا منصوبہ کے تحت نشر و اشاعت کرنا ان کی زندگی کو ان روایات سے داغدار ثابت کرنا اسلام اور مسلمانوں کے لیے نہایت مضر ہے اور رفض و تشیع کی بلاشبہ ترویج و اشاعت ہے۔ آج ہماری غلطیوں کی

---

[1] راقم کی اس اصولی کتاب کے علاوہ مقام صحابہؓ۔ عادلانہ دفاع۔ اظہار حقیقت۔ خلافت و ملوکیت۔ حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق جیسی خلافت و ملوکیت کی تردید میں وقیع علمی کتابیں بار بار چھپتی ہیں۔ محب صحابہؓ جمہور مسلمانوں کو سنی ذہن سے ان کتابوں کی زیادہ قدر و اشاعت کرنی چاہیئے۔ جیسے جماعت اسلامی ایک تحریک و تنظیم کے تحت افسانہ نویسی اور ہجو نگاری کا مرقع مخالف عقیدہ اہل سنت۔ کتاب "خلافت و ملوکیت" کو بار بار چھاپتی ہے۔

بدولت لوگ اسلام سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اگر امت کے افضل اور اولین طبقہ حضرات صحابہ کرامؓ کے عیوب کی فہرستیں شائع کی جائیں اور اس پر خوب اصرار کیا جائے اور جن بعض اسلاف سے سہواً یا خطاً یا کسی خاص سیاق و سباق میں ایسا فقرہ نکل گیا جس سے بزعم خود اس مذموم طرز عمل کو تقویت ملے تو اسے خوب اچھالا جائے۔ اسلاف کی ایسی شاذ و نادر غلطیوں کو چن چن کر اپنا مسلک بنا لیا جائے اور ان کی دیگر تصریحات کی خوب خلاف ورزی کی جائے جو آپ باب پنجم میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے لوگ اسلام سے اور متنفر و بیزار ہی ہوں گے۔ اور بزرگان سلف کا احترام بلکہ ان پر سے اعتماد اٹھ جائے گا چنانچہ اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

اس سے اسلام اور مسلمانوں کو تو مضرت کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ہاں امیر جماعت کے متعلق یہ عقیدہ ذہنوں میں خوب جمانے کی سعی کی گئی کہ موصوف خطا و لغزش سے تقریباً معصوم ہیں اور آپ کی تحریر نوشتہ تقدیر سے کم نہیں ہوتی ورنہ مسلسل سات سال سے بے جا وکالت کرنے اور معایب صحابہؓ کی مزید فہرستیں گنوانے اور دفاع کرنے والوں سے تحریری کشتی لڑنے کی ہرگز حاجت نہ تھی۔ دوم :- غیر صحاح غلط سلط روایات اور تاریخی اخبار سے بے دھڑک حضرات صحابہ کرامؓ پر ہر قسم کے گناہوں کا الزام لگاتے جانا کتاب اللہ کے صریح خلاف ہے ارشاد ربانی ہے۔

وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔

تمہیں کفر بے حکمی اور نافرمانی سے بیزار کر دیا ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ نیکو کار ہیں۔

لازمہ بشریت کے تحت قرآن کریم نے جہاں ان کی چند خطائیں ذکر کی ہیں وہ وعظ اور تنبیہ کے علاوہ ان حضرات کی مدح و مغفرت پر بھی مشتمل ہیں (ملاحظہ ہو باب دوم کا آخر) لہٰذا وعظ و تنبیہ کے منصب سے عاری افراد کا مدح و مغفرت ذکر کیے بغیر صرف غلطیاں گننا اور مطاعن کی صورت پیدا کرنا نصوص قرآنیہ کی رو سے حرام ہے۔

سوم :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مبارک میں بھی ایک متحرک اور حساس قلب موجود ہے۔ آپؐ کے جاں نثاروں اور دوستوں کی برائی اور بدگوئی کرنے سے یقیناً آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے جس کی حرمت واضح ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِي عَنْ أَحَدٍ شَيْئًا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْكُمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ (رواہ ابوداود مشکوۃ ص۴۱۴)

میرے صحابہ کا کوئی فرد دوسرے صحابی کے متعلق نامناسب بات میرے علم میں نہ لائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ صاف دل ہو کر تمہارے پاس آیا جایا کروں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی صحابی کے متعلق کوئی شکایت اور عیب خواہ صحیح ہو یا غلط آپؐ سننا ہی نہیں چاہتے اور اپنے دل کو اس غبار سے صاف رکھنا چاہتے ہیں۔

۲۔ ایک دفعہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ میں کچھ تیز کلامی ہو گئی۔ حضرت خالدؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں شکایت کی تو آپ نے فرمایا میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہو۔ کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کی مقدار سونا خدا کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ صحابہؓ کے ایک مد (تین پاؤ) بلکہ اس کی نصف مقدار اناج کے انفاق کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری و مسلم)

غور کرنے کا مقام ہے کہ آپؐ نے حضرت خالدؓ کو جھٹلایا نہیں اور نہ ہی آپ سے گواہ طلب کیے۔ بلکہ واقعہ کی صحت اور غلطی سے اعراض کرتے ہوئے ایک فیصلہ کن اصولی ہدایت تعلیم فرمائی کہ میرے صحابہؓ کی شکایت مت کرو اور شکایت کو بدگوئی اور سب سے تعبیر فرمایا جس سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ مثالب کے جزوی و تاریخی واقعات سب غلط ہوں یا کچھ صحیح بھی ہوں ان کو نشر کرنا اور ان کے ذریعے صحابہؓ کرام پر طعن کرنا شکایت کرنا اور دوسروں تک پھیلانا، سب حرام ہے اور سب و شتم میں داخل ہے۔

۳۔ اکرموا اصحابی فانہم خیارکم۔ (مشکوۃ ص۵۵۴)

لوگو! میرے صحابہؓ کی عزت کرتے رہنا کیونکہ بلاشبہ وہ تم سے بہتر ہی ہیں۔

۴۔ اَللّٰهَ اللّٰهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کو میرے بعد طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بنانا۔ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے

اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ

ہذا حدیث غریب ۔ ترمذی ج ۲ ص ۲۲۶ واللفظ لہ وموارد الظمان ملخص صحیح بن حبان ص ۵۶۹

محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے دراصل میرے ساتھ اپنے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انہیں طعن وتشنیع سے تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو ایذا دی (یعنی ناراض کیا) اور جس نے اللہ کو ناراض کیا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اچک لے گا۔ (برا عذاب دے گا۔)

اس حدیث میں آپ صلعم نے صحابہ رضی کی شان میں تنقیص گستاخی اور ان کی عیب جوئی پر بار بار خدا کا خوف دلایا ہے۔ ان کو ہدف طعن بنانے سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ اپنے ساتھ محبت کی نشانی صحابہ کرام رضی کی محبت کو قرار دیا ہے۔ اور اپنے ساتھ بغض کی نشانی ان کے ساتھ بغض کو قرار دیا ہے (یعنی محب صحابہ رضی محب رسول صلعم ہے اور مبغض صحابہ درحقیقت مبغض رسول ہے) ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اپنی ایذا کو اللہ کی ایذا قرار دیا ہے۔

حضرت معاویہ، عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ وغیرہم رضی اللہ عنہم ہوں یا حضرات خلفاء اربعہ وامہات المومنین رضی اللہ عنہم ہوں۔ کسی گروہ یا کسی فرد سے بغض رکھنا یا ان کے عیوب شمار کرنا شیعہ ونیم شیعہ مورخین اور رواۃ وضاعین کی اخبار و روایات پر بالاصرار اعتماد کرنا اور ان پر طعن وعیب گیری کرنا یقیناً حدیث بالا کا مصداق اور ان کو نشانہ بنانا ہے ایسے شخص یا گروہ کا رشتہ اہل سنت والجماعت سے کٹ کر روافض سے ہو جاتا ہے۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔

۵ قَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِ نَبِیِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ اَوْصٰی بِهِمْ ۔ الصواعق المحرقہ ص ۵

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگو! اپنے نبی علیہ السلام کے صحابی رضی کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا۔ کیونکہ آپ نے ان کے حفظِ حقوق کی وصیت فرمائی ہے۔

۶۔ صحابہ رضی پر حضور صلعم کی تنقید کی حکایت بھی اکابر صحابہ رضی کے ہاں ممنوع تھی۔ چنانچہ ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۸۴ میں ہے" کہ عہد فاروقی میں حضرت حذیفہ رضی اور سلمان رضی فارسی مدائن میں عہدوں پر تھے حضرت حذیفہ رضی مجلس احباب میں ایسی باتیں سناتے جو کبھی غصہ کی حالت میں حضور صلعم نے اپنے بعض صحابہ رضی سے کہی تھیں حضرت سلمان رضی کو ان کا پتہ چلتا وہ ناپسند کرتے اور تصدیق نہ کرتے تھے حضرت حذیفہ رضی نے شکایت کی کہ میری روایت عن الرسول صلعم کی آپ تصدیق کیوں نہیں کرتے تو حضرت سلمان رضی نے فرمایا کہ حضور صلعم غصہ سے کبھی صحابہ رضی سے بولتے تو خوش بھی ہو جاتے تھے۔ کیا آپ اس سے باز نہ آئیں گے کہ کچھ صحابہ رضی کے متعلق بغض اور کچھ کے متعلق محبت لوگوں میں پیدا کر کے اختلاف اور فرقہ بندی ڈالیں۔ حالانکہ میں نے حضور صلعم کا خطبہ سنا ہے" فرمایا کہ میری امت کے جس آدمی کو میں نے برا بھلا کہا یا غصہ میں لعنت کی تو میں بھی آدم کا بیٹا ہوں ان کی طرح غصہ آتا ہے اے اللہ تو نے مجھے رحمۃ للعالمین بنایا تو قیامت کے دن اس بدگوئی کو ان پر رحمت بنا دے۔ خدا کی قسم حذیفہ رضی! اب اگر تم باز نہ آئے تو میں عمر رضی کو شکایت لکھوں گا۔

(باب النہی عن سب اصحاب رسول اللہ)

چہارم:۔ حضرات صحابہ کرام رضی پر تنقید ان کی عیب جوئی اور اسکی اشاعت کا یہ رویہ عہد صحابہ رضی سے لے کر تاہنوز امت مسلمہ حقہ کے مسلّمہ اس اجماعی عقیدہ کے خلاف ہے" کہ سب صحابہ رضی کا ذکر بھلائی سے کرنا واجب ہے ان پر طعن وتشنیع حرام ہے۔ مولانا عبدالعزیز فرہاروی رح (من علماء القرن الثالث عشر) الناہیہ عن طعن معاویہ رضی ص ۵ پر لکھتے ہیں سلف سے لے کر خلف تک تمام علماء اہل سنت والجماعۃ کا متفقہ اجماع چلا آ رہا ہے کہ سب صحابہ رضی کرام کا ذکر صرف اچھائی سے کرنا واجب ہے اور تمام اہل سنت والجماعۃ اس پر متفق ہیں کہ مشاجرات کی بعض ثابت روایات کی بھی تاویل کی جائے تاکہ عوام وسوسہ اور شکوک سے محفوظ رہیں اور جو قابل تاویل نہ ہوں تو وہ مردود ہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی کی فضیلت، حسن سیرت اتباع حق نصوص قطعیہ اور اہل حق کے اجماع سے ثابت ہے تو اخبار آحاد خصوصاً متعصب افترا پرداز روافض کی روایات اس کا کیسے مقابلہ کر سکتی ہیں۔ حافظ تقی الدین ابن دقیق العید رح المتوفی ۷۰۲ھ اپنے عقیدہ میں فرماتے ہیں۔

ومانقل فیما شجر بینهم و اختلفو فیه فمنه ما هو باطل وکذب فلا یلتفت الیه

صحابہ کرام رضی کے آپس میں جو اختلافات منقول ہیں ان کا ایک حصہ بالکل باطل اور جھوٹ ہے۔ جو قابل توجہ ہی نہیں اور جو کچھ صحیح ہے اس کی ہم

وما كان صحيحا اولناه تأويلا حسنا لان الثناء عليهم من الله سابق وما نقل من الكلام اللاحق محتمل للتاويل والمشكوك والموهوم لا يبطل المحقق والمعلوم ۔ هذا	بہتر تاویل ہی کریں گے کیونکہ رب تعالیٰ کی جانب سے ان کی تعریف مقدم ہے اور مابعد کا منقول کلام قابل تاویل ہے مشکوک اور موہوم چیز ثابت شدہ اور یقینی چیز کو باطل نہیں کرسکتی۔ یہ عقیدہ محفوظ کرلو۔

اس سلسلے میں محققین علماء امت کی اور بیسیوں تصریحات باب چہارم اور پنجم میں ملاحظہ فرمائیں۔

اہل سنت والجماعت کا صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ عقیدہ

بہرحال ناجی اور حق پرست سواد اعظم مسلمانانِ اہل سنت والجماعت کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ سب صحابہؓ عادل اور ثقہ ہیں۔ کسی مومن کو ان کی عدالت و دیانت پر شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ وہ ہر کام میں مخلص پاکباز اور نیک نیت تھے۔ محض اللہ کی رضا جوئی کے لیے سب کچھ کرتے تھے۔ ان کے کسی اجتماعی یا انفرادی کام میں ہوا نفسانی کو دخل نہ تھا ان کا نزاع و اختلاف بھی محض صدق و اخلاص پر مبنی تھا۔ اس لیے امت کے ہر فرد کے ذمے واجب ہے کہ ان کا تذکرہ صرف بھلائی سے کرے۔ ان کی برائی و بدگوئی کرنا، ان پر طعن و تشنیع و عیب گیری کرنا سب حرام ہے۔ ان پر تنقید و گرفت کرنا یا ان کی خطایا و زلات کا مجموعہ بنا کر عوام کے سامنے پیش کرنا اور اس کی تشہیر کر کے لوگوں کو ان سے بدظن کرنا سب حرام ہے۔

ان کی سیرت و کردار بے داغ اور امت کے لیے مثالی نمونہ تھا۔ تاریخ کی ایسی رطب اور یابس روایات ۔ جن سے ان کی پاکیزہ سیرت پر حرف آتا ہو ۔ کی تردید یا کم از کم تاویل کرنی واجب ہے اور ان کے ظاہر کے موافق عقیدہ رکھنا یا کسی صحابیؓ سے بدظن رہنا حرام ہے۔

ان کے آپس کے جو مشاجرات اور اختلافات مروی ہیں وہ سب خطا اجتہادی کے تحت داخل ہیں اور وہ گناہ نہیں نیز ان کی بخشش یقینی اور قطعی ہے۔

صحابہ کرامؓ سے عقیدت کی عقلی وجہ :۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے حسن عقیدت رکھنا اور ان پر طعن و تنقید سے روکنا واجب ہے

اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطہ عرب میں انہی صحابہ کرامؓ کو کتاب و حکمت کی تعلیم و تربیت دے کر اور تزکیہ نفس کر کے تمام دنیا اور آنے والی نسلوں کے لیے مبلغ تیار کیا اور انہوں نے ہی وحی ربانی اور تعلیمات نبوی کو تمام دنیا میں پھیلایا۔ وہ قرآن و حدیث کی صداقت کے عینی گواہ اور اول راوی ہیں۔ اگر ان کی عدالت مشکوک و غیر معتبر ہو یا ان پر طعن و تشنیع کا دروازہ کھولا جائے تو یقیناً اس کی لپیٹ میں سارا دین اسلام آجائے گا کیونکہ وہ اولین گواہوں اور اصل رواۃ کی مجروحیت کی وجہ سے مجروح اور ناقابل اعتبار ٹھہرے گا۔ ہم اپنی طرف سے یہ وجہ بیان نہیں کرتے محدث جوینیؒ اور دیگر کئی اکابر محدثین نے بیان کیا ہے۔

محدث جلیل حافظ ابوزرعہ رازیؒ المتوفی ۲۶۰ھ نے کیا خوب ہی کہا ہے۔

قال ابوزرعة اذا رأيت الرجل ينتقص احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم انه زنديق وذالك ان الرسول صلى الله عليه وسلم حق والقرآن حق وانما ادى الينا هذا القرآن والسنن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وانما يريدون ان يجرحوا شهودنا ليبطلوا الكتاب والسنة والجرح بهم اولى وهم زنادقة۔	امام ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابیؓ پر تنقید یا تنقیص کرتے دیکھو تو یقین کرلو کہ وہ زندیق اور بد اعتقاد ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قرآن بھی حق ہے اور ہم تک تو قرآن کریم اور سنن نبویہ صحابہ کرامؓ نے پہنچائی ہیں تو یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے گواہوں کو مجروح کردیں تاکہ کتاب و سنت سے اعتماد اٹھ جائے حالانکہ یہ خود جرح کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ زنادقہ اور بے دین ہیں۔ یہ قول بہت سے علماء اصول حدیث نے نقل کیا ہے

(الكفاية في علم الرواية ص۴۹ للخطيب البغدادي
وذكره كثير من اصحاب اصول الحديث)

امام ابوزرعہؒ کی اس بات کی صداقت مندرجہ ذیل عقلی مثالوں سے واضح ہے۔

۱۔ ایک عارف ربانی کامل مرشد کے لاکھوں مریدین ہوں جس نے مدت دراز تک ان کا تزکیہ نفس کر کے ہر قسم کی روحانی امراض اور رذیل خصائل سے ان کو پاک کیا ہو مگر ان لاکھوں میں

نے اپنے خاندان کے دوچار افراد کے سوا سب کو ہی خودغرض دنیا کے حریص اور برائیوں کے دلدادہ تصور کیا جائے تو یہ دراصل عارف ربانی کی سب محنت اور تزکیہ نفس پر پانی پھیرنا اور اسے نااہل ثابت کرنا ہے۔

۲۔ ایک جید عالم اور تدریس میں تجربہ کار معلم نے مدت مدیدہ تک ایک معیاری درسگاہ میں ہزاروں شاگردوں کو کئی علوم پڑھاتے ہوں مگر جب نتیجہ برآمد ہو تو معلم کے چند رشتہ داروں اور متعلقین کے سوا سب فیل اور ناکام ہو جائیں تو اس معلم کا کیا حشر ہوگا۔ قوم کو کیا منہ دکھائے گا۔ طلباء کی ناکامی استاد کی ناکامی ہوگی۔ محکمہ تعلیم معلمین کی فہرست سے اس معلم کا نام خارج کردے گا اور ادارے کی بدنامی اس پر مستزاد ہوگی۔

۳۔ کروڑوں روپے کے شاہی مصارف سے ایک کئی منزلہ بلند اور حسین و منقش عمارت تعمیر کی جائے جسے دنیا کے سب سے بڑے معمار اور انجینئر نے زمانہ طویل میں تعمیر کیا ہو بلکہ تعمیر ہو چکنے کے بعد چند معمار کے رہائشی کمروں کے سوا سب عمارت ہی دھڑام سے نیچے آرہے تو سب مال و محنت کی بربادی کے علاوہ معمار کو تو منہ چھپانے کی جگہ نہ ملے گی۔

۴۔ ریاست کا سب سے عمدہ ہسپتال ہو۔ قابل ترین ڈاکٹر نے لاکھوں مریضوں کا مدت دراز تک معالجہ کیا ہو مگر وہ لاکھوں مریض صحت کا سرٹیفکیٹ لے کر جب فارغ ہوں تو معالج کے چند رشتہ داروں اور دوچار متعلقین کے سوا سب کے سب بدستور بیمار ہوں۔ تو دنیا اس ہسپتال معالجہ اور اس ڈاکٹر کے متعلق کیا رائے قائم کرے گی؟ یہی کہ خودغرض و نالائق تھا حرام تنخواہ لی اور قوم کا مال اور وقت برباد کیا۔

بغض صحابہ کرامؓ کے نتائج :۔

اب ان مثالوں کی روشنی میں دیکھیے کہ خالق انسانیت نے تمام عالم کی ہدایت تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لیے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی معلم اور مزکی و مصلح بنا کر بھیجا۔ انسانیت کی تعمیر و تکمیل آپ کے سپرد کی۔ چنانچہ معلم ہونے کی حیثیت سے آپؐ نے لاکھوں افراد کو کتاب و سنت کی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیا مزکی اور مصلح کی حیثیت سے ان کا تزکیہ نفس کیا معالج ہونے کی حیثیت سے ان کو ہر قسم کی روحانی اور قلبی امراض سے شفایاب

۱ ان امثلہ میں روافض پر تعریض ہے۔

بنایا۔ معمار انسانیت کی حیثیت سے انسانی سوسائٹی کی ایک بہترین عمارت تعمیر فرمائی الغرض اپنے جملہ مناصب کما حقہ ادا کیے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جملہ کارنامے اور صفات عالیہ دنیا اسی وقت تسلیم کرے گی اور آپؐ اپنے مقاصد میں اس وقت دنیا کی نظر میں کامل کامیاب متصور ہوں گے جبکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقدس لشکر آپؐ کی تعلیم و تربیت اور تزکیہ و ہدایت کا پورا مظہر ہوگا اور تقویٰ و اخلاص، عدالت و پاکبازی اور دیانت و امانت میں دوسروں کے لیے کامل نمونہ اور یگانہ روزگار ہوگا۔

لیکن اگر کوئی گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیٹی ایک داماد دو نواسوں اور ان کے تین چار احباب کے سوا سب صحابہ کرامؓ ہی کو معاذاللہ منافق، خودغرض، ظالم اور جاہل تصور کرے تو وہ دراصل حضور علیہ السلام کے ان مناصب عالیہ ۔ معلم، مزکی، مصلح، ہادی اور فائز المرام ۔ کا منکر ہے۔

جو آدمی دو چار حضرات کے سوا سب صحابہ کرامؓ کو مرتد، منافق یا غاصب سمجھتا ہو تو وہ قرآن کریم کی حقانیت و اعجاز اور رسالت محمدی کا کھلا منکر ہے اور اس کا قرآن و رسالت پر دعویٰ ایمان یا تقیہ ہے یا محض ہذیان ہے۔ اسی طرح جو جماعت صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت پر خودغرضی اور ملوکیت کا الزام لگاتی ہے اور ہر قسم کے بھیانک گناہ ان کی طرف منسوب کرنے میں بے باک ہے اور ان کی عیب چینی کرتی اور ان کی برائیاں گنتی رہتی ہے۔ وہ غیر شعوری طور پر آپؐ کی تعلیم و تزکیہ میں کیڑے نکالتی اور راہ ضلالت اختیار کرتی ہے۔ (العیاذ باللہ)

صحابہ کرامؓ کے شخصی مناقب پر ایک نظر :۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت طیبہ اور تزکیہ و تربیت نے حضرات صحابہ کرامؓ میں بارش کی طرح متعدد اثرات اور صفات پیدا کیں۔ چنانچہ شخصی طور پر ایک ایک صحابیؓ کی زندگی پر آپ نگاہ ڈالیں اس میں کوئی نہ کوئی امتیازی وصف آپ ضرور پائیں گے۔ آپؐ کے یار غار و مزار حضرت ابوبکرؓ اگر صدیقین کے امام اور عتیق ہیں تو حضرت عمرؓ عادلوں کے سرتاج اور

فاروق اعظم ہیں حضرت عثمان غنیؓ سب امت سے بڑھ کر سخی، حیادار اور ذوالنورین سے ملقب ہیں تو حضرت علیؓ شجاعت و قضا میں ضرب المثل ہیں۔ حضرت زبیر بن عوامؓ حواری رسولؐ سے مشرف ہیں تو حضرت طلحہؓ آپؐ کے محافظ اور پاسبانی میں ممتاز ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اگر اسلام کے سب سے پہلے تیر انداز، شہسوار اسلام اور فاتح کسریٰ ہیں تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ امانت دار تاجروں میں سے ہو کر آپؐ کے مصاحب خاص ہیں۔ فاتح شام حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ اس امت کے امین سے ملقب ہیں تو عشرہ مبشرہ کی ایک اور شخصیت حضرت سعید بن زیدؓ تقویٰ و عبادت میں عالی مقام ہے۔

حضرت سلمانؓ فارسی، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت مقداد بن اسودؓ کی جنت مشتاق ہے تو حضرت حسنؓ و حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار اور حضرت بلال بن ابی رباحؓ جنت میں چہل قدمی کرنے والے اور موذن رسول ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ اللہ کی ننگی تلوار اور فاتح اسلام ہیں تو فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت زیاد بن ابی سفیانؓ تدبیر و سیاست میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

حضرت ابوالدرداؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ زہاد اور متقیوں کے امام ہیں تو عم رسول حضرت حمزہؓ سید الشہدا ہیں۔ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت خبابؓ بن ارت حضرت صہیب رومیؓ اسلام کی راہ میں اذیتیں اٹھانے والے مشہور ہیں تو حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت ام المومنین عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہم حضرات رواۃ حدیث اور مبلغین صحابہؓ میں صف اول پر ہیں۔

حضرات خلفاء اربعہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ علما و فقہا کے امام ہیں تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ حبر امت اور ترجمان القرآن ہیں۔ عام صحابہ کرامؓ نے تبلیغ اسلام کی خاطر اگر دشت و جبل کی خاک چھانی ہے تو اہل بیت نبوی امہات المومنین ازواج مطہراتؓ نے اپنے گھروں میں درسگاہیں کھول کر دین کے ایک تہائی حصہ کی امت کو تعلیم دی ہے۔ عائشہ صدیقہؓ ثرید کے کھانے کی طرح افضل النسا ہیں تو خدیجہ الکبریٰؓ مخصوص خدمات کی وجہ سے خیر النساء کہلاتی ہیں۔

اگر مہاجرین سبقت الی الایمان اور ہجرت و معیت رسولؐ کی بدولت اللہ تعالیٰ کے قریب ترین بندوں میں سے ہیں تو انصار مدینہؓ بھی نصرت رسالت مآبؐ اور دین کی خاطر بیش بہا قربانیوں کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور لاڈلے صحابہؓ ہیں۔ تین سو تیرہ ۳۱۳ حضرات اصحاب بدرؓ اگر جنت کی بشارت سے سرفراز ہیں تو سات سو شرکاء احد کا دامن بھی عفو و مغفرت خداوندی سے مالا مال ہے۔ جہاں سے حدیبیہ والے ۱۵۰۰ یا ۱۸۰۰ سو صحابہ کرامؓ کو قطعی جنت و مغفرت الٰہی کا پروانہ ملا ہے وہیں سے فتح مکہ میں شریک ہونے والے دس ہزار ۱۰۰۰۰ قدسیوں کو تورات و انجیل کی شہادت ... اللہ اور اہل جنت ہونے کا تمغہ ملا ہے۔

فتح مکہ ... اسلام لانے والے اگرچہ درجے جنت اور رضوان خداوندی کی بشارتوں سے سعادت مند ہیں تو فتح مکہ کے بعد تا وفات نبوی اسلام لانے والوں کے ساتھ "وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى"[1] کا وعدہ فرمایا ہے اور وہ "اِذَا جَاۤءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا"[2] کا مصداق ہیں۔ اگر تیس ہزار یا بروایت دیگر ستر ہزار غزوہ تبوک کے شرکا جنت کے عوض اپنی جانوں اور مالوں کو راہ خدا میں بیچنے والے جہاد کرنے والے شہادت کے لیے بے تاب، توبہ کرنے والے عبادت گزار رب تعالیٰ کے حمد کناں، روزہ دار، رکوع و سجدہ کرنے والے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے، اللہ کی حدود کے محافظ اور جنت کی بشارت سے سرفراز مومن ہیں[3] تو حجۃ الوداع کے موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور ارشادات سے متمتع ہونے والے سوا لاکھ صحابہ کرامؓ بھی اتمام نعمت اور اکمال دین کے شرف سے ممتاز ہیں۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کو نیک اعمال اور نصرت و معیت نبوی کی وجہ سے بار بار نعیم جنت اور رضوان خداوندی کا تمغہ دیا ہے۔ ایسے ہی ان سے صادر ہونے والی چند خطاؤں اور لغزشوں کے متعلق عفو و مغفرت کی بار بار خبر دے کر انہیں معافی کا پروانہ

---

[1] (فتح مکہ سے پہلے کے مومن ہوں یا بعد کے) ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ یعنی رضوان و جنت کا وعدہ فرمایا ہے (حدید ع۱) [2] جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو اور آپؐ لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا دیکھیں۔ الخ نصر پ۳۰۔ [3] ماخوذ از سورۃ توبہ ع ۱۴

دے دیا ہے ؎

اولئك اباءُ فجئنی بمثلهم　　اذا جمعتنا یاجریر المجامع

ان کے کارناموں سے ہمیں کیا نسبت ؟ اور ان کے مراتب عالیہ سے ہمیں کیا واسطہ؟

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب موازنہ کیا ہے۔ ؎

خودکشی شیوہ تمہارا اور وہ غیور و خود دار　　تم اخوت سے گریزاں　وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار　　تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستان بکنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحہ ہستی پہ صداقت ان کی

رضی اللہ عنہم وارضاهم وجمیع متبعیهم الی یوم الدین

واللہ الهادی

باب اول

صحابیت اور عدالت کا مفہوم و مصداق

ان تمہیدی گزارشات کے بعد اب ہم حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت و تزکیہ پر چند ابواب کے تحت قرآن کریم احادیث نبویہ آئمہ احادیث وسیر کے ارشادات اور علماء عقائد کی تصریحات پیش کریں گے اور بعض شبہات کا انشاء اللہ ازالہ بھی کریں گے۔ مگر اس سے پہلے صحابی کی تعریف اور عدالت کا معنی و مصداق سمجھ لینا مناسب ہے۔

صحابیؓ کی تعریف :-

جمہور امت مسلمہ اور محدثین کرامؒ فرماتے ہیں ۔ کہ جس شخص کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی حالت میں ملاقات ہوئی ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوتی ہو اگرچہ وہ العیاذ باللہ درمیان میں مرتد بھی ہو گیا ہو وہ مسلمان صحابیؓ ہے ۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی المتوفی (٩١١ھ) تدریب الراوی شرح تقریب النووی ص ٣٩٦ پر صحابیت کی تعریف میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد یہ فیصلہ دیتے ہیں۔

فالاولی ان یقال من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومات مسلما۔ اما من ارتد فقال العراقی فی دخوله فیهم نظر فقد نص الشافعی وابوحنیفة علی ان الردة محبطة للعمل	صحابیؓ کی سب سے بہتر تعریف یہ ہے۔ کہ جس شخص کی ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی اور اسلام پر فوت ہوا وہ صحابیؓ ہے۔ ہاں جو درمیان میں مرتد ہو گیا تو اس کے متعلق حافظ تقی الدین عراقی کہتے ہیں کہ اس کا صحابہؓ میں داخل ہونا محل نظر ہے۔ کیونکہ

قال والظاهر انها للصحبة السابقة كقرة بن ميسرة والاشعث بن قيس اما من رجع الى الاسلام فی حياته كعبد الله بن ابی سرح فلا مانع من دخوله فی الصحبة وجزم شيخ الاسلام فی هذا والذی قبله ببقاء الصحبة له ۔

امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ارتداد سے عمل ضائع ہو جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ اس قول کا متبادر معنی یہی ہے کہ ارتداد نے سابقہ صحبت کو باطل کیا جیسے قرۃ بن میسرہ اور اشعث بن قیس (کہ وفات نبوی کے بعد مرتد ہوئے تھے) اور جو شخص مرتد ہو کر پھر حضورؐ کی زندگی ہی میں اسلام لے آیا جیسے حضرت عبداللہ بن ابی سرح تو اس کے صحابہ میں شمار ہونے میں کچھ مانع نہیں۔

مگر شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے اس صورت میں اور وفات نبوی کے بعد ارتداد پھر قبول اسلام دونوں صورتوں میں اس کو صحابی کہا ہے۔

چنانچہ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اور علامہ بدر الدین عینی نے بھی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اسی تعریف کو اختیار کیا ہے اور اسے جمہور کا مسلک بتایا ہے پھر لکھتے ہیں

فلو ارتد ثم عاد الى الاسلام لكن لم يره ثانيا فالصحيح انه معدود فی الصحابة لاطباق المحدثين على عد الاشعث بن قيس ونحوه ممن وقع له ۔

پس اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر پھر اسلام لے آیا لیکن پھر حضورؐ کو دیکھ نہ سکا تو صحیح بات یہ ہے کہ وہ صحابہؓ میں شمار ہوگا کیونکہ تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ اشعثؓ بن قیس اور اس جیسے جن لوگوں سے ارتداد ہوا تھا وہ صحابیؓ ہیں

(فتح الباری ج ۷ ص ۳ واللفظ له وعمدۃ القاری ج ۷ ص ۵۸۴)

نیز حافظ ابن حجر الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۸ پر رقم طراز ہیں۔

جس صحیح ترین فیصلہ پر میں پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ صحابیؓ وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام پر فوت ہوا ہو۔ پس ہر وہ شخص صحابیؓ ہوگا جس کو طویل عرصہ آپ کی صحبت نصیب ہوئی ہو یا تھوڑی دیر اور جس نے آپؐ سے حدیث روایت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور جس نے آپؐ کی رفاقت میں جہاد کیا ہو یا

نہ کیا ہو۔ اور وہ بھی جس نے ایک ہی بار آپؐ کو دیکھا ہو اور اسے آپؐ کے پاس بیٹھنا نصیب نہ ہوا ہو۔ اور وہ بھی جو کسی عارضے مثلاً اندھے پن کی وجہ سے آپؐ کو دیکھ نہ سکا ہو" انتہٰی۔

صحابیؓ کی تعریف علماء شیعہ سے:۔

۱۔ شیعہ کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مجلس ثالث صحابیت کی بحث میں لکھتے ہیں۔ "جاننا چاہیئے کہ بنا بر ظاہر ترین اقوال کے صحابی وہ مسلمان ہے جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کی ہو جبکہ ایمان لا چکا ہو اور اسلام پر ہی اس کی وفات ہوئی ہو اگرچہ اس کے ایمان لانے اور اسلام پر وفات میں کبھی ردّت بھی ہوئی ہو۔ ملاقات سے مراد عام ہے۔ پاس بیٹھنا۔ ساتھ چلنا ایک دوسرے کے پاس جانا خواہ آپؐ سے بات نہ کر سکا ہو یا (اندھا ہونے کی وجہ سے) نہ دیکھ سکا ہو۔ پھر احترازی مثالیں دے کر تعداد کے متعلق یہ فرماتے ہیں۔

۲۔ مولف روضۃ الاحباب (شیعہ کی مستند کتاب) نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی معین تعداد معلوم نہیں لیکن بعض سفروں اور جہادوں سے ان کی تعداد معلوم ہوتی ہے جیسے تبوک اور حجۃ الوداع میں۔ تبوک میں ۳۰ ہزار یا ۴۰ ہزار یا ۷۰ ہزار اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے زیادہ صحابہؓ حضور علیہ السلام کے ملازم خاص تھے۔

۳۔ اور خاتم المجتہدین شیخ زین العابدین علی آملی نے اپنی تالیف شرح درایہ اصول حدیث میں نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ ایک لاکھ چودہ ہزار تھے مولف (نور اللہ) یہ کہتا ہے کہ جس نے ۷۰ ہزار یا ایک لاکھ تعداد بتائی ہے اس نے مطلق صحبت کا لحاظ کیا ہے اور جس نے کم بتائی ہے اس نے صحابی کی تعریف میں سابقہ خاص قیود کلیہ یا جزئیہ کا اعتبار کیا ہے۔

صحابہ کرامؓ اسلام و ہجرت میں سبقت۔ حضورؐ کی معیت۔ آپؐ کے ساتھ جہاد میں شرکت۔ آپؐ کے جھنڈے کے نیچے شہادت، آپؐ سے تحصیل معرفت و علم، مشاہدہ و مکالمہ اور آپؐ کے ساتھ رفاقت کے اعتبار سے مختلف درجات کے مالک ہیں اگرچہ شرف صحابیت (اور احترام) میں یکساں ہیں۔ صحابی کی پہچان تواتر سے، مشہوری سے اور

کسی معتبر آدمی کے خبر دینے سے ہو جاتی ہے (بلفظہ مجالس المومنین ج ۱ ص ۱۵۲، ۱۵۳)

۴۔ حافظ معتزلی کا قول ہے کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے طویل عرصہ آپؐ کی صحبت کی ہو اور آپؐ سے روایت بھی کی ہو۔ ایک قول میں سعیدؒ بن المسیب سے دو سال کی صحبت یا ایک دو لڑائیوں میں شرکت منقول ہے۔ امام مالکؒ سے بھی ایک ایسا قول منقول ہے۔ مگر یہ اقوال حافظ تقی الدین عراقی وسیوطی کے بیان کے مطابق ضعیف ہیں۔ صحابی کی تعریف میں غیر معتبر و مرجوح ہیں بالفرض مانے جائیں تو یہ صحبت کاملہ کی تعریف ہیں ورنہ زیر بحث اصطلاحی تعریف کے یہ حضرات منکر نہیں ہیں۔

۵۔ تیرھویں صدی کے شیعہ محقق شیخ عباس قمی صحبت نبوی اور صحابہ کرامؓ کے اوصاف میں فرماتے ہیں "حضورؐ کی محفل اصحاب بردباری، حیا، سچائی اور امانت داری کی مجلس تھی اس میں آواز بلند نہ ہوتی، کسی کو برا نہ کہا جاتا تھا۔ اس محفل کی برائی کہیں نہ کی جاتی تھی۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جاتی تو صحابہ کرامؓ اسے آگے نقل نہیں کرتے تھے"

وہمہ بایکدیگر در مقام عدالت وانصاف واحسان بودند ویکدیگر را بتقوی و پرہیزگاری وصیت مے کردند بایکدیگر در مقام تواضع و شکستگی بودند پیران را توقیر مے کردند و بخرد سالاں رحم مے کردند و غریباں را رعایت میکردند الخ۔ (منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۰)

وہ سب ایک دوسرے کے حق میں عادل پاکباز منصف اور محسن تھے ایک دوسرے کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی وصیت کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ متواضع اور فروتنی سے سلوک کرتے تھے بوڑھوں کی عزت کرتے چھوٹوں پر رحم کرتے اور غریبوں کا لحاظ کرتے تھے۔

بس عدالت صحابہؓ کی یہی تشریح ہے۔ قرآن وسنت کی گواہی ان کے حق میں یہی ہے اور اس پر ہم سب مسلمان اعتقاد رکھتے ہیں اور انکے خلاف کچھ سننا سنانا برداشت نہیں کر سکتے

حافظ خطیب بغدادی قاضی محمد بن طیبؒ سے نقل کرتے ہیں۔

قال لاخلاف بین اھل اللغۃ فی ان القول (صحابی) مشتق من الصحبۃ وانہ لیس بمشتق من قدر منھا مخصوص

اہل لغت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ لفظ صحابی "صُحبۃ" سے مشتق ہے اور اس کی کسی معین مقدار سے مشتق نہیں بلکہ ہر

بل ھو جار علی کل من صحب غیرہ قلیلا کان او کثیرا (کفایہ فی علم الروایہ ص ۵۱)

اس شخص پر بولا جاتا ہے جسے کسی کی تھوڑی یا بہت صحبت نصیب ہوتی ہو (پس حضور علیہ السلام کی تھوڑی یا بہت صحبت پانے والا صحابیؓ ہے۔)

حضرت امام احمدؒ بن حنبل فرماتے ہیں۔

کل من صحبہ سنۃ اوشھرا اویوما او ساعۃ اوراٰہ فھو من اصحابہ لہ من الصحبۃ علی قدر ما صحبہ وکانت سابقتہ معہ ونظر الیہ۔ (کفایہ ص ۵۱)

ہر وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں ایک سال یا ایک مہینہ یا ایک گھڑی صرف آپؐ کی مصاحبت کی ہو یا صرف زیارت کی ہو تو وہ صحابی ہے اس کو اپنی صحبت حضورؐ کے ہمراہ اعمال صالحہ میں سبقت اور زیارت کی مقدار ثواب ملیگا۔

الغرض سب سے اصح اور جامع مانع تعریف یہی ہے کہ جس خوش نصیب کو لمحہ بھر بھی ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوئی ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو وہ صحابی ہے اور صحبت کے تمام فضائل ومناقب علی قدر مراتب اسے حاصل ہوں گے۔

کیا صحابیت کے لیے تمیز وبلوغ شرط ہے؟

کیا صحابی ہونے کے لیے آپؐ کی زیارت کے وقت تمیز وپہچان اور بلوغ بھی شرط ہے یا نہیں؟ تو صحیح یہ ہے کہ تمیز تو شرط ہے چنانچہ جن بچوں کو آپؐ نے شیر خوارگی کے زمانے میں دیکھا یا گھٹی پلائی تو وہ صحابی نہیں (البتہ عام تابعین سے وہ افضل ہیں) ہاں بلوغ شرط نہیں۔ چنانچہ حضرت حسن وحسین، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے صغار حضرات ضرور صحابہ کرامؓ میں داخل ہیں۔

حافظ تقی الدین عراقی "نکت" میں فرماتے ہیں۔

"ابن معین ابوزرعہ ابوحاتم اور ابوداؤد وغیرہم رحمہم اللہ محدثین کے ظاہر کلام سے یہ

معلوم ہوتا ہے کہ صحابیت کے لیے تمیز شرط ہے کیونکہ علمائے محدثینؒ نے ان بچوں پر صحابیت کا حکم نہیں لگایا جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھٹی پلائی یا ان کے چہروں پر ہاتھ لگایا۔ یا ان کے منہ میں لعاب مبارک ڈالا۔ جیسا کہ محمد بن ابی حاطب، عبدالرحمن بن عثمان التیمی اور عبداللہ بن ابی معمر وغیرہ۔"

حافظ عراقیؒ کہتے ہیں کہ صحیح مذہب یہی ہے کہ صحابیت کے لیے بلوغ بھی شرط نہیں ورنہ حضرت حسن حسین، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے وہ حضرات صحابہؓ سے خارج ہو جائیں گے جن کی صحابیت پر تمام امت کا اجماع ہو چکا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ صحابیت کے لیے آپؐ کی زیارت وصحبت کی شرط بھی عالم شہادت میں ہے۔ لہٰذا آپؐ کی زیارت کرنے والے ملائکہ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صحابیت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ (بحوالہ تدریب الراوی ص ۳۹۷)

اسی طرح عام مومنین جو خواب میں آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوں وہ صحابی نہ ہوں گے البتہ آپؐ کی زندگی میں زیارت کرنے والے مومن جنات چونکہ مکلف بالایمان تھے اس لیے وہ صحابہؓ میں شمار ہوں گے۔

صحابیت کا مرتبہ:۔

اس بات پر تمام امت مسلمہ متفق ہے کہ جس شخص کو ایمان واخلاص کی حالت میں عمر بھر میں ایک لمحہ بھی آپؐ کی زیارت وصحبت نصیب ہوگئی وہ نگاہ نبوت کی منور شعاعوں کی بدولت ولایت عظمیٰ کے اس کامل درجے کو پہنچ گیا جہاں بعد میں آنے والا شخص، خواہ کتنا ہی بڑا غوث قطب، عالم، زاہد اور مقبول خداوندی کیوں نہ ہو۔ ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ غالباً ایسے مقام ہی کی طرف عارف رومی نے اشارہ کیا ہے۔ ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء ۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء ۔

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام کی لمحہ بھر کی بابرکت صحبت سے دل کی اتنی صفائی ہو جاتی ہے اور ایمان واخلاص اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ ان کا معمولی سا عمل بھی عام امتی کے سب زندگی کے اعمال حسنہ پر بھاری ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ۔

بخاری ومسلم ج ۲ ص ۲۷۲

میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کی مقدار سونا راہ خدا میں صرف کرے تو اس کو وہ ثواب نہیں ملے گا جو کسی صحابیؓ کو تین پاؤ جو کی مقدار یا اس کا نصف خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ صحابی اور غیر صحابی کے اعمال میں کتنا تفاوت ہے! احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنے والا بھی ثواب کا مستحق تب ہوگا کہ اخلاص وابتغاء لوجہ اللہ سے کرے ورنہ ریاء کی صورت میں وہ کسی ثواب کا مستحق ہی نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری ج ۷ ص ۱۵ پر لکھتے ہیں"۔ جمہور امت محمدیہ کا مسلک یہ ہے کہ فضیلت صحبت کو کوئی بڑے سے بڑا عمل بھی نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کو رخ جمال محمدی کا مشاہدہ ہوا ہے اور جس کو آپؐ کی طرف سے دفاع آپؐ کی طرف ہجرت اور نصرت میں سبقت نصیب ہوئی۔ نیز آپؐ سے منقول شریعت کا حفظ و ضبط اور باقی امت تک اس کا پہنچانا نصیب ہوا تو بلاشبہ یہ قطعی بات ہے کہ بعد میں آنے والا بڑے سے بڑا شخص بھی اس کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ مذکورہ بالا جتنے بھی خصائل اور نیک اعمال ہیں غیر صحابہ میں سے جو بھی ان پر عمل کرے گا تو اس کا ثواب اس صحابی کو ضرور ملے گا جس نے اولاً یہ کام کیے۔

علامہ ابن کثیر دمشقیؒ اپنی شہرہ آفاق تفسیر ج ۴ ص ۲۵ پر لکھتے ہیں۔

ولهم الفضل والسبق والكمال الذی لا یلحقهم فیه احد من هذه الامة رضی الله عنهم وارضاهم

صحابہ کرامؓ کے لیے وہ فضیلت سبقت ایمانی اور کمال اسلام مخصوص ہے جس میں امت کا کوئی آدمی بھی ان کے درجے تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور ان سب کو خوش کر دیا۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ ابراہیم بن سعید جوہریؒ سے نقل کرتے ہیں۔

قال سالت ابا اسامة ایما کان افضل معاویة او عمر

ابراہیم بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسامہؒ (حضرت زید بن علی بن الحسین) سے پوچھا کہ حضرت

بن عبدالعزیز فقال لانعدل باصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم احدا۔

معاویہؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ میں سے افضل کون ہے تو فرمانے لگے کہ ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔

جامع البیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۸۵

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ارشاد الطالبین ص ۳۰ پر فرماتے ہیں۔

واجماع منقول شدہ برآنکہ الصحابۃ کلہم عدول۔ اس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ کہ از تابعین است میگوید الغبار، الذی دخل انف فرس معاویۃ خیر من اویس القرنی وعمر المروانی (ونحوہ فی الناہیہ ص ۱۶)

عبداللہ بن مبارکؒ جو تابعین سے ہیں (یہ تبع تابعی ہیں) کہتے ہیں کہ وہ غبار جو حضورؐ کے ہمراہ جہاد کے وقت حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا تھا وہ حضرت اویس قرنی اور خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے۔

چونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ المتوفی (۱۰۱ھ) نے سابق خلفاء بنی امیہ کے تمام مظالم کا ازالہ کر کے خلافت راشدہ کے طرز پر عدل وانصاف کو رائج کیا۔ ان کے اس اہم کارنامے کی وجہ سے بعض سطحی اذہان آپ کو حضرت معاویہؓ کے ہم پلہ یا آپ سے افضل سمجھنے لگے۔ جب زمانے کے ذمہ دار علماء سے پوچھا جاتا تھا تو وہ مقام صحابیت کی نقاب کشائی کرتے تھے۔ اس قسم کے سوال وجواب اور بزرگوں سے بھی منقول ہیں۔

ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۴ وجمع الفوائد فی مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۹۲ پر حضرت سعیدؓ بن زید سے منقول ہے۔

قال سعید بن زید واللہ لمشہد رجل منہم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغبر فیہ وجہہ خیر من عمل احدکم عمرہ

سعید بن زیدؓ (احد العشرۃ المبشرۃ) فرماتے ہیں بخدا صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو حضورؐ کے ہمراہ کسی غزوہ میں شرکت جس میں وہ غبار آلود ہوا ہو تمہارے عمر بھر کے اعمال حسنہ سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوحؑ (۱۰۰۰ برس) ملی ہو

ولو عمر عمر نوح۔ رواہ ابوداؤد، وابن ماجۃ والترمذی وصححہ (کذا فی شرح فقہ اکبر، ص ۸۲ لملا علی قاریؒ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے۔

اے لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کی ایک گھڑی سب زندگی کے تمہارے اعمال حسنہ سے بہتر ہے۔

(ریاض النضرہ ج ۱ ص ۸)

شرح فقہ اکبر ص ۸۱ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ ارشاد مروی ہے۔" ابن بطہؒ نے صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آپؓ نے فرمایا۔ لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کا لمحہ بھر تمہارے چالیس سال کے اعمال حسنہ سے بہتر ہے۔

افضلیت صحابہؓ پر عقلی دلائل:۔

عقلی طور پر بھی صحابہ کرامؓ کا عام امت سے افضل ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ذرا غور تو کرو حضرات صحابہ کرامؓ کی کس کس خصوصیت کا مقابلہ کرو گے۔

وہ دل کہاں سے لاؤ گے جو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور عشق نبویؐ میں سرشار تھا وہ دماغ کہاں سے برآمد ہو گا جو حضورؐ کے ہمراہ جہاد اور تبلیغ اسلام کی تدابیر سوچتا تھا۔ وہ آنکھیں کہاں سے لاؤ گے جو آفتاب نبوت اور رخ جمال اقدس کا مشاہدہ کرتی تھیں وہ ناک کہاں لاؤ گے جو آپؐ کے پسینہ کے عطر وکستوری سے معطر آشام ہوتا تھا۔ وہ ہاتھ کہاں سے لاؤ گے جو حضورؐ کی معیت میں دشمن پر تلوار چلاتے تھے۔ وہ پاؤں کہاں سے لاؤ گے جو آپؐ کے ہمراہ سفر جہاد میں غبار آلود ہوتے اور جہنم سے آزادی کی خوشخبری پاتے تھے۔ وہ قدم کہاں سے لاؤ گے جو آپؐ کی رفاقت میں قتال فی سبیل اللہ کے لیے اٹھتے تھے۔ وہ جلوہ افروز چہرے کہاں سے پیدا کرو گے جو تاجدار رسالت کے انوار تجلیات کی عکاسی کرتے تھے وہ نورانی سینے کہاں سے درآمد ہوں گے جو عشق محمدی سے لبریز تھے وہ بازو کہاں سے لاؤ گے جن کے ذریعے تلوار چلا کر حضورؐ کے سامنے کفار کی صفیں الٹ دی جاتی تھیں۔ وہ مبارک انگلیاں کن ہاتھوں کو ملیں گی جو کتابت وحی

کرتی اور قمر محمدی کی طرف متیر ہوتی تھیں۔ وہ کان کس کو نصیب ہوں گے جو آپؐ کے ارشادات کے لیے محو استماع رہتے تھے اور آپؐ کی شیریں آواز لحن داؤدی کی طرح دلآویزی کا سماں باندھتی تھی وہ زبان کس منہ میں ہوگی جو آپؐ کی زندگی میں قال اللہ وقال الرسول کا ورد کرتی تھی۔

وہ صبح وشام اور مبارک لمحات کسے نصیب ہوں گے جن میں صحابہ کرامؓ کو رخ جمال انور کا مشاہدہ ہوتا تھا۔ وہ وجود عنصری کہاں سے لاؤ گے جو حضورؐ کے اشاروں پر " مِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ "[1] کا مجسمہ تھا۔ وہ گریہ زاری کی گنگناہٹ کہاں سے آئے گی جو حضورؐ کی صحبت میں یاد خداوندی اور فکر آخرت سے پیدا ہوتی تھی۔ وہ آہ وفغاں اور شب خیزی کے نالے کسے نصیب ہوں گے جو اخیر شب میں " وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ "[2] کا منظر کھینچتے تھے۔ وہ نماز کس سعادت مند کے حصے میں آئے گی جو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں پڑھی جاتی اور " قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ "[3] کی مکمل تصویر تھی۔ وہ روزہ کسے مرزوق ہوگا جس میں حضرات صحابہ کرامؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ کس سخی کو نصیب ہوگا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپیل پر مسجد نبوی کی تعمیر، مسجد قبا کی تاسیس مہاجرین پر انفاق اصحاب صفہ کی ضروریات، جیش عسرۃ کی تیاری اور بیسیوں مختلف دینی کاموں پر کیا جاتا تھا۔ وہ زکوٰۃ کی ادائیگی کس کے مقدر میں نصیب ہوگی جو آپؐ کے مبارک ہاتھوں سے فقراء مدینہ میں تقسیم ہوتی اور تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا[4] کی رو سے صحابہ کرامؓ کی آلودگیوں سے پاکیزگی کا ذریعہ تھی۔ وہ حج مبرور اب کس کے حصے میں آئے گا جو سوا لاکھ کی تعداد میں خدائی لشکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت میں ادا کیا تھا اور تکمیل دین، اتمام نعمت کے شرف کے علاوہ " وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا " کا تمغہ بھی پایا تھا۔

---

[1] ان لوگوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا کچھ اللہ کی راہ میں قربان ہو چکے اور کچھ منتظر ہیں (احزاب ع ۳)۔ [2] تہجد گزاروں میں آپؐ کی آمد و رفت کو خدا دیکھتا ہے (شعراء ع ۱۱)۔

[3] یقیناً وہ مومن کامیاب ہو چکے جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں (مومنون آیت ۱)۔

[4] آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے کر انہیں پاک و صاف کریں اور ان کے لیے دعائے رحمت کریں آپؐ

وہ شہادتین کا اقرار اب کسے نصیب ہوگا جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعتراف کرنے پر دنیا بھر کے مصائب اپنے سر لینے پڑتے تھے۔ وہ جرأت وحمیت اور شجاعت وجانبازی کس کے مقدر میں ہوگی جس کے تصور سے دشمن لرزتے اور صحابہ کرامؓ ان پر مظفر ومنصور ہوتے تھے۔

بقول شاعر ؎

ہر مسلمان رگ باطل کے لیے نشتر تھا — اس کے آئینہ ہستی میں عمل کا جوہر تھا

جو بھروسہ تھا اسے قوت بازو پر تھا — ہے تمہیں موت کا ڈر اسکو خدا کا ڈر تھا

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر

اور تم خوار ہوتے تارک قرآن ہوکر

مذکورہ بالا ان سب امور کا جواب صرف یہی ہے ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرات صحابہ کرامؓ کی عدالت :-

حدیث صحیح کے راوی کے لیے جو اوصاف ضروری ہیں ان میں سے عدالت پہلی شرط ہے۔ تمام علماء اصول حدیث اور محدثین عظامؒ اس پر متفق ہیں کہ ہر راوی بخیر صحابی کی عدالت کے متعلق چھان بین اور بحث کی جائے مگر صحابی کی عدالت میں تفتیش جائز نہیں اور اس کو بلاچون وچرا عادل تسلیم کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور افضل الرسل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عدالت وثقاہت پر براہین قاطعہ کے انبار لگا دیتے ہیں۔

عدالت کا لغوی معنیٰ :-

لغت کی مشہور عام کتاب المنجد ص ۴۹۳ وغیرہ پر ہے " عدل عدالة وعدولة و مَعْدَلَةً ومَعْدِلَةً .. اس نے انصاف کیا اور وہ عادل (سیرت وکردار میں پاکباز) ہے اسکی جمع " عُدُوْل - آتی ہے۔

علامہ جزائری کی توجیہ النظر ص ۲۸ پر ہے۔

یقال عدل عدالة فهو عدل۔ یعنی وہ پسندیدہ اور مقبول الشهادة ہے تو عدالت کے لغوی معنی منصف، پسندیدہ، راست کردار اور مقبول الشہادت کے ہیں۔

عدالت کا اصطلاحی معنیٰ :-

عدالت کی اصطلاحی تعریف میں کئی اقوال ہیں۔

قال بعضهم هی ملکة تمنع من اقتراف الکبائر والاصرار علی الصغائر

وقال الغزالی فی المستصفی العدالة فی الروایة والشهادة عبارة عن استقامة السیرة فی الدین ویرجع حاصلها الی هیئة راسخة فی النفس تحمل علی ملازمة التقوی والمروءة جمیعا حتی تحصل ثقة النفوس بصدقه فلا ثقة بقول من لا یخاف الله تعالی خوفا وازعا عن الکذب ثم لا خلاف فی انه لا تشترط العصمة من جمیع المعاصی ولا یکفی ایضا اجتناب الکبائر بل من الصغائر ما یرد به کسرقة بصلة وتطفیف حبة قصدا۔

(توجیہ النظر ص ۲۸)

وارشاد الفحول للشوکانی ص ۶۹

بعض محدثین کہتے ہیں کہ عدالت اس ملکہ کا نام ہے جو انسان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے روک دے۔

امام غزالیؒ مستصفیٰ میں فرماتے ہیں کہ روایت اور شہادت میں عدالت کا معنیٰ یہ ہے کہ (راوی اور شاہد کو) دین میں استقامت حاصل ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کے نفس میں ایک ایسی پختہ قوت ارادی پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے وہ تقویٰ اور سنجیدگی کو اپنی عادت بنائے حتیٰ کہ لوگوں کو اس کی سچائی پر اعتماد حاصل ہو جائے۔ لہٰذا اس شخص کے قول کا کوئی اعتماد نہیں جس کو خدا کا خوف جھوٹ سے نہیں روکتا۔ نیز اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ عدالت کے لیے تمام گناہوں سے عصمت شرط نہیں اور صرف کبائر سے اجتناب کافی نہیں بلکہ ان صغیرہ خسیس گناہوں سے بھی بچنا لازمی ہے جو رد شہادت کا سبب بنتے ہیں جیسے قصداً پیاز جیسی معمولی چیز چرانا اور دانہ بھر مقدار میں ماپ تول میں کمی کرنا۔

اس عبارت سے دو باتیں واضح ہیں (۱) راوی اور شاہد بایں معنیٰ محدثین کے ہاں عادل ہیں کہ وہ صرف روایت وشہادت میں ہی کذب سے نہ بچتے ہوں بلکہ ان کی شخصی زندگی ظاہراً و باطناً تقویٰ و پرہیزگاری کا آئینہ ہو۔ کبائر کے ارتکاب اور صغائر پر اصرار سے بچتے ہوں۔ جھوٹ سے گریزاں

اور خوف خداوندی سے مغلوب ہوں نیز صغائر خسیسہ سے مجتنب ہوں۔

(۲) عدالت میں مطلقاً گناہوں سے عصمت شرط نہیں۔

جناب عبد الوہاب صاحب (استاذ کلیۃ الشریعۃ ازہر) نے تدریب الراوی ص ۱۰۴ (مطبوعہ المکتبۃ العلمیہ بالمدینۃ المنورہ) کے حاشیہ پر عدالت کے چند معانی اور استعمالات لکھے ہیں ان کو ہم نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

۱۔ جور وظلم کے مقابل عدل وانصاف کا اطلاق ہوتا ہے بایں معنیٰ کہا جاتا ہے۔ سلطان عادل یعنی بادشاہ معاملات میں انصاف کرتا ہے اور حقداروں کو ان کے حقوق پہنچاتا ہے۔

۲۔ فسق ونافرمانی کی ضد جس کی تفسیر تقویٰ اور اطاعت سے کی جاتی ہے۔

۳۔ بمعنی عصمت یعنی بالکل گناہوں سے پاک ہونا جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ملکہ کا حاصل ہونا جو فجور اور عصیان کے ارتکاب سے قطعاً روک سکے۔ انبیاء اور ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام اسی سے متصف ہوتے ہیں۔

۴۔ بغیر کسی خاص ملکہ (اور گارنٹی) کے اللہ تعالیٰ کی خصوصی مہربانی سے گناہ اور خطاء سے محفوظ ہونا۔ اولیاء اللہ اسی سے متصف ہوتے ہیں اور علمائے حدیث نے صحابہ کرامؓ کے لیے اس کا اثبات کیا ہے اور ان (میں سے بعض) کی طرف منسوب خطاؤں کا جواب یہ دیا ہے کہ وہ صحیح (اور ثابت) نہیں اور بعض علماء اہل سنت نے اسی حفظ پر اہل بیت کے حق میں عصمت کا اطلاق کیا ہے (نہ) جیسے شیعہ قطعی طور پر (انبیاء کی طرح) اہل بیتؓ کی عصمت کے قائل ہیں۔

۵۔ فقط خطاء اجتہادی میں محفوظ ہونا جیسا کہ بعض علماء نے مہدی معہود کے بارے میں کہا ہے۔ (۶) روایت اور احادیث کے بیان کرنے میں قصداً جھوٹ سے بچنا اور روایت میں اس غلطی سے بچنا جو اسے مردود کر دیتی ہو نیز ان صحابہ کرامؓ سے گناہ صادر نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض ہو بھی تو ان کی

مرویات کی مقبولیت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا (کیونکہ ان کے فوراً توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتا ہے) چنانچہ ابن الانباریؒ کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ طلب تزکیہ اور عدالت کے اسباب کی چھان بین کیئے بغیر ان کی روایت کو قبول کیا جائے مگر یہ کہ کسی قادح کا ارتکاب ثابت ہو اور یہ ہرگز ثابت نہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ ہم نہایت ہی تتبع اور تلاش سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خلاف واقع بات منسوب کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور وہ اس بات سے بہت زیادہ احتراز کرتے تھے۔ اور علامہ آلوسیؒ (الاجوبۃ العراقیۃ علی الاسئلۃ الایرانیہ) میں کہتے ہیں کہ جو کوئی کسی گناہ میں مبتلا ہوا وہ نورِ صحبت کی برکت کی وجہ سے یقیناً تائب اور عادل ہو کر فوت ہوا اور آلوسی نے اسی معنی کو محدثین کی مراد بتایا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ عدالت کے اس معنی (بالعموم صحابہ کرامؓ کا گناہ اور غلطی سے محفوظ رہنا اور چند مرتکبین کا نورِ صحبت کی وجہ سے تائب اور عادل ہو جانا) میں جس کا تم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے اثبات کیا ہے یہ لازم آتا ہے کہ اس صحابیؓ کی روایت میں توقف کیا جائے جس سے گناہ کا صدور ہوا ہو جب تک کہ اس کی توبہ کا علم نہ ہو جائے اس لیے کہ ہم اس التزام کے بعد یہ کہتے ہیں کہ صحبت بابرکت کی وجہ سے اس کا توبہ کر لینا لازمی ہے اور یہی اکسیر اعظم ہے۔ اس بات کا ذرہ بھر احتمال نہیں کہ اس کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور جھوٹ ہو۔ اس لیے کہ اس کی توبہ کی صحت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ آپ سے سچی خبر نقل کرے یہ دقیق نکتہ غور کرنے کے قابل ہے۔ نیز صحابیت کے مقام اور ادب کی رعایت لازمی ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ رعایت اور آداب کے بہت زیادہ مستحق ہیں انتہیٰ

"الصحابۃ کلھم عدول" کا معنی

تو مذکورہ بالا معانی میں سے کس معنی میں سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں؟ تو ہماری تحقیق یہ

ہے کہ عدالت بمعنی قطعی عصمت اور انفرادی خطاءِ اجتہادی سے معصومیت کے سوا باقی سب معانی میں سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔ کیونکہ وہ جھوٹ ظلم سے پاک معاملات میں منصف اور مستحقین کو ان کے حقوق ادا کرتے تھے۔ نصِ قرآنی کی شہادت سے وہ کفر فسق اور نافرمانی سے گریزاں اور متنفر، پرہیزگاروں اور راشدوں کے سرخیل تھے۔ قطعی عصمت کی گارنٹی نہ ہوتے ہوئے بھی چند نفوس کے سوا تقریباً سب گناہ و عصیان سے محفوظ تھے یعنی ہمارے علم میں ان سے گناہ کا صدور بھی نہیں ہوا اور جن سے یہ لغزش ہوئی وہ یقیناً تائب اور عادل ہو گئے اجتماعی حیثیت سے وہ خطاءِ اجتہادی سے بھی معصوم ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی مسئلہ پر ان سب کا اجماع حجت قطعیہ ہے جس کا منکر کافر ہے۔

چنانچہ علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں۔

ان ما اجمع علیه الصحابة فهو بمنزلة الثابت بالكتاب والسنة فی کونه مقطوعا به حتی یکفر جاحده وهذا اقوی ما یکون من الاجماع۔	جس مسئلہ پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہو وہ قطعی ہونے میں کتاب اللہ اور سنت نبوی سے ثابت مسئلہ کی طرح ہے حتیٰ کہ اس کے منکر کی تکفیر کی جائے گی اور یہ اجماع کی سب سے قوی قسم ہے (اصول سرخسی ج ۱ ص ۳۱۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ بلا استثناء دروغ گوئی خصوصاً کذب فی الروایۃ سے پاک و صاف تھے اور کسی سے بھی کذب کا صدور نہیں ہوا اور بایں معنی عادل ہونا بھی ان کی منقبت کی واضح دلیل ہے۔ لیکن عدالت صحابہؓ کو صرف اس معنی میں منحصر کرنا اور اسے محدثین کی مراد بتانا ناقابل تسلیم اور لائق مناقشہ ہے کیونکہ بعض محدثین نے عدالت کی تفسیر میں جھوٹ سے بچنا لکھا ہے تو اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ ان محدثین کے نزدیک صحابہؓ روایت میں عمداً کذب بیانی کے سوا باقی سب امور اور شعبہ ہائے حیات میں غیر عادل حتیٰ کہ ہر قسم کے کبیرہ گناہوں تک کا ارتکاب کرتے تھے۔ جیسے "صاحب خلافت و ملوکیت"[1] اور ان کے حواریوں کا خیال ہے بلکہ جھوٹ سے بچنے کی تصریح کا مطلب یہ ہے کہ بایں معنی صحابہؓ کی عدالت اتنی قطعی اور اٹل ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی گناہوں سے عصمت کہ اس میں استثناء یا شذوذ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی عالم نے آج تک یہ لکھا ہے کہ صحابہؓ کرام جھوٹ بولتے تھے۔

[1] دیکھیے ضمیمہ کتاب ہذا

بخلاف چند ادرگناہوں کے کہ چند حضرات کی ان سے عصمت کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا چنانچہ اسی خیال کے بزرگ محمد بن بشار (ابن الانباریؒ المتوفی ۳۲۸ ھ) کا یہ قول مشہور ہے۔

ولیس المراد بعدالتهم ثبوت العصمة	عدالت صحابہؓ کا یہ معنی نہیں کہ ان کے لیے مطلقاً گناہوں
لهم واستحالة المعصية عليهم وانما	سے عصمت ثابت ہے اوران سے صدور گناہ محال ہی
المراد قبول رواياتهم من غير تكلف	ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ عدالت وتزکیہ کے اسباب کی چھان
بحث عن اسباب العدالة وطلب التزكية	پھٹک کیے بغیران کی روایات قبول کی جائیں مگر یہ
الا ان يثبت ارتكاب قادح ولم يثبت ذالك	کہ کسی قادح کا ارتکاب ثابت ہو اور ایسا ثابت نہ ہو
ولله الحمد - فنحن على استصحاب	سکا۔ الحمدللہ پس ہم تمام صحابہ کرامؓ کو اسی سیرت و
ما كانوعليه في زمن رسول صلى الله	کردار پر سمجھتے ہیں جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
عليه وسلم حتى يثبت خلافه ولا	وسلم کے عہد مبارک میں عامل تھے تاآنکہ اس کا خلاف
التفات الىٰ ما يذكره اهل السيرة فانه	ثابت ہو (یہ ہرگز ثابت نہیں) اور جو کچھ مورخین نے
لا يصح ومايصح فله تاويل صحيح	(اسکے خلاف) ذکر کیا ہے وہ قابل توجہ ہی نہیں کیونکہ
	صحیح نہیں اور جو کچھ صحیح ہے اس کی صحیح تعبیر وتاویل
(بحوالہ ارشاد الفحول للشوکانی ص ۷۰)	کی گئی ہے۔

ابن الانباریؒ کے اس قول سے چند امور واضح ہیں۔

۱۔ حضرات صحابہ کرامؓ کا ہر فرد انبیاء علیہم السلام کی طرح قطعی معصوم نہیں کہ صدور معصیت محال ہی ہو۔ ہم نے اپنی کتاب میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔

۲۔ تزکیہ وعدالت کی بحث وکرید کیے بغیران کی روایت تسلیم کرنی واجب ہے کیونکہ بالفعل ان سے ایسا کوئی جرم ثابت ہی نہیں جو عدالت میں قادح ہو۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو ان کی سیرت طیبہ تھی ہمارے اعتقاد میں تادم زیست وہی رہی اس کا برعکس ثابت ہی نہیں۔

۴۔ جو کچھ اہل سیر ومورخین نے ان کے کردار کے منافی لکھا ہے وہ غیر صحیح اور باطل ہے۔ اور جتنا کچھ صحیح ہے اس کی بھی صحیح تاویل وتوجیہ کرنی واجب ہے تاکہ عدالت صحابہؓ میں قدح

جرحی نہ ہو۔

عدالت صحابہؓ کی بحث میں یہی کچھ ہم کہہ رہے ہیں کہ وہ انبیاء کی طرح گو معصوم نہیں مگر تاریخی روایات کی آڑ میں ان پر الزامات لگاتے جانا ان کی عدالت کے منافی ضرور ہے تبھی تو علامہ "لَمْ يَثْبُتْ" اور "لَا يَصِحُّ" کے الفاظ بار بار کہہ رہے ہیں۔ دراصل جماعت اسلامی سے مابہ النزاع یہی مسئلہ ہے کہ وہ عام تاریخی اخبار وحکایات پر اعتماد کر کے صحابہ کرامؓ پر جرائم قبیحہ کا الزام لگاتی اور " ليس المراد بعدالتهم ثبوت العصمة واستحالة المعصية عليهم " کی رٹ تو لگاتی ہے مگر اس قول کے آخر ــــ جو ان کے نظریہ اور رویہ کا ابطال کرتا ہے ــــ سے آنکھیں بند کر لیتی ہے۔ کاش وہ دیانتہً سب قول ملاحظہ کر کے اپنے نظریہ سے توبہ کرتی۔ ؏ عیبش ہمہ گفتی ہنرش نیز بگو۔

یہاں ضمناً یہ تنبیہ ضروری ہے کہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہماری تاریخ اور سیرت کے بحر ناپیدا کنار میں ایسا موضوع اور غلط مواد بھی موجود ہے نیز شاذ ونادر اور خلاف عقائد اقوال ونقول کی باطل مذاہب نقل کرنے میں اس قدر بہتات ہے کہ بدعقیدہ شخص باطل ترین نظریہ کی تائید میں کچھ نہ کچھ فراہم کر ہی لیتا ہے۔ اسی تکنیک سے مستشرقین مسلمانوں کے مسلمہ نظریات کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ اسی باطل حربہ سے مرزائی اجراء نبوت اور ختم نبوت کے انکار پر استدلال کرتے ہیں۔ روافض وملاحدہ کا تو خیر مسلک ہی یہی ہے۔ موٴرخانہ بھیس میں تاریخ کو مسخ کرنے والے اور بہتان تراشی میں استاد اول یہی ہیں۔ انہی غلط وشاذ اخبار وحکایات یا بدفہمی سے " رنگیلا رسول " نامی کتاب مرتب کی گئی۔ الغرض قرآن حکیم احادیث صحیحہ اور امت کے مسلمہ عقائد سے صرف نظر کر کے اپنے کسی غلط نظریہ کی تائید میں، قال وذکر فلان اور قیل ونقل پر اعتماد کیا جائے تو اس کی زد سے دین کا کوئی بنیادی عقیدہ نہیں بچ سکتا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تک کی شخصیتیں الزامات سے بری نہیں رہ سکتیں۔ پس نہ ہر نقل معتبر ہے اور نہ ہر قول قابل اعتماد، مگر وہی جو قرآن وسنت اور اجماعی مسلمہ عقائد کے موافق ہو یا کم از کم غیر مخالف۔ ورنہ ؏

اٹھاکر پھینک دو باہر گلی میں   نئی تالیف کے حوالے ہیں گندے

صحابہ کرامؓ کے عیوب میں خس و خاشاک کو جمع کرنے والی جماعت اب خود سوچ لے کہ وہ کس راہ پر گامزن ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی   کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

تعمیم عدالت پر دلائل

ہمارے مدعا — کہ عدالت صحابہؓ صرف روایت عن الرسول ہی منحصر نہیں بلکہ ان کی سیرت کے ہر پہلو میں عام ہے — پر دلائل کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

اولاً۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ	لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان محبوب بنادیا
فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ	اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا اور کفر،
وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ	گناہ، نافرمانی سے تمہیں نفرت دے دی۔

فسوق و عصیان صرف کذب بیانی میں نہیں ہوتا بلکہ زندگی کے جملہ امور میں عام ہے جب رب تعالیٰ نے گناہ اور نافرمانی سے ان کی بیزاری کر دی تو ان کی نزاہت و عدالت کے عموم پر نص صریح ہوئی اور "ہُمُ الرَّاشِدُوْنَ" کے مختصر جملہ نے اس کی تائید کر دی۔

ثانیاً۔ رب تعالیٰ نے کئی مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف "ویزکیھم" ارشاد فرمایا ہے۔ تزکیہ صرف دروغ گوئی سے نہیں ہوتا بلکہ باتفاق مفسرین، جملہ عقائد، اعمال، اخلاق و کردار کی ہر قسم کے رذائل و عیوب سے تطہیر کا نام ہے۔ اسی کو ہم تزکیہ و عدالت سے تعبیر کر رہے ہیں جس کی تعمیم ظاہر ہے۔

ثالثاً۔ محدثین جو عام رواۃ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ عادل ہے تو یہ اس کی پوری سیرت کی پاکیزگی پر شہادت ہوتی ہے کہ وہ کبائر سے مجتنب اور صغائر پر غیر مصر ہے۔ پھر اسی بحث میں وہ صحابہ کرامؓ کے متعلق کہتے ہیں "کلھم عدول" ۔ کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب عادل ہیں تو اب اس عدالت کو تجنب عن الکذب میں مخصوص نہیں کیا جائے گا ورنہ لازم آئے گا کہ غیر صحابیؓ کی عدالت صحابی سے افضل ہو جو باطل نیز مصنفین کے ذمے لازم آتا ہے کہ وہ اس جملہ کی

یہیں تشریح کریں تاکہ عدالت کے سابق متعارف معنیٰ سے امتیاز ہو مگر ایسا کہیں نظر سے نہیں گزرا۔

رابعاً۔ علماء اصول حدیث اور محدثین "کلھم عدول" کی دلیل ذکر کرتے ہوئے یہ جملہ فرماتے ہیں۔ زکیاھم وعدلاھم۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ نے ان کا تزکیہ کیا ہے اور ان کو عادل قرار دیا ہے۔ خدا اور رسول کا یہ تزکیہ و تعدیل صرف کذب سے اجتناب میں نہیں کہ صحابہ دیگر گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہوں۔ بلکہ یہ مجموعی طور پر ان کے اعمال و اخلاق کی عیوب سے طہارت اور آلودگیوں سے اجتناب پر شہادت ہے۔

تو معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک بھی عدالت میں تعمیم ہے۔ مثلاً محدثین کے امام اور مشہور حافظ خطیب بغدادی لکھتے ہیں۔

وجمیع ذالک یقتضی طھارۃ الصحابۃ	یہ تمام آیات صحابہ کرامؓ کی گناہوں سے طہارت،
والقطع علی تعدیلھم ونزاھتھم	عدالت کی قطعیت اور برائیوں سے پاکدامنی پر دلالت
فلا یحتاج احد منھم مع تعدیل	کرتی ہیں پس ان کے باطن سے واقف رب تعالیٰ کی
اللہ لھم المطلع علی بواطنھم	شہادتِ عدالت کے ہوتے ہوئے کسی مخلوق کی تعدیل
الی تعدیل احد من الخلق فھم علی	کی حاجت نہیں وہ اسی طہارت پر سمجھے جائیں گے
ھذہ الصفۃ الا ان یثبت علی احد	تاآنکہ کسی سے ایسے کام کا ارتکاب ثابت ہو جو صرف
ارتکابہ مالا یحتمل الا قصد المعصیۃ	معصیت ہی کے ارادے سے ہو سکتا ہو اور تاویل کی
والخروج من باب التاویل فیحکم	کوئی گنجائش نہ رہے تاکہ عدالت ساقط ہو جائے
بسقوط العدالۃ وقد برأھم اللہ	لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کے ارتکاب سے ان کو
من ذالک ورفع اقدارھم عنہ۔	محفوظ فرمایا ہے اور ان کی شان اس سے برتر
(کفایہ باب فی عدالۃ الصحابہ)	بنائی ہے۔

اس قسم کے کئی اور اقوال آپ باب چہارم میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

بہرحال تزکیہ، نزاہت، قصد معصیۃ سے تبریہ ان کی شان کی گناہوں سے بلندی جیسے واضح الفاظ ہمارے مؤید ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی عدالت عام ہے اور وہ بالعموم سب گناہوں اور معاصی سے محفوظ ہیں۔ ایسی صراحتوں کے باوجود کیا اب بھی محدثین پر یہ اتہام لگایا جائے گا کہ ان

کے نزدیک صحابہؓ تعمد کذب فی الروایہ تک عادل تھے باقی ہر قسم کے کبائر اور معاصی کرتے تھے اور ذنوب ان سے معدوم نہیں ہوئے تھے۔

واضح رہے کہ عادل فی الروایہ ہونا اور غیر معصوم ہونا صحابہؓ کے حق میں کوئی گالی نہیں مگر جماعت اسلامی کی طرف سے اس کا بے جا استعمال کلمۃ حق ارید بہا الباطل کا پورا مصداق ہے کیونکہ وہ اس کی آڑ میں صحابہ کرامؓ پر ہر قسم کے قبیح گناہوں کی الزام تراشی پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ خدانخواستہ وہ تدریجی رفتار سے جب رفض کی آخری منزل طعن علی الشیخینؓ تک پہنچیں گے تو بھی یہی کہیں گے۔ لیس المراد بعد التھم ثبوت العصمۃ لھم الخ اور بزعم خود صادق ہوں گے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا   آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

(۱) تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت اور اہل شہادت ہونے پر ایک عقلی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفر و حضر کے لیل و نہار اور جلوت و خلوت کے تمام اقوال و اعمال اور حرکات گناہ سے مبرا اور امت کے لیے قابل اقتداء تھیں۔ کسی خاص شخص یا جماعت کا ۲۴ گھنٹے اور پھر روزانہ ہمراہ ہونا ضروری نہ تھا کسی نے ایک وقت کچھ سنا دیکھا تو دوسرے کو یہ موقعہ نہ ملا۔ اب اگر عدالت عام اور سب کو شامل نہ ہو تو آپ کے کئی اعمال و اقوال امت تک نہ پہنچیں گے اور سیرت نامکمل رہے گی اس لیے ہر صحابی کو عادل ماننا عقلی تقاضہ ہے۔ (۲) دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ کئی صحابہ کرامؓ دور دراز سے آتے چند روز دین سیکھ کر اپنے قبائل اور قوموں میں تبلیغ کرنے چلے جاتے اور بعد از وفات نبی اکثر صحابہ کرامؓ مفتوحہ ممالک اور نو آبادیات میں بطور مشن چلے گئے۔ ان کی تبلیغی مساعی سے لاکھوں کروڑوں افراد تابعین اور مسلمان بنے۔ اب اگر سب صحابہ کرامؓ کو عادل اور راست کردار و گفتار نہ مانا جائے تو ان لوگوں تک صحیح دین محمدی کیسے پہنچے گا اور وہ کیسے صحیح مسلمان کہلائیں گے؟ دشمنان صحابہؓ اور اعدائے نبوت تو یہی چاہتے ہیں کہ عدالت صحابہؓ کا انکار کر کے منصب نبوت کو اگنور اور مخفی کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ اور آپ کے شاگردوں کے سوا کسی کو مومن و مسلمان نہ جانا جائے تاکہ امامت نبوت سے برتر ثابت ہو، مگر رسالت و ختم نبوت محمدی پر ایمان رکھنے والا یہ کفریہ نظریہ ہرگز نہیں رکھ سکتا۔

اغلاط صحابہ کرامؓ پر ایک تنبیہ:-

تقریباً دو لاکھ صحابہ و صحابیات رضی اللہ عنہم میں سے صرف چند حضرات ایسے ملتے ہیں جن سے جھوٹ کے سوا کوئی نہ کوئی گناہ ہوا چونکہ عدالت و محفوظیت میں قطعی عصمت شرط نہیں لہذا دو چار حضرات سے سب زندگی میں ایک آدھ گناہ کا صدور شعدالت کے منافی ہے اور نہ ہمارے ضابطے کو توڑ سکتا ہے بلکہ یہ گناہ ان میں خوف و خشیۃ کے اس مقام اعلیٰ کی نشان دہی کرتے ہیں جو صرف صحابہ کرامؓ ہی کے لیے مخصوص تھا چنانچہ ان گناہوں پر ایسی توبہ اور انابت الی اللہ نصیب ہوتی کہ تمام دنیا کی توبہ اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی بلکہ گناہ ظاہری نے تو ان کی خشیت من اللہ کے مقام اور خوف خداوندی کے گنجینہ سے ذرا نقاب اٹھا کر دنیا کو دکھا دیا کہ صحابہ کرامؓ بشریت کے لوازمات اور تقاضوں کے باوجود خوف و خشیۃ کے کس مرتبہ عظمیٰ پر فائز تھے۔ سوانح صحابہؓ پر مبسوط کتب میں تساہل سے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکنے والوں کے حالات پڑھیے تو حقیقت عیاں ہو جائے گی۔ کچھ حضرات نے اپنے کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا اور کئی روز تک روتے چلاتے رہے۔ اور تین حضرات کے پچاس دن اسی درد و کرب اور آہ و فغاں میں گزرے۔ غامد قبیلہ کی خاتون حضرت ماعز اسلمیؓ اور حاطب بن ابی بلتعہؓ کی توبہ کا مختصر ذکر آپ باب ہفتم کے آخر میں ملاحظہ کریں گے۔

بہر حال ہم یہ کہتے ہیں کہ مصلحت الٰہی سے بعض عام صحابہؓ سے عمداً تکویناً ان کا صدور کرایا گیا تاکہ حدود و تعزیرات کے سلسلے میں امت کے لیے دور نبوی ہی سے مثالیں مل جائیں جیسا مصلحۃً آپ سے نماز میں چند مرتبہ سہو کا صدور ہوا تاکہ امت کے لیے مسائل میں عملی سنت موجود ہو۔ لہذا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ الخ (میں ضرور بر ضرور ان کی برائیاں معاف کر کے یقیناً ان کو جنت میں داخل کروں گا) کے وعدہ کے علاوہ ان کے غیر مصر علی الذنوب اور مغفور لہم ہونے پر یہ بھی شہادت ربانی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کوئی بیجا حرکت کر بیٹھتے ہیں یا اپنے ہی حق میں کوئی ظلم کر ڈالتے ہیں تو اللہ کو یاد کر لیتے ہیں اور اپنے گناہوں سے معافی طلب کرنے

اِلَّا اللّٰهُ، وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ ۔ (پ۴ - ع۵)

گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو بخشتا ہے۔ اور یہ لوگ اپنے کیے ہوئے پر اصرار نہیں کرتے درآں حالیکہ وہ جان رہے ہوں ایسے لوگوں کی جزا انکے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور (بہشت کے) باغ ہیں۔

اور واضح رہے کہ وہ گناہ جس پر توبہ استغفار کے ذریعے رفع درجات ہوں وہ اس نیکی سے کہیں بڑھ کر ہے جس کے بعد اترانا ہو یا وہ دوسری نیکی کا سبب بنے اور حدیث میں آیا ہے کہ گناہ سے تائب ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔ تو ان کا عاصی بھی غیر عاصی اور عادل ہوا۔

یہ بھی واضح رہے کہ خوارج و معتزلہ کے سوا تمام فرقوں کا عقیدہ ہے کہ بڑے سے بڑا مجرم فاسق بھی اللہ کی مغفرت کے دائرے میں ہے۔ بلا توبہ بھی اور معمولی سی نیکی کے طفیل بھی اللہ تعالیٰ بخش دیتے ہیں اور عاصی کی بشرط اخلاص توبہ پر مغفرت یقینی ہے۔ اب اس کی روشنی میں ہم معترضین فی العدالۃ سے کہتے ہیں کہ جب کلی طور پر بدتر سے بدتر شخص کی مغفرت تمہارے ہاں ممکن ہے تو حواریین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے بارے میں تمہیں خدا سے اتنی بدظنی کیوں ہے؟ رحمت الٰہی کو تم نے کیوں مقفل کر دیا ہے؟ مغفرت الٰہی کے دائرے میں ان کو تسلیم کر کے اپنی زبانیں بند کیوں نہیں کرتے جب خدا نے معاف کر دیا ہے تو تم کیوں معاف نہیں کرتے۔؟ جب خدا ان کی تعریف و توصیف فرماتا ہے تو تم ان کی برائی اور مذمت کر کے کیوں اپنی عاقبت خراب کرتے ہو۔؟

واللہ الہادی۔

باب دوم

قرآن کریم اور عدالتِ صحابہ کرامؓ

قرآن کریم کے اولین مخاطب اور اس امت کا پہلا طبقہ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ اور وہی ارشادات خداوندی کی تعمیل میں ہر موقعہ جان و مال کی قربانیاں دیتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان کی قربانیوں کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ان کو اپنی دائمی رضامندی سے نوازا ہے اور قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ ان کے ایمان، ہجرت، نصرۃ دین، غزوات میں شرکت شہادت انفاق فی سبیل اللہ، شعائر اسلام کی پابندی وغیرہ ہر کام کی علت اپنی رضا جوئی بتائی ہے تاکہ کسی منافق کو حضرات صحابہؓ کرام کی نیت پر حملہ کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ اس لیے ایسی تمام آیات کا احاطہ اور ان کی تفسیر کے لیے تو ضخیم جلد درکار ہے کیونکہ ہم نے تتبع کرتے ہوئے ایک ایک صفحہ سے جب ان آیات کی جستجو کی تو خالص وہ آیات جو عام ضابطہ کے تحت نہیں اور نہ عام امت کو شامل ہیں۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کے ایمان اور اعمال صالحہ کی حکایت میں عبارۃ النص کے طور پر احقر کی نظر سے گزریں ان کی تعداد دو صد سے متجاوز نکلی۔ البتہ بعض آیات بینات پیش کی جاتی ہیں۔

حافظ خطیب بغدادیؒ المتوفی سنہ ۴۶۳ھ نے "الکفایہ فی علوم الروایہ" ص ۴۶ پر عدالت صحابہ کرامؓ پر ایک مستقل باب باندھا ہے اور مندرجہ ذیل آٹھ آیات سے استدلال کیا ہے اولاً ہم انہی کا (بمع تشریح) ذکر کرتے ہیں۔ بعض آیات عبارۃ النص کے طور پر صحابہؓ ہی کے لیے ہیں

اور بعض عموم کی وجہ سے باقی امت کو بھی شامل ہیں۔ اقتضاء النص کے طور پر ان سے استشہاد کیا گیا ہے۔

(۱) کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ (آل عمران ع ۱۲)	مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔ اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ عــه

اس آیت کا شان نزول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ کے مولی (آزاد کردہ غلام) سالمؓ حضرت ابی کعبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں ہے (کذا فی تفسیر طبری ج ۴ ص ۱۳۱)

نیز تفسیر طبری ج ۴ ص ۶۳ پر حضرت عمرؓ بن الخطاب کا یہ مقولہ منقول ہے۔

لو شاء اللّٰہ لقال انتم فکنا کلنا ولکن قال کنتم فی خاصۃ من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔	اگر اللہ چاہتا تو "انتم خیر امۃ" فرماتا تو ہم سب اس کا مصداق ہوتے مگر اللہ تعالیٰ نے کنتم کا صیغہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مخصوص جماعت کے حق میں فرمایا ہے۔

نیز محمد بن جریر طبریؒ المتوفی ۳۱۰ھ نے اپنی تفسیر ج ۴ ص ۳۸ پر "ولتکن منکم امۃ یدعون" آلایۃ کی تفسیر میں اپنی سند سے حضرت ضحاکؒ (حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد) سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جماعت صحابہ کرامؓ ہی کی مخصوص جماعت ہے اور وہی دین اسلام کے خاص راوی ہیں نیز اسی سند سے "کنتم خیر امۃ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس کا مصداق خاص کر صحابہ کرامؓ ہیں کیونکہ وہی دین کے راوی اور داعی الی اللہ ہیں جن کی فرمانبرداری کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آیت کا شان نزول صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے بارے میں ہے، مگر اصول تفسیر کا مشہور قاعدہ ہے "العبرۃ لعموم الالفاظ لا لخصوص المورد"

عــه آیت ۱۹، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۳۰ کا ترجمہ تفسیر ماجدی سے ماخوذ ہے اس باب کی بقیہ سب آیات کا ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری کا ہے۔

کہ تفسیر میں الفاظ کی عمومیت کا اعتبار ہوتا ہے۔ شان نزول کے خاص واقعہ میں اس کو مخصوص نہیں کیا جاتا۔ تو اس قاعدہ کی رو سے سب صحابہ کرامؓ اس آیت کا مصداق ٹھہرے جیسے ضحاکؒ سے تفسیر ابھی گزری۔ شیعہ تفسیر مجمع البیان ج ۱ ص ۴۸۶ میں خطاب کا مصداق ۴ قسم بتایا ہے۔ ۱۔ صرف مہاجرینؓ مراد ہیں از ابن عباسؓ۔ ۲۔ ابن مسعودؓ ابی بن کعبؓ معاذ بن جبلؓ سالمؓ مولیٰ حذیفہ ہیں۔ ۳۔ حضورؐ کے تمام صحابہؓ مراد ہیں از ضحاک۔ ۴۔ خطاب تو صحابہ کرامؓ سے ہے لیکن باقی امت کو بھی شامل ہے۔

بعض مفسرین نے مذکورہ بالا اصول کے تحت جمیع امت کو بشمول صحابہؓ اس آیت کا مخاطب اور مصداق تسلیم کیا ہے۔ یہ ہمارے مدعا کے خلاف ہرگز نہیں۔ کیونکہ عموم الفاظ کے تحت امت کی اس میں شمولیت مسلم ہے بشرطیکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وصف اس میں پایا جائے، کیونکہ یہی وصف "خیریت" کی علت تامہ ہے تو عام امت اور حضرات صحابہؓ کرام کے خیریت میں اشتراک کے باوجود فرق یوں ہوگا کہ صحابہ کرامؓ اولاً اس کے مصداق ہیں اور امت ثانیاً وتبعاً اس کی مصداق ہے نیز صحابہ کرامؓ کا ہر فرد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حیثیت سے خیریت کا مصداق ہے اور امت مجموعی طور پر اس کی مصداق ہے۔ کیونکہ اس کے ہر فرد کا مبلغ ہونا ثابت نہیں۔

رہا یہ کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا ہر ہر فرد مبلغ کیسے ہے؟ تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ دعوت الی اللہ اور اسلام کی نشر واشاعت کے سلسلے میں صحابہ کرامؓ کی بہت بڑی اکثریت مکہ و مدینہ شرفہما اللہ جیسے دینی مرکزوں بلکہ جزیرہ عرب کو چھوڑ کر مختلف ممالک میں منتشر ہوگئی اور حجاز میں بہت کم صحابہؓ رہے اور جو حجاز میں رہے وہ تعلیمی و تبلیغی میدان میں کام کرتے رہے۔ باہر سے آنیوالے حجاج اور زائرین کو دین سکھانا انہی کا نصب العین تھا اور ایک مدت تک حرمین شریفین کا علمی مرکزوں میں شمار ہونا صحابہؓ کی تبلیغی مساعی کا نتیجہ ہے۔ بالفرض اگر کچھ گمنام حضرات کی زبانِ قال سے تبلیغ و تعلیم کا ذکر ہم تک نہ بھی پہنچے تب بھی عقلی طور پر زبان حال سے ان کو مبلغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ماننا ہی پڑے گا۔ جس کی وضاحت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی زیارت کے مسلمان کتنے شوقین ہوتے تھے! اس کا اندازہ تاریخ کے ان بیسیوں واقعات سے ہو سکتا ہے جس میں کسی صحابیؓ کا کہیں فروکش ہونا اور سینکڑوں لوگوں کا زیارت کے لیے ہجوم و تانتا باندھنا

ان کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا اور "ہذا من صحب رسول اللہ" (یہ رسول اللہ کا صحابی ہے) کا ورد کرنا مذکور ہے۔

اگر کسی صحابی سے روایت حدیث کا ذکر نہ بھی ہو تو بھی جن ہزاروں لوگوں نے زندگی بھر میں ان اولیاء اللہ کی زیارت کی ہوگی۔ اللہ کی یاد، عشق نبوی کے ولولے، دربار رسالت کا تذکرہ، ان کے ذہنوں میں منقش ہوا ہوگا کیا یہ سب کچھ تبلیغ لسانی سے کم ہے؟ الغرض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عام اور معمولی فرد بھی ضرور مبلغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ممتثل تھا تو اس آیت سے استدلال یوں ہوا کہ "اللہ تعالیٰ نے ان کو بہتر اور افضل بتایا ہے اس لیے کہ وہ انبیاء علیہم السلام والا فریضہ دعوت وارشاد بجالاتے ہیں جب انبیاء کے لیے عصمت ضروری ہے تو ان کے نائبین اور خلفاء فی التبلیغ کے لیے کم از کم عدالت تو ثابت اور ضروری ہو۔

حافظ ابن عبد البرؒ نے حضرت معاویہ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا "بے شک تم نوے امتوں کو پورا کرنے والے ہو اور تم تمام امتوں سے بہتر ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والے ہو۔" بعض علماء نے کہا ہے کہ کنتم بمعنی انتم (تم اے صحابہ) کے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم اللہ کے علم میں شروع ہی سے بہتر تھے اور یہ بات یقینی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمانا کہ تم سب سے بہتر ہو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فضیلت میں تمام مابعد والوں پر مقدم ہیں

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۴۲)

علامہ ابن عبد البرؒ کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ بعض کتب میں ان کی طرف جو منسوب ہے کہ وہ اکابر امت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کچھ افراد سے افضل جانتے تھے صحیح نہیں۔ وہ بھی سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو امت کے ہر فرد سے افضل جانتے تھے۔

۲۔ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا	اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا تاکہ تم
لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ	(روز قیامت) اور لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر آخر الزماں
الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (بقرۃ ع ۱۷)	تم پر گواہ بنیں۔

علامہ نسفیؒ نے تفسیر مدارک میں ج ۱ ص ۳ ۶ پر وسطا کا معنی خیارا (پسندیدہ) اور

عدول سے کیا ہے۔ خطیب بغدادیؒ کفایہ ص ۴۶ پر اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں "کہ یہ لفظ اگرچہ عام ہے مگر مراد خاص صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ یہ صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے خاص ہے بقیہ امت کو شامل نہیں"، مگر ان کا اس آیت کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں منحصر کرنا محل نظر ہے کیونکہ عموم الفاظ کے پیش نظر یہ ضمناً وتبعاً عام امت کو بھی شامل ہے اگرچہ اصالۃً وسطاً کا مصداق بلا اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔

چنانچہ ابن عبد البرؒ جامع البیان ج ۲ ص ۲۶ پر رقمطراز ہیں

وفی قول اللہ تعالیٰ وکذالك جعلناکم	اللہ تعالیٰ کے فرمان وکذالک جعلناکم میں اس بات
امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی	پر دلیل ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب کسی مسئلہ پر متفق
الناس دلیل علیٰ ان اجماعہم	ہو جائیں تو ان کا اتفاق مخالفین پر حجت ہے
حجۃ علی من خالفہم کما ان	جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام پر حجت
الرسول حجۃ علی جمیعہم	ہیں۔

معلوم ہوا کہ "امۃ وسطا"، کا اولین اور افضل ترین مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حجت اور فیصل ہیں ایسے ہی وہ اپنے مابعد والوں پر حجت اور ان کے راہ نما ہیں۔

۳۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ	اے پیغمبر! جب مومن تم سے درخت کے نیچے بیعت
اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ	کر رہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو صدق وخلوص
مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ	ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کر لیا تو ان
عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا (فتح ع ۳)	پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

علامہ فیض اللہ محسن کاشانی شیعی المتوفی ۱۰۹۳ھ اپنی تفسیر صافی میں لکھتے ہیں۔

آنحضرت فرمودند بدوزخ نزدیک کس ازاں	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان مومنوں سے
مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ	کوئی ایک بھی دوزخ نہ جائے گا جنھوں نے درخت
اند بجہت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشاں فرمودہ	کے نیچے بیعت رضوان کی تھی کیونکہ حق تعالیٰ انکے حق
لقد رضی اللہ عن المومنین الخ بحوالہ آیات بینات	میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے یقیناً راضی ہو چکا۔

جلد اص ۳۲ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی از علامہ محسن الملک مہدی حسنؒ۔

لیجیے اس شیعی روایت نے تو سب نزاع ختم کر دیا اور خلفاء راشدینؓ سے لے کر ادنیٰ درجہ تک کے صحابی سمیت ۔ جنہوں نے بیعت کی تھی سب کو قطعی جنتی بنا دیا اس سے بڑھ کر عدالت کیا ہو سکتی ہے؟ ۔ یہ ۶ھ کا واقعہ ہے جب صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عثمانؓ کی شہادت کی غلط خبر کی بنا پر ۱۵۰۰ صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کی بیعت کی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمانؓ کو زندہ فرض کر کے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر خود بیعت کی تھی تاکہ وہ بھی اس فضیلت میں شریک ہو جائیں ۔ (حیات القلوب)

۴۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ط (توبہ ع ۱۳)

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے پہلے ایمان لائے) مہاجرینؓ میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کے لیے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (اور) وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔

یہ آیت غزوہ تبوک کے سلسلہ آیات میں نازل ہوئی جو سنہ ۹ھ میں ہوا اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی شرکاء غزوہ تبوک کی تعداد کا بھی عام روایات میں تیس ہزار اور بعض روایات میں ستر ہزار کا ذکر ہے۔ "المہاجرین" اور "الانصار" پر الف لام استغراق کا ہے کیونکہ لام تعریف جب صیغہ جمع پر داخل ہو تو استغراق اور شمول کا معنی دیتا ہے۔ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جمیع مہاجرین اور تمام انصار سے راضی ہو چکا اور تمام اس سے راضی ہو گئے یہ تو ان کا دنیوی انجام ہوا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عالی شان جنات تیار کر رکھے ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور یہی سب سے بڑی کامیابی

ہے جس سے وہ سرفراز ہوئے۔

یہ آیت جمیع مہاجرین وانصارؓ کے ایمان، اعمال صالحہ کی قبولیت اور فضیلت و عدالت پر تو نص ہے ہی۔ اس کے علاوہ اس میں تمام مہاجرین و انصارؓ کے متبوع و مقتدا ہونے کی حیثیت بھی بتائی ہے۔ کیونکہ جو لوگ (اصاغر صحابہؓ و تابعینؒ یا بعد میں آنے والی بقیہ امت) اعمال حسنہ میں ان کی پیروی کریں گے اور ان کو اپنا امام و مقتدا اور رہبر تسلیم کریں گے تو وہ بھی جنات النعیم میں ابدیت اور فوز عظیم سے ہمکنار ہوں گے۔

یہ آیت کریمہ تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت و منقبت پر زبردست برہان ہے۔

۵۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (الواقعہ ع ۱)

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہ ہی (خدا کے) مقرب ہیں نعمت کے بہشتوں میں۔

ایمان اور اعمال خیر میں سبقت جیسے عام امت کی بہ نسبت تمام صحابہ کرامؓ کو نصیب ہوئی ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ان کے آپس میں ایک دوسرے سے سبقت ہر صحابی کو ملی ہے۔ آیت ان سب کو شامل ہے۔ علاوہ ازیں ہر صحابی اعمال خیر میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا جیسے کئی واقعات اس قسم کے مشہور ہیں۔

نیز اصول کافی "باب السبق الی الایمان" میں مہاجرین اور انصارؓ کے سابقین الی الایمان ہونے اور سب امت سے افضل ترین ہونے پر امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے جیسے باب ششم میں آپ انشاء اللہ ملاحظہ فرمائیں گے۔

۶۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (انفال ۸)

اے نبی! خدا تم کو اور مومنوں کو جو تمہارے ساتھ ہیں (اور) پیرو ہیں کافی ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف باسلام ہو گئے اور مسلمان کھل کر شعائر اسلام بجالانے لگے تو اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے اس آیت میں ظاہری سبب کے درجے میں اللہ تعالےٰ نے مومنین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معین کار اور کفایت کنندہ بتایا ہے۔

اس آیت کی ایک تفسیر یوں بھی ہے کہ" اے نبی اللہ آپ کو اور آپ کے پیروکار مومنوں کو (نصرت و معیت میں) کافی ہے"۔

اس سے بھی عدالتِ صحابہ کرامؓ ثابت ہوئی کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ یہ حضرات بھی منصور اور مؤید من اللہ تھے۔

۷۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ

(اور فے کا مال) ان مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور) خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور خدا اور اس کے پیغمبرؐ کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔

۸۔ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ خود ان کو احتیاج ہی

سورۃ الحشر

۸۔ ترجمہ: جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ تو بہر مراد پانے والے ہیں۔

سبحان اللہ! یہ دو آیتیں کس طرح مہاجرینؓ کے راہ خدا میں فقر و فاقہ۔ دینی تکالیف مشقت اور اپنے وطن و مال سے جلاوطنی، نیک نیتی اور اخلاص، اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت، نیز ان کی صداقت پر آفتاب نیم روز کی طرح روشنی ڈال رہی ہیں۔ اور انصار مدینہؓ کی اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے تڑپ اور محبت خود محتاج ہونے کے باوجود اپنی ہر چیز میں ان کو ترجیح و ایثار اور فراخ دلی کا مظاہرہ اظہر من الشمس ہے۔

یقیناً کوئی امت اور کوئی قوم بھی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی اور ایثار کی نظیر اور نمونہ پیش نہیں کر سکی اور نہ ہی تا قیامت کوئی پیش کر سکے گی۔ اسی لئے رب تعالےٰ نے ان کو مکمل اور درجہ اول میں کامیاب ہونے کی سند دی۔ نیز حصر والا حملہ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ کامیاب اور ناجی کہلائے جانے کے مستحق گویا صرف یہی حضرات ہیں۔

صاحب الفصول شیعی نے امام باقر رحمۃ اللہ سے روایت کی ہے کہ" آپ کا گزر ایک جماعت پر ہوا جو حضرات ابوبکر، عمر، عثمان (رضی اللہ عنہم) کی عیب جوئی میں مصروف تھے آپ نے ان سے پوچھا کیا تم ان مہاجرینؓ سے ہو جو خدا کے لئے اپنے گھروں سے نکالے گئے اور خدا کے لئے ان کا مال لوٹا گیا اور خدا اور رسول کی مدد کی؟ کہنے لگے کہ نہیں پھر آپ نے پوچھا کیا تم ان لوگوں سے ہو۔ جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے قبل ہی ایمان قبول کر کے ان کے لئے رہائش کا انتظام کر رکھا تھا اور مہاجرینؓ سے محبت رکھتے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں تو امام باقرؒ نے فرمایا۔ کہ تم خود (اپنے اقرار سے) ان دونوں (جماعتوں) سے بیزار ہوئے اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی ہرگز نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے[۵] کہ: جو لوگ ان مہاجرین وانصارؓ کے بعد آئے اور یہ دعا مانگتے ہیں۔ کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دل میں ان ایمان

---

۵ یہ سورہ حشر پ ۲۸ کی اس آیت کا ترجمہ ہے جو مذکورہ بالا دو آیتوں کے بعد متصل ہے ۱۲

والوں (مہاجرین و انصارؓ) کے لئے کینہ نہ رکھ اے ہمارے پروردگار تو ہی بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے۔ (بحوالہ آیات بینات ج ا ص ۲۸)

ان آٹھ آیات کے بعد اپنے ذوق سے کچھ آیات عنوانات کے تحت پیش کی جاتی ہیں گو کوئی آیت جامعیت کی وجہ سے عنوان واحد کے تحت منحصر نہیں۔

صحابیت معیت نبوی قرآن کے آئینہ میں

اصحاب النبی اور من مع النبی مترادف لفظ ہیں نبی کے اصحاب اور مومنین کو کہتے ہیں۔ چونکہ معیت میں۔ رفاقت و نصرت اور ہمنشینی کا زیادہ اظہار پایا جاتا ہے تو بالعموم قرآن نے اصحاب انبیاء کا ذکر خیر اسی لفظ سے فرمایا ہے۔ جیسے شروع مقدمہ میں آیات گذر چکی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

۹۔ قَالَ اَصْحَابُ مُوْسٰی اِنَّا لَمُدْرَکُوْنَ ... فَاَنْجَیْنَا مُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ اَجْمَعِیْنَ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ۔

تو موسیٰ کے صحابی بولے ہم تو پکڑے گئے ...... اور ہم نے موسیٰؑ کو اور جو ان کے ساتھ تھے تو ان سب کو نجات دے دی پھر ہم نے دوسروں کو ڈبو دیا۔

جیسے اصحاب موسیٰ اور من معہ ایک ہی ناجیہ جماعت ہے اسی طرح صحابہؓ رسول اور من معہ ایک ہی ناجی مومنین کی جماعت ہے قرآن کریم انکا تعارف یوں کراتا ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ۔ (فتح ع ۱۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو بھی حقیقتاً ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بھاری ہیں اور آپس میں رحم دل الخ۔

اس آیت کی پوری تشریح آگے آ رہی ہے

۱۰۔ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ (کہف ع ۳۶)

اور ان لوگوں کے ساتھ بسر کرنے کی برداشت کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار سے دعا مانگتے ہیں اور اسی کی رضا کی خواستگاری کرتے ہیں اور اپنی نظر ان سے نہ ہٹاؤ۔

ان آیت میں تو صحابہؓ کی تعظیم بڑھانے والے خدا نے اپنے رسول کو بھی پابند کر دیا کہ وہ نہ خود ان سے جدا ہوں اور نہ ان کو اپنے سے دنیا کی زینت و مفاد کی خاطر علیحدہ کریں بلکہ ان کو حقیر و بے قدر جاننے والے کسی غافل کی بات نہ سنیں۔

۱۱۔ لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ وَاُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (سورۃ توبہ ع ۱۱)

لیکن رسول نے اور ان لوگوں نے جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لئے سب خوبیاں ہیں اور وہی (پوری پوری) فلاح پانے والے ہیں۔

اس آیت میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی قربانیوں کا معًا ذکر ہے۔ اور دونوں کو بھلائی اور کامیابی کے نتیجہ سے شاد باش کر دیا ہے۔

اس کا شان نزول غزوہ تبوک کے سلسلے میں ہے جو ہزاروں (۳۰ ہزار بروایت ۷۰ ہزار) صحابہ کرامؓ کی نجات اور عند اللہ سرخرو ہونے پر روشن دلیل ہے۔

۱۲۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ۔ (سورۃ تحریم)

(اس دن) جس دن خدائے تعالیٰ نبی کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہ کرے گا ان کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں بائیں ہاتھ چلتا ہوگا۔

روز محشر بھی یہ صحابہؓ کی شان ہوئی کہ نبی کے جلو میں ہوں گے رسوائی سے پاک آمنے سامنے دائیں بائیں روشنیوں میں نازنینوں کی طرح گشت کریں گے

۱۳۔ اِنَّ رَبَّکَ یَعْلَمُ اَنَّکَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَنِصْفَہٗ وَثُلُثَہٗ

بے شک تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور جو تمہارے ساتھ ہیں ان میں کا ایک

ؔ ان دس آیات کا ترجمہ مقبول رافضی کا ہے۔

وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ (مزمل)

گروہ رات کی دوتہائی کے قریب اور کبھی کبھی آدھی رات تک اور (کبھی) ایک تہائی رات تک نماز پڑھتے رہتے ہو۔

"میں چپکے چپکے روتا ہوں جب سارا عالم سوتا ہے" کا مصداق تہجد گزار صحابہ کرامؓ کا بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کے ساتھ بطور فخر ذکر کر دیا۔ سورت شعراء کی آیت بھی یہی فیض صحبت بتاتی ہے۔

۱۴۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ يَرَاكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ۔

اور آپ اس زبردست رحمت والے پر بھروسہ کیجئے جو آپ کو رات کو اٹھتے وقت دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں (تہجد گذار صحابہؓ) کے درمیان (بطور نگرانی) گھومتے پھرنے کو دیکھتا ہے۔ (غیر مقبول)

۱۵۔ فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ ھود ع ۱۲

جیسا کہ تم کو حکم دیا گیا ہے اس پر تم خود اور جو تمہارے ساتھ تائب ہوئے ہیں وہ قائم رہو۔

۱۶۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكَافِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ (ملک)

تم کہہ دو کہ آیا تم اسے سمجھے کہ اللہ مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں ان کو ہلاک کرے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا۔؟

اس آیت میں کفار کے بالمقابل مباہلہ کی طرح اپنے ساتھ حضور علیہ السلام نے بحکم خدا صحابہ کرامؓ کو ساتھ رکھا ہے۔ کہ خدا ہماری ہلاکت کا فیصلہ کرے یا رحمت اور نجات کا مژدہ سنائے کافروں کو عذاب الیم سے کوئی نہیں بچا سکتا۔

یہ آیت صحابہ کرامؓ کی عظمت و ایمان پر اہم دلیل ہے۔ اس مفہوم کی یہ آیت بھی ہے۔

۱۷۔ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ۔

پھر اگر وہ تم سے حجت کریں تو کہدو کہ میں نے اور میرے تابعین نے خدا کے سامنے

سورة آل عمران ع ۲ (اطاعت) اپنا سر جھکا دیا ہے۔

معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے مدمقابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور متبع صحابہ کرامؓ کو پیش کر رہے ہیں جو لوگ ایک تفسیری روایت کی آڑ میں اس واقعہ مباہلہ کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور پھر ناکردہ جرم میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ پر برستے ہیں وہ ان آیات کو غور سے دیکھیں اور یقین کریں کہ مباہلہ ہوا نہ تھا اگر ہوتا تو حضور علیہ السلام صحابہ کرامؓ کو ساتھ لے کر حجت قائم کرنے جاتے جیسے بدر و احد میں مشرکین کے سامنے حجت کرنے گئے تھے۔ تفسیری روایت کو صحیح سمجھنے کی صورت میں حضرت فاطمہؓ و حسنینؓ کو دعا مباہلہ میں شریک کرنا تھا تاکہ اپنی بے لوثی صداقت اور فدائیت اور نمایاں ہو ورنہ نفس محاجہ کے لئے نہ ان کی ضرورت تھی اور نہ حسنینؓ صغر سنی کی بنا پر ومن اتبعن کا مصداق ابھی ہوئے تھے۔ (فافہم)

۱۸۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (یوسف ع ۱۲)

تم یہ کہدو یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں (بھی) اور وہ (بھی) جس نے میری پیروی کی ہے بصیرت پر ہیں۔

مشرکین کے بالمقابل یہاں بھی صحابہ کرامؓ متبع رسولؐ ہیں بصیرت و یقین کے ساتھ حضورؐ کے ہمراہ کفار کو دعوت توحید دے رہے ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان پر جلنے والوں سے خدا سمجھے۔

ایمان و یقین کی پختگی اور سیرت و کردار کی پاکیزگی

۱۹۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ

اور جان رکھو کہ تم میں خدا کے پیغمبرؐ ہیں اگر بہت سی باتوں میں تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ لیکن خدا نے تم کو

اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (حجرات ع ۱)

ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں یعنی خدا کے فضل اور احسان سے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والے ہیں حکمت والے

اس آیت کے کچھ مطالب گزر چکے ہیں صحابہ کرامؓ کی صلابت ایمان اور عیوب سے پاکدامنی پر یہ ایک جامع آیت ہے اس سے بڑھ کر عدالت و ثقاہت کا کوئی درجہ نہیں ہو سکتا بالفرض اس کے سوا اور کوئی آیت بھی ان کی عدالت پر شاہد نہ ہوتی تب بھی اس آیت کی رو سے کسی شک و شبہ کی انکی عدالت میں گنجائش نہ تھی۔

۲۰۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (الانفال ع ۱۰)

اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی یہی لوگ سچے مسلمان ہیں ان کے لئے (خدا کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

شیعہ کی معتبر تفسیر مجمع البیان ج ۲ ص ۵۶۱ پر طبرسی لکھتے ہیں۔

ثم عاد سبحانه الى ذكر المهاجرين والانصار ومدحهم والثناء عليهم فقال ، ، والذين امنوا وهاجروا وجاهدوا فى سبيل الله اى صدقوا الله ورسوله وهاجروا من ديارهم واوطانهم من مكة الى المدينة وجاهدوا

پھر اللہ تعالیٰ مہاجرین و انصارؓ کا ذکر طیب اور مدح و ثنا کرتے ہوئے فرماتا ہے " جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ کی تصدیق کی اپنے گھروں اور وطنوں (مکہ) سے مدینہ کو ہجرت کی ان مشقتوں

فى ذلك فى اعلاء دين الله " والذين اووا ونصروا النبى اولئك هم المؤمنون حقا " اى حققوا ايمانهم بالهجرة والنصرة ۔

کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے کفار سے جہاد کیا۔ نیز جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کی یہی لوگ سچے اور پکے مومن ہیں یعنی ہجرت اور نصرت رسولؐ کر کے اپنے ایمان کو سچ کر دکھایا۔

فریق مخالف کے ایک معتبر عالم کی تفسیر اور شہادت سے آیت کا مفہوم واضح ہے ؎ والفضل ما شهدت به الاعداء

۲۱۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (مجادلہ آخری آیت)

جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا و رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں داخل کرے گا ہمیشہ ان میں رہیں گے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش یہی گروہ خدا کا لشکر ہے (اور) سن رکھو کہ خدا ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

یہ آیت کیسے واشگاف طور پر یہ حقیقت بتلا رہی ہے کہ صحابہ کرامؓ وہ خدائی لشکر ہے جن کے دلوں کی تختی پر خود خالق قلوب نے ایمان کندہ کر دیا لہٰذا اس

کے مٹنے ختم ہونے یا دھندلا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ اپنے دین و ایمان میں اتنے پختہ اور خدا و رسول پر اتنے فدا ہیں کہ وہ خدا و رسول کے مخالفوں سے کمال دشمنی رکھتے ہیں گو وہ ان کے قریب اور معزز ترین رشتہ دار کیوں نہ ہوں اللہ نے اپنی خاص نصرت سے ان کی تائید کی ہے یہی وہ اللہ کا گروہ ہے جو اخروی نعما جنت کے علاوہ دنیا کے ہر کام میں بھی سرفراز رہے گا۔

چنانچہ دنیا نے مشاہدہ کر لیا کہ یہ خدائی لشکر کس طرح ربع صدی کے مختصر عرصہ میں روئے زمین پر چھا گیا اور کفر و شرک پوری قوت و استحکام کے ساتھ نبرد آزما ہوتے ہوئے بھی ان کے ہاتھوں پاش پاش ہو گیا۔

شاعر مشرق جواب شکوہ میں انہی کے متعلق کہتا ہے۔ ؎

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟ نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے؟ میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے
تھے تو آبا وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو؟

فضائل و مناقب

۲۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۔

(بینہ پ۳۰)

(اور) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ ابدالآباد ان میں رہیں گے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش یہ (صلہ) اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا رہا۔

یہ آیت اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا صحابہؓ سب خلائق سے افضل ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔

(فتح کی آخری آیت)

محمد خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحمدل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ خدا کے آگے جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کو مضبوط کیا پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی اور لگی کھیتی والوں کو خوش کرنے تاکہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے خدا نے گناہوں کی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے "محمد رسول اللہ" سے آپ کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا پھر دلیل کے طور پر صحابہ کرامؓ کا ذکر کر کے ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق حسنہ بیان فرمائے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس خطۂ عرب میں ـ جو ہر قسم کی گمراہی کا مرکز تھا ـ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی مدت میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا اور اس نے اپنے گرد ہدایت کے پیروکاروں کی ایسی مخلص جماعت اکٹھی کر لی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں کافروں پر بڑے

سخت ہیں مگر آپس میں بہت ہی مہربان اور رحم دل ہیں۔ عبادت کا یہ عالم ہے کہ رب العزت کی نیاز میں تم ان کو پیشانی جھکائے سربسجود دیکھو گے۔ اخلاص کا یہ عالم ہے کہ یہ سب کچھ قربانیاں اخلاق حسنہ کا مظاہرہ اور عبادت میں انہماک۔ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی اور اس کے فضل کی تلاش کے لئے کرتے ہیں۔ نیکی اور ہدایت کے آثار ان کی پیشانیوں پر ہویدا ہیں۔ یہ کوئی گمنام جماعت نہیں بلکہ ان کا یہ ذکر خیر اور اوصاف کاملہ کا بیان ہم نے صدیوں قبل تورات و انجیل جیسی اہم کتابوں میں کر دیا تھا۔ ان کی ترقی اور کامیابی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پودا اپنی کونپل نکالے پھر وہ بڑا ہو جائے اور موٹا ہو جائے تا آنکہ اپنے تنے پر مستقل کھڑا ہو جائے تو کسانوں کو کیا ہی پسند اور پیارا لگتا ہے۔

اسی طرح ہم نے ان کو آہستہ آہستہ مضبوط ترین جماعت بنا دیا تاکہ دشمنان اسلام کفار ان کے مراتب عالیہ کو دیکھ کر جل اٹھیں مگر ان کا جلنا اور غم کھانا بالکل سے ان پر لعن طعن کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ اس قدوسی جماعت سے تو اللہ نے بڑی بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

علامہ قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ کے لئے بیان فرمائی ہے کہ وہ ابتداءً تھوڑے ہوں گے اور پھر بڑھتے بڑھتے زیادہ ہو جائیں گے۔ پس جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی دعوت کی ابتدا کی تو آپ تنہا اور کمزور تھے پھر یکے بعد دیگرے صحابہ کرامؓ آپ کی دعوت پر لبیک کہتے گئے۔ جیسا کہ پودا بیج سے کمزور نکلتا ہے پھر وہ آہستہ آہستہ قوی ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا تنا اور ڈالیاں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ پس یہ ایک اصح ترین مثال اور قوی ترین بیان ہے۔

قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفت انجیل میں یوں مکتوب ہے کہ نبی آخر الزمان ایسی قوم سے ظاہر ہو گا جو

پودے اور کھیتی کی طرح پرورش پائیں گے نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیوں سے روکیں گے ...... آگے فرماتے ہیں کہ زرع تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کونپل اس کے اصحاب ہیں۔ پہلے تھوڑے تھے زیادہ ہو گئے۔ کمزور تھے قوی ہو گئے۔ ضحاکؒ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

"لیغیظ بھم الکفار" میں لام محذوف سے متعلق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ساتھ ایسا اس لئے کیا تاکہ (مآل کار) کافروں کو غم و غصہ دلائے آگے فرماتے ہیں "منھم" میں من تبعیضیہ نہیں ہے کہ بعض صحابہؓ کو مغفرت کے وعدہ سے خارج کر دے بلکہ یہ عامہ اور جنسیہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے **فاجتنبوا الرجس من الاوثان** (اس گندگی سے بچو جو بتوں کی ہے) اس میں تبعیض مراد نہیں ہو سکتا بلکہ جنس کے معنی میں ہے تو اسی طرح منھم میں بھی من جنس کا ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے جنس صحابہؓ سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور جنس قلیل و کثیر سب افراد کو شامل ہوتی ہے) (تفسیر کبیر۔ ابن کثیر۔ مدارک۔ روح المعانی اور دیگر تفاسیر میں یہی توجیہ مذکور ہے)

اس آیت میں ایک اور جواب بھی ہے کہ یہ من کلام کی تاکید کرنے والا ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام صحابہ کرامؓ سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ عربی کا مقولہ ہے " **قطعت من الثوب قمیصا** مراد یہ ہوتی ہے کہ سب کپڑے کو کاٹ کر قمیص بنا ڈالی اس کا شاہد قرآن میں بھی موجود ہے۔ **وننزل من القراٰن ماھو شفاء**۔ یعنی ہم قرآن کو شفا بنا کر نازل کرتے ہیں اس لئے کہ قرآن کے ہر لفظ میں شفا ہے (نہ کہ فقط بعض میں)۔
ملخص تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۹۶۔

احقر مؤلف کے نزدیک سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی من تبعیضیہ مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ "والذین معہ" مبتدا کی خبریں "اشداء علی الکفار" الخ ہیں

اور یہ بے نظیر اخبار و اوصاف خالص مومنین ہی کے ہیں جن پر دوسری نصوص کی رو سے مغفرت اور جنت لازمی ہے۔ نیز منہم کا مرجع بھی بلاشبہ مذکورہ موصوفین ہی ہیں اب اگر من تبعیض کے ذریعے مذکورہ موصوفین کی ایک جماعت کو مغفرت کے وعدہ سے خارج سمجھا جائے تو یہ بداہتًہ باطل ہے۔

آخر ان صفات و کمالات کے متحقق ہو چکنے کے بعد ایمان اور اعمال صالحہ کا کونسا شعبہ الیسا رہ جاتا ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے یہ حضرات وعدۂ مغفرت سے خارج سمجھے جائیں اگر یہاں من تبعیض کی حاجت ہوتی تو اس کا محل معہٗ کے بعد ہوتا یعنی "والذین معہ منہم اشداء علی الکفار" فرمایا جاتا تاکہ معیت کی تقسیم ہو جاتی ظاہرہ اور حقیقیہ۔ مگر جب ان کے ایسے اوصاف کاملہ کی خبر دے کر معیت ظاہرہ کے احتمال کو باطل کر دیا تو اب من تبعیضیہ کے استعمال کا موقعہ ہی کوئی نہ رہا۔

۲۴۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ

توبہ ع ۳

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور خدا کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے خدا کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمتہائے جاودانی ہے (اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے کچھ شک نہیں کہ خدا کے ہاں بڑا صلہ (تیار) ہے

آیت کا مفہوم مستغنی از وضاحت ہے۔

ارتداد سے محفوظیت :-

۲۵۔ وَاذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَ کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَھْتَدُوْنَ ○ (اٰل عمران ع ۱۱)

اور خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا اس طرح خدا تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سناتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ

۲۶۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○

(اٰل عمران ع ۱۷)

اور خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعد از وفات نبوی تین چار حضرات کے سوا سب صحابہ کرامؓ معاذ اللہ مرتد ہو گئے تھے وہ ان آیتوں پر غور تو کریں کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے ان کو دوزخ سے بچانے کی بشارت دی اور اس نعمت عظمیٰ کی یاد دہانی کا حکم دیا۔ پس وہ اگر العیاذ باللہ دین سے پھر گئے۔ یا ان سے ایسے گناہوں کا صدور ہوا جن سے وہ دوزخ یا سزا کے مستحق ہو سکتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے "کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا" کہنے کا کوئی موقعہ ہی نہیں بلکہ معاذ اللہ ایک لغو اور خلاف واقعہ خبر ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے مقام امتنان اور تذکیر نعمت میں کیوں ذکر فرماتے ہیں جب کہ انہیں کچھ فائدہ ہی نہیں ہوا؟ جہنمی کے جہنمی ہی رہے اور "لعلکم تھتدون" کا ترتب بھی برعکس ہوا جب کہ وہ ہدایت سے محروم ہو گئے۔

نیز جب محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ان کا تزکیہ نفس بھی کر دیا اور خدا نے ان مومنوں پر احسان جتلا کر بعثت رسالت

کی خبر دی اور ان کی سابقہ حالت کا یوں ذکر فرمایا" بے شک وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے" اب اگر صحابہؓ کو معاذ اللہ مرتد یا جہنمی مانا جائے تو پھر خدا کے احسان جتلانے کا کیا فائدہ؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تزکیہ کا ذکر بے سود ہوا جب کہ تین چار حضرات کے سوا کسی کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جب وہ اول و آخر گمراہ ہی رہے تو پھر "و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" کہنا ہی لغو ہوا۔

اب دو باتوں میں سے ایک کا ماننا لازمی ہے یا تو سب صحابہ کرامؓ کو کامل الایمان قطعی جنتی اور دوزخ کی آگ سے نجات یافتہ مانا جائے یا معاذ اللہ باری تعالیٰ کے جہل کا اقرار کیا جائے کہ اسے پتہ ہی نہ تھا کہ یہ صحابہؓ بعد میں اہل بیت کی حق تلفی کر کے آگ کے مستحق بن جائیں گے۔ کیونکہ ان کو آگ سے محفوظ ہونے کی خوشخبری دے دی اور صرف زمانہ جاہلیت کی گمراہی کی خبر دی اور اہل بیت کے غصب حقوق کا ذکر نہ کیا۔ پہلی بات پر اہل سنت والجماعت ابد ہم اللہ تعالیٰ ایمان رکھتے ہیں۔ اور دوسری شیعہ حضرات کے نزدیک عین ایمان ہے۔

کاش وہ اپنی معتبر تفسیر مجمع البیان ہی دیکھ لیتے۔ چنانچہ طبرسی لکھتے ہیں۔

قال ابن الجوزاء قرء ابن عباس وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها واعرابی یسمع فقال ما انقذهم منها وهو یرید ان یقحمهم فیها فقال ابن عباس اکتبوها من غیر فقیه

مجمع البیان طبرسی ج ۱ ص ۴۸۳

ابن جوزا کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ آیت پڑھی "کہ تم اے اصحاب محمدؐ آگ کے کنارے پر تھے پس خدا نے تم کو اس سے نجات دی" ایک اعرابی نے سن کر کہا خدا نے اس ارادے سے ان کو دوزخ سے نہیں بچایا کہ پھر ان کو جہنم میں دھکیلیگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ (پیاری بات) لکھ لو اگرچہ غیر فقیہ کی زبان سے نکلی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام المفسرین اور حبر امت حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر وہی ہے جس کے متبع اہل سنت والجماعت ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ جہنم سے آزاد ہیں۔

منصف مزاج شیعہ بھی حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کو حجت سمجھتے ہیں خصوصًا جب کہ ان کی اپنی روایات اور کتب میں منقول ہو۔

خصائل حمیدہ و عواقب محمودہ

۲۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَمَسٰكِنَ طَیِّبَةً فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

(توبہ ع ۹)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کریگا بے شک خدا غالب حکمت والا ہے خدا نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بہشتہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا وعدہ کیا ہے اور خدا کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے یہی بڑی کامیابی ہے۔

۲۸۔ یہ دو آیتیں ہمارے مدعیٰ پر نص قاطع ہیں تفسیر کی محتاج نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

بلاشبہ اللہ نے مومنین سے خرید لیا ہے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس کے عوض میں کہ انہیں جنت ملے گی۔ یہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں سو (کبھی) مار ڈالتے ہیں اور (کبھی) وہ مارے ڈالے جاتے ہیں اس پر (ہماری طرف سے) سچا وعدہ ہے توریت

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہے؟ تم خوشی مناؤ اپنی بیع پر جس کا تم نے سودا کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے (از ماجدی)

۲۹۔ اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

(توبہ ع ۱۴)

(وہ مجاہدین) توبہ کرتے رہنے والے ہیں عبادت کرتے رہنے والے ہیں حمد کرتے رہنے والے ہیں۔ روزہ رکھنے والے ہیں رکوع کرتے رہنے والے ہیں سجدہ کرتے رہنے والے ہیں۔ نیک باتوں کا حکم کرتے رہنے والے ہیں اور بری باتوں سے روکتے رہنے والے ہیں اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے ہیں۔ مومنین کو تو خوشخبری سنا دیجئے۔ (از تفسیر ماجدی)

یہ آیات غزوۂ تبوک کے مجاہدین کی مدح کے سلسلے میں ہیں جن کی تعداد تیس ہزار تو یقیناً تھی اور مہاجرین و انصار کے علاوہ فتح مکہ اور اس کے بعد والے بہت سے نومسلم بھی تھے آیات بالا میں بحیثیت مجموعی ان کے اوصاف طیبہ مذکور ہیں ان اوصاف کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی تک مخصوص نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس پر کوئی دلیل یا قرینہ موجود ہے۔ ان قرآنی شہادت سے صحابہ کرامؓ کے ان اوصاف کا اعتقاد رکھنا اور انہیں نشر کرنا ہی واجب ہے اس کے برعکس صحابہ کرامؓ کی سیرت و کردار میں عیب لگانے والی بالعموم غلط اور موضوع روایات یقیناً قابل سوء ظن ہیں۔ اگر چہ صحیح بھی ہوں تو بھی واجب الرد اور قابل تاویل ہیں کیونکہ بہرحال یہ ظنی ہیں اور نصوص قرآنیہ قطعی ہیں۔ اور ظنیات قطعیات کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (نور ع ۵)

ان گھروں میں صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں (یعنی ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت وہ اس دن سے جب دل (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ جائیں گے۔ اور آنکھیں اوپر کو چڑھ جائیں گی) ڈرتے ہیں تاکہ خدا ان کو ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے اور جس کو چاہتا ہے خدا بے شمار رزق دیتا ہے۔

۳۱۔ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(یہ وہ لوگ ہیں) جو کہتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار ہم یقیناً ایمان لے آئے سو ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا دے۔

۳۲۔ اَلصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۔

(آل عمران ع ۲)

(یہ) صبر کرنے والے ہیں اور راستباز ہیں اور فروتنی کرنے والے ہیں اور خرچ کرنے والے ہیں اور پچھلی رات میں گناہوں سے بخشش چاہنے والے ہیں (ماجدی)

قلم و قرطاس کی شہسواری میں مغرور اور احیاء دین کے واحد ٹھیکیدار حضرات جو اپنے تنقیدی گھوڑے صحابہ کرامؓ کی مقدس سیرتوں پر دوڑاتے رہتے ہیں وہ ان آیات پر غور تو کریں کہ کیا ان کو دنیا کو یہ تاثر دلانا صحیح ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کی پہلی زندگی تو اچھی تھی مگر جب فتوحات کا دروازہ کھلا تو عیش و عشرت میں پڑ گئے۔ کتاب و سنت کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی دنیا کی محبت ان کے دلوں میں بیٹھ گئی

اورخلافت کوانہوں نے ملوکیت میں تبدیل کردیا (محصلہ)

مسلمانانِ فتح مکہ:۔

۳۳۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ
وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ
فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ
بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ
(نصر پ ۳۰)

جب اللہ کی مدد اور فتح آپہنچے اور آ[پ]
لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق درجو[ق]
داخل ہوتے دیکھ لیں تو آپ اپنے پرو[ردگار]
کی تسبیح وتحمید کیجئے اور اس سے استغ[فار]
کیجئے (ماجدی)

اللہ کے دین میں لوگوں کے فوج درفوج داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بہ[ت]
سی جماعتیں اور قبائل داخل اسلام ہوں گے۔ چنانچہ شہر مکہ وشہر طائف اور [علاقہ]
یمن اور قبیلہ ہوازن کے لوگ فتح مکہ کے بعد معًا داخل اسلام ہونے لگے (ماجدی ص۱۲۱۳)
رمضان ۸ھ فتح مکہ کے موقعہ پر اور اس کے بعد اسلام قبول کرنے والوں [کے]
صدق اسلام پر یہ سورت نص صریح ہے اسی کو اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور فتح ا[للہ]
سے تعبیر کررہے ہیں اگر یہ حضرات خوف وطمع سے یا منافقانہ طور پر داخل اس[لام]
ہوں یا علی العموم بعد میں مرتد ہوگئے ہوں تو کبھی اللہ تعالیٰ اس انقلاب کو نصر[ت]
اور دخول فی دین اللہ سے تعبیر نہ کرتے۔

نیز صحابہ کرامؓ نے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجل کی پیشنگوئی سمجھ[ی]
کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد تکمیل پذیر ہوجائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تسبی[ح]
واستغفار کا ورد بتلایا کہ اپنے مشن کی تکمیل ہوچکنے کے بعد آخرت کی تیاری میں لگ
جائیے اب اگر ان لوگوں کو معاذ اللہ منافق یا بعد میں مرتد مانا جائے یا یہ کہہ کر ال[تباس]
کیا جائے "کہ ان کی قلب ماہیت نہیں ہوئی تھی" تو نہ بعثت رسالت کی تکمی[ل]
ہوئی اور نہ استغفار وتسبیح کا کوئی موقعہ ہے۔ فافہم

۳۴۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ
وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ
[فَاُولٰٓ]ئِكَ مِنْكُمْ (الانفال ع ۱۰)

اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور و[طن]
سے ہجرت کرگئے اور تمہارے ساتھ ہو[کر]
جہاد کرتے رہے وہ بھی تمہیں میں سے ہیں۔

یہ آیت مذکورہ آیت (۱۲) کے متصل اور اسی کا تتمہ ہے اس میں فتح مکہ تک ایمان لانے والے۔ ہجرت اور جہاد کرنے والے تو بلا شبہ داخل ہیں لفظ بعد کے عموم کے پیش نظر فتح مکہ کے بعد والے مسلمان بھی داخل ہیں کیونکہ فتح مکہ کے بعد ہجرت الی المدینہ کی گو وہ مشروعیت باقی نہ رہی تاہم قبول ایمان۔ جہاد اور نصرت دین۔ اس کے بعد بھی باقی رہے لہٰذا عموم الفاظ کے پیش نظر فتح مکہ کے بعد والے مومن اور مجاہد بھی اس کا مصداق ہوئے۔ اور اس آیت میں ان کی بڑی منقبت اور ثبوت عدالت ہے۔

شیعی مفسر طبرسی مجمع البیان ج ۲ ص۲۱۲ھ پر لکھتے ہیں۔

"اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے یعنی فتح مکہ کے بعد یہ حسن بصری کا قول ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد ایمان لائے تمہاری ہجرت کے بعد انہوں نے ہجرت کی مگر تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو اے ایمان والو! یہ بھی تم میں سے ہیں۔ یعنی تمہاری مثل اور تمہاری جماعت ہی کے آدمی ہیں ان سے محبت اور دوستی رکھنے وارث بنانے اور مدد کرنے میں ان کا حکم تم جیسا ہی ہے۔ اگرچہ ان کا ایمان اور ہجرت تمہارے بعد ہوئی۔"

۳۵۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ
اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ
اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ
الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ
قَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی۔
(حدید ع ۱)

جس شخص نے تم میں سے فتح مکہ سے پہلے
خرچ کیا اور لڑائی کی وہ (اور جس نے یہ کام
پیچھے کئے وہ) برابر نہیں ان لوگوں کا درجہ
ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے
بعد میں خرچ (اموال) اور (کفار سے)
جہاد کیا اور خدا نے سب سے (ثواب)
نیک (کا) وعدہ تو کیا ہے۔

لا یستوی منکم الخ آیت پر مزید اشکال وجواب ملاحظہ ہو ص ۱۶۵ پر

اس آیت میں فتح مکہ تک ایمان لانے والے اور انفاق وقتال فی سبیل اللہ کرنے

والے اور فتح مکہ کے بعد ان صفات سے موصوف صحابہ کرامؓ کے درمیان فرق مراتب بتایا جارہا ہے۔ کہ انفاق وقتال میں اگرچہ دونوں شریک ہیں مگر دونوں میں ثواب اور مراتب کے لحاظ سے بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ سابق الایمان گروہ کی قربانیاں اور جہاد فی سبیل اللہ۔ افلاس غربت اور کثرت اعداء کے باوجود بہت زیادہ ہیں لہٰذا فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والوں کا رتبہ بعد والوں سے بہت زیادہ ہے۔

اور "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" میں یہ بیان فرمایا کہ دونوں گروہوں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رضامندی اور جنت نعیم کا وعدہ فرمایا ہے تو یہ آیت فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے صحابہ کرامؓ کے مومن، عادل اور قطعی جنتی ہونے پر زبردست دلیل ہے۔

چنانچہ علامہ محمود آلوسیؒ المتوفی ۱۲۶۷ھ تفسیر روح المعانی پ ۲۷ ص ۱۶۲ پر رقمطراز ہیں

وكلا اى كل واحد من الفريقين لا الاولين فقط وعد الله الحسنى المثوبة الحسنى وهى الجنة على ما روى عن مجاهد وقتادة وقيل اعم من ذالك والنصر والغنيمة فى الدنيا

یعنی فریقین میں سے ہر ایک کے ساتھ نہ کہ صرف فتح مکہ سے قبل والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے حسنیٰ سے مراد بہتر بدلہ یعنی جنت ہے جیسے مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے ایک قول یہ ہے کہ آیت عام ہے جنت کے علاوہ دنیا میں فتح وغنیمت کو بھی شامل ہے۔

آگے ایک حدیث٭ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

واقول شاع الاستدلال بهذا الحديث على فضل الصحابة مطلقا بناء على ما قالوا ان

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی رو سے تمام صحابہ کرامؓ کی فضیلت پر استدلال مشہور ہے کہ جمع کی اضافت استغراق (اور ہر فرد

٭ وہ حدیث لاتسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق الخ ہے حدیث کے باب میں ملاحظہ کریں۔

اضافة للجمع تفيد الاستغراق وعليه صاحب الكشف

کو شمول) کا فائدہ دیتی ہے صاحب کشف کا یہی قول ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کرامؓ فتح مکہ سے قبل کے ہوں یا بعد کے۔ ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ہر ایک کو شامل ہے کسی طبقے سے مخصوص نہیں اور صحابہ کرامؓ سب کے سب عادل ہیں (نبراس عدالت صحابہؓ)

لہٰذا شارح مسلم الثبوت (صاحب فواتح الرحموت ج ۲ ص ۴۰۲) کا یہ کہنا۔ کہ اصحاب بدر اور بیعت الرضوان وغیرہم کی عدالت تو قطعی ہے اور کسی مومن کو شک کی گنجائش نہیں۔ ہاں فتح مکہ کے بعد کے مسلمانوں میں اشتباہ ہے کیوں کہ ان میں مؤلفۃ القلوب بھی تھے۔ لہٰذا ہمارے ذمے یہ واجب ہے کہ ان کا ذکر صرف بھلائی سے کریں یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب كُلًّا کہہ کر حق تعالیٰ نے اس احتمال کو باطل کر دیا تو اب توقف کا کوئی معنیٰ نہ رہا۔

آپ نے اولاً تالیف قلوب کے لئے حکمت عملی کے طور پر ان کو کچھ اموال دیئے مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت ان کے دل میں ڈال دی اور وہ کامل الایمان ثابت ہوئے چنانچہ غزوہ حنین غزوہ طائف اور تبوک میں ان کی شرکت ان کے صدق ایمان پر واضح دلیل ہے۔

وفات نبوی کے بعد چند ایسے نومسلموں کا دین سے پھر جانا جنہوں نے اسلام کی پوری تعلیم و تربیت حاصل نہ کی تھی اس بات کی کیسے دلیل ہو سکتی ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لانے والے سب تلوار کے خوف سے اسلام لائے تھے یہ محض بدظنی اور اتہام ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو طلقاء فرمانا ان کی مذمت کے لئے نہ تھا بلکہ ان کا اعزاز اور ایک گونہ مدح تھی کہ تم ہماری سیف انتقام سے آزاد ہوئے یا اسلام کی حاکمیت قبول کر کے کفر و شرک سے آزاد ہو چکے ہو۔

دشمنان صحابہ کا نفاق :-

۳۶۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور

کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۔ (بقرہ ع ۲)

لوگ ایمان لے آئے تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بیوقوف ایمان لے آئے ہیں اسی طرح ہم بھی ایمان لے آئیں؟ سن لو! یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ منافقین جو کافر و مشرک اور خدا و رسول کے دشمن تھے۔ انہوں نے جب مخلص مومنین اور حضرات صحابہ کرامؓ کو سفیہ اور بیوقوف کہا تو اللہ تعالیٰ نے تردید میں ان کو کافر مشرک کہنے کے بجائے یہ جواب دیا۔ کہ ہر شخص کو آئینہ میں اپنی ہی تصویر نظر آتی ہے کے مطابق۔ وہ منافق خود ہی بڑے بیوقوف ہیں۔ اس وجہ سے اپنی بیوقوفی تو سمجھتے نہیں مگر اوروں کو بیوقوف کہتے ہیں۔ اس طرز تخاطب سے واللہ اعلم یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جو گروہ صحابہ کرامؓ کو جیسا سمجھتا ہے خود ہی ویسا ہوتا ہے جو ان کو منافق یا خدا و رسولؐ کا دشمن کہتا ہے وہ خود ہی بڑا منافق اور اللہ و رسول کا دشمن ہے اور جو انہیں اہل بیت نبوی یا سیدنا حضرت علیؓ کا دشمن اور ان کے حقوق کا غاصب سمجھتا ہے وہ خود ہی اہل بیت کا دشمن اور ان کو ایذا پہنچانے والا ہے لیکن ضد اور جہالت کی وجہ سے اس کو اپنی اہلبیت دشمنی اور ایذا رسانی کا علم نہیں ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ حضرات اہل بیت کرامؓ خصوصاً شیعی اصطلاح میں بارہ آئمہ اپنے اپنے شیعوں اور مدعیان محبت سے ہمیشہ شاکی اور بیزار رہے اور ان کی ایذا دہی کا برملا اظہار کرتے رہے۔ ممکن ہے مخالفین صحابہ چیں بجبیں ہو کر اس دعویٰ کو بلا دلیل اور تعصب پر محمول کریں اس لئے ان کے آئمہ کی چند شہادتیں پیش کرتا ہوں گو اس موضوع پر ہم ایک مستقل رسالہ مرتب کرنے والے ہیں (انشاء اللہ)

حضرت علیؓ نے اپنے شیعہ کہلانے والوں کی خوب مذمت کی اور ان کے منافقانہ خصائل کو طشت از بام کیا۔ چنانچہ نہج البلاغہ وغیرہ اس قسم کے طویل و مختصر خطبوں سے بھری پڑی ہیں مثلاً فروع کافی ج ۳ ص کے ایک طویل خطبہ میں ہے۔

لوددت انی لم ارکم ولم اعرفکم معرفۃ واللہ جرت ندما واعقبت ذما قاتلکم اللہ لقد ملأتم قلبی قیحا وشحنتم صدری غیظا۔

مجھے پسند ہے کاش تمہیں نہ دیکھا ہوتا اور تمہیں کچھ بھی نہ پہچانا ہوتا۔ بخدا میں نادم ہوں اور ندامت سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ خدا تمہیں ہلاک کرے تم سے نفرت میں میرا دل لبریز ہو گیا۔ اور میرا سینہ تم نے غصہ سے بھر ڈالا۔

یہ صفات منافقین ہی کی ہو سکتی ہیں مومنین کی ہرگز نہیں ہو سکتیں اصول کافی باب کتمان ج ۲ ص ۲۲۱ پر حضرت زین العابدینؒ فرماتے ہیں۔

وددت واللہ انی افتدیت خصلتین فی الشیعۃ لنا ببعض لحم ساعدی النزق وقلۃ الکتمان

بخدا مجھے پسند ہے کہ اپنی کلائی کا گوشت فدیہ میں دے کر اپنے شیعہ کی ان دو خصلتوں سے خلاصی پاؤں یاوہ گوئی اور گالی گلوچ اور اپنا مذہب چھپانے کی کمی۔

اصول کافی باب قلۃ عدد المومنین ص ۲۴۲ امام جعفر صادقؒ المتوفی ۱۴۸ھ سے مروی ہے۔

یقول لابی بصیر اما واللہ لو انی اجد منکم ثلاثۃ مؤمنین یکتمون حدیثی ما استحللت ان اکتمہم حدیثا

کہ وہ اپنے خاص شیعہ ابو بصیر سے کہتے ہیں تجھے بخدا اگر میں تم میں تین مومن بھی پاتا جو میری بات مخفی رکھتے تو میں ایک بات کو چھپانا بھی جائز نہ سمجھتا۔

حالانکہ امام جعفر کے شیعہ کہلانے والے حسب اعتقاد شیعہ سب سے زیادہ ہزاروں افراد تھے۔

علم رجال میں شیعہ کی معتبر اور قدیم کتاب رجال ابی عمرو الکشی ص پر ہے۔

ما انزل اللہ آیۃ فی المنافقین الا وھی فی من ینتحل التشیع۔

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مذمت میں جو آیت بھی نازل فرمائی ہے وہ یقیناً شیعہ کہلانے والوں پر صادق ہے۔

روافض کے اعتقاد میں آٹھویں امام ابوالحسن رضاؒ المتوفی ۲۰۳ھ فرماتے ہیں اگر میرے شیعوں میں کھرے اور کھوٹے کی تمیز کرو تو سب کو کھوٹا پاؤ دینی لحاظ سے اگر ان کا امتحان لو تو سب کو مرتد پاؤ اگر ان کو سچے اور جھوٹے اعتبار سے چھانٹو تو ہزار میں سے ایک بھی نہ نکلے اگر تم (اچھے برے کی تمیز کے لئے) ان کو چھانو تو ان میں سے کوئی بھی نہ بچے۔ مگر وہی جو میرا خاص ہوگا۔ یہ لوگ مدت سے تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم علیؓ کے شیعہ ہیں حالانکہ علیؓ کے شیعہ صرف وہی ہیں جو آپ کی باتوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ (روضہ کافی ص۲۲۸ طہران بحوالہ احسن الفتاویٰ ص۱۳۸)

معیاریت حق:

۳۷۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ (بقرہ ع ۱۶)

تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں اور نہ مانیں تو وہ (تمہارے) مخالف ہیں۔

یہ آیت صحابہ کرامؓ کے معیار ایمان اور معیار ہدایت ہونے پر نص صریح ہے۔

۳۸۔ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (نساء ع ۱۷)

اور جو شخص سیدھا رستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

اس آیت میں جہنم کی وعید میں مخالفت رسولؐ کے علاوہ سبیل المومنین کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کو شریک کیا گیا ہے چونکہ مومنین کی سب سے پہلی اور افضل جماعت صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ اس لئے اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) رسول اللہ اور صحابہ کرامؓ کا راستہ ایک ہی چیز ہے اور آپ کی اتباع صحابہ کرامؓ کی اتباع ہی میں منحصر ہے اور صحابہؓ کے راستہ کی مخالفت دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی مخالفت ہے اس لئے ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

(۲) شان نزول کے لحاظ سے اگرچہ یہ آیت صحابہؓ کے حق میں ہے مگر عموم الفاظ کے پیش نظر عام امت کے اجماع کی حقانیت پر بھی استدلال مشہور ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر مدارک ج ۱ ص۲۵۷ پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

وهو دليل على ان الاجماع حجة لا تجوز مخالفتها كما لا تجوز مخالفة الكتاب والسنة

یہ آیت (اس بات) پر دلیل ہے کہ اجماع حجت ہے (اس کی) مخالفت جائز نہیں جیسے کتاب وسنت کی مخالفت جائز نہیں۔

قارئین کرام! آیت نمبر ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۴، ۱۶، ۱۷، ۲۰، ۲۱، ۲۹ کو غور سے ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کیسے معیار حق و ہدایت بنایا ہے؟ جن کو دنیا میں محبوب ترین چیز ایمان ہو اور وہ ان کے دل میں راسخ مزین بلکہ دست ایزدی سے لکھا جا چکا ہو۔ وہ ایمان ہجرت جہاد نصرت دین اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ ہر کام میں سچے اور مخلص ہیں اور عمل سے ثابت کر دکھایا ہے۔ جو خدا اور رسول کے مقابلے میں اپنے آباؤ اولاد و برادران اور اپنے خاندان تک کو قتل کر ڈالتے ہوں وہ اللہ کا خاص گروہ ہو اور دارین میں کامیابی سے سرفراز ہو۔

جس گروہ کے ایمان واسلام کو اللہ تعالیٰ دوسروں کے لئے معیار ہدایت اور نمونہ حسنہ بنائے اور حکم دے کہ اگر ان جیسا ایمان لاؤ گے تو ہدایت پاؤ گے اور اگر ایسے ایمان سے اعراض وانکار کرو گے تو کھلے گمراہ ہو گے۔

اور جو لوگ انہیں بیوقوف کہہ کر ان کی اتباع نہ کریں اور طعنے دیں انہیں سب سے بڑا بیوقوف اور احمق بتائے جن لوگوں کا مسلک معیار حق اور طریقہ نبوی کا آئینہ دار ہو اور اس کی مخالفت پر اللہ تعالیٰ جہنم کی وعید سنا چکا ہو کیا ایسی پاکیزہ جماعت کے متعلق کسی مسلمان کو شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ گمراہی پر ہوں

یا و: معاذ اللہ نفاق سے دعویٰ ایمان کرتے ہوں یا وہ حق کا معیار نہ ہوں اور ان کی اتباع کو ذہنی غلامی سے تشبیہ دے کر انکار کیا جائے۔ تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخرا لجبال هدا۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ایمان اور اعمال صالحہ قرآن وحدیث کی عملی مکمل تصویر تھے۔ دوسرے لوگوں کے ایمان اور اعمال کو قرآن وسنت پر پرکھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کے ایمان و اعمال کو ذریعہ اور معیار بنایا جائے اگر ان کے مطابق ہوں تو صحیح سمجھے جائیں ورنہ مخالف اور مردود سمجھے جائیں۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ اس پر نص صریح ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کے عقائد و اعمال خدا ورسول کی شہادت سے قرآن وسنت کے معیار پر صحیح ہیں اور وہ دوسروں کے لئے معیار کا کام دیتے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ قرآن وسنت اصلی معیار حق ہیں اجتماعی وانفرادی طور پر ہر عمل کو ان پر جانچا جائے مگر عملاً مذکورہ بالا معنی میں صحابہ کرامؓ کے معیار حق ہونے کی نفی اس سے لازم نہیں آتی۔

قرآن وحدیث معیار حق ہیں مگر وہ ضوابط حیات ہیں عملاً ناطق نہیں۔ سنت کا جو حصہ عملاً ناطق ہے اس کے ناقل اور راوی بھی صحابہ کرامؓ ہی ہیں عملی زندگی میں قرآن وسنت تک رسائی اور ان کی صحیح اتباع صحابہ کرامؓ کے واسطے سے ہوگی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔

من كان مستنا فليستن بمن قدمات فان الحی لا تؤمن عليه الفتنة اولئك اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم

(مشکوۃ ص ۳۲)

جو شخص صحیح راستے کی پیروی کرنا چاہے تو وہ فوت شدہ بزرگوں کے نقش قدم پر چلے کیونکہ زندہ پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے، ایسے انجام بخیر حضرات حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے صحابہؓ ہیں۔

اگر کوئی شخص صحابہ کرامؓ کے ایمان و اعمال کو نمونہ بنائے بغیر یا ان کی مخالفت

کرکے براہ راست قرآن وسنت پر اپنے آپ کو جانچے گا تو غالباً وہ ٹھوکر کھا کر گمراہ ہی ہوگا جیسے گمراہ فرقوں کی مثالیں سامنے ہیں۔

نیک انجام اور حسن سیرت کا دوام

۳۹۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ

(آل عمران ع ۲۰)

رب نے ان کو منظور کر لیا کہ میں تم میں کسی عمل کرنے والے کے۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔ عمل کو ضائع نہیں ہونے دیتا تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو تو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے شہروں سے نکالے گئے اور (اور بھی) تکلیفیں انہیں میری راہ میں دی گئیں اور وہ لڑے اور مارے گئے ان کی خطائیں ان سے ضرور معاف کردی جائینگی۔ اور میں ضرور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی (یہ) اللہ کے پاس سے ثواب ملے گا اور اللہ ہی کے پاس بہترین ثواب ہے (ماجدی)

۴۰۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔

اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا ایسے لوگ پیدا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔ خدا کی راہ میں جہاد کریں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا

(مائدہ ع ۸) ہے۔ اور اللہ بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے۔

اس آیت میں ایک واقعہ کی پیشنگوئی دی جارہی ہے جو وفات نبوی کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی ایک فتنہ کی صورت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کی وفات حسرت ناک کی خبر سن کر کچھ نومسلم قبائل۔ جنہوں نے نہ پورا فیض صحبت پایا تھا۔ نہ اسلام کی پوری تعلیم و تربیت سے آگاہ تھے۔ اسلام سے مرتد ہو گئے کچھ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ادھر مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی نے یکے بعد دیگرے نبوت کا دعویٰ کیا جس کے نتیجے میں عرب و یمامہ کے کچھ قبائل — بنو اسد طلیحہ کی قوم، بنو فزارہ، بنو غطفان، بنو سُلیم، بنو یربوع، بنو تمیم کے کچھ لوگ، بنو کندہ، بنو بکر۔ خصوصاً عنسی کی قوم بنو مدلج اور مسیلمہ کذاب کی قوم بنو حنیفہ مرتد او رجھوٹے مدعیان نبوت کے پیروکار ہو گئے۔ اور حالات بہت نازک ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے نہایت جرات ایمانی عزم و استقلال اور بے مثال تدبر سے کام لیتے ہوئے تمام مسلمان مہاجرین اور انصارؓ وغیرہم کے ذریعے ان سب فتنوں کا استیصال کیا بہت سے لوگ پھر اسلام لے آئے اور بہت سے قتل ہو گئے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی دین کا محافظ ہے اس لئے وقوع سے قبل ہی اس نے ایک جماعت کی خبر دی۔ کہ یہ لوگ مرتدین سے قتال کریں گے۔ کافروں پر بڑے شدید اور مومنین کے حق میں بہت مہربان ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کریں گے لہذا اللہ کے محبوب بھی ہوں گے اور محب بھی۔

یہ سب صفات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور آپ کے اس لشکر کی ہیں جو مہاجرین و انصار کے علاوہ دیگر ہزاروں مسلمان صحابہ پر مشتمل تھا۔ تو یہ آیت ان کی عدالت پر زبردست دلیل ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وفات نبوی کے بعد بھی یہ صحابہؓ ان صفات سے موصوف تھے جیسے آپ کی حیات طیبہ میں صفات عالیہ سے متصف تھے۔

شیعوں کے معتمد مفسر طبرسی نے مجمع البیان ج ۲ ص ۲۱۰ میں حضرت حسنؒ قتادہؒ اور ضحاکؒ سے۔ جو تفسیر میں منصف شیعہ کے ہاں بھی معتمد ہیں۔ مذکورہ بالا تفسیر نقل کی ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ اور مرتدین کے ساتھ قتال کرنے والے آپ کے ساتھیوں کو اس کا مصداق بتایا ہے۔

آیات مذکورہ کے متعلق معاندین صحابہ کی تاویلات

یہ چالیس آیات اور اس قسم کی بیسیوں اور آیات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کے، ایمان، مصائب میں گرفتاری، ہجرت جہاد نصرت دین صدق و اخلاص عدالت و امانت، عنداللہ مقبولیت رضوان خداوندی اور جنات النعیم کے وعدوں اور بشارتوں پر مشتمل ہیں ان میں سے کسی ایک آیت کو بھی شیعہ حضرات اپنے ظاہری قطعی الدلالت مفہوم میں ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ، مقداد بن اسودؓ، سلمان فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ اور بعض روایات میں حضرت عمار بن یاسرؓ اور حذیفہؓ کے سوا کوئی بھی صحیح مسلمان نہیں رہا باقی معاذاللہ سب مرتد ہو گئے دیکھئے رجال کشی ص ۴، ۵، ۸ (طبع بمبئی) روضہ کافی ص ۲۴۶۔ اصول کافی ج ۲ ص ۲۴۴ طبع ایران۔

بلکہ ارتداد صحابہ والی حدیث کے متواتر ہونے کا مامقانی نے اعتراف کیا ہے چنانچہ تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۱۶ پر لکھتا ہے۔

علی ان اخبارنا قد تواترت بانه ارتد بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم جمیع الناس بنقض البیعة الا ثلاثة او اربعة او خمسة فمن ثبتت فی بنه بعد ذالك رقول له بخلافة علی	علاوہ ازیں ہم شیعوں کی روایات اس بات پر متواتر ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرنے کی وجہ سے تین یا چار یا پانچ صحابہؓ کے سوا باقی سب مرتد ہو گئے۔ اس کے بعد جس

بلا نصل نعده حسن الحال ومن
شككنا في توبته نتصحب
الارتداد العام الى ان يثبت
خلافه اھ

کی توبہ اور حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل
کا اقرار ثابت ہو جائے تو ہم اسے اچھا
جانیں گے۔ ورنہ جس کی توبہ میں ہم کو شک
ہو تو اسے مرتد سمجھیں گے تا آنکہ اس کے
خلاف ثابت ہو جائے۔

اس لئے شیعہ حضرات تحریف قرآن کا اگر صاف اقرار نہ کر سکیں تو ان آیات کی عجیب و غریب تاویلات کرتے ہیں۔

گو ہم دلی طور پر اپنے رسالہ کو ان کے ہفوات اور کفریات سے ملوث نہیں کرنا چاہتے مگر چونکہ عدالت بلکہ صحابہؓ کے ایمان تک کے بھی منکر ہیں تو کچھ نمونے اس لئے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ اصحاب نبی کی دشمنی کے نشہ میں کس حد تک قرآن کی تحریف کرتے اور کتنی غلط و رکیک تاویلات کرتے ہیں کہ ایک مومن بلکہ سلیم الفطرت انسان ان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً دلدار علی "ذوالفقار" میں آیت "والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار" کی تاویل میں کہتا ہے "یہ بات ثابت نہ ہو سکی کہ اس جگہ سبقت سے مراد ہجرت میں سبقت ہے زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ رضامندی کی علت سبقت الی الاسلام یا سبقت الی الموت یا سبقت الی الہجرت میں سے غیر معین طور پر کوئی ایک ہو گی تو یہ مبہم علت استدلال علی المقصود کے لئے مفید نہیں ہو سکتی" ذوالفقار ص۸۵ ط لدھیانہ بحوالہ آیات بینات ص۲۸۵۔

جب بد دماغی اور زیغ قلبی کا یہ عالم ہو کہ ابلیس شاطر بھی انگشت بدنداں رہ جائے تو خاموشی کے ساتھ وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا پر عمل کیا جا[ئے]

بہر حال اصولی طور پر شیعہ حضرات ان تمام آیات کے کئی جواب دیتے ہیں۔

۱۔ صحابہؓ منافق تھے ہر عمل کے لئے اخلاص اور ایمان شرط ہے جب تک ان کا مخلص و مومن ہونا ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک ان آیات سے کسی

صحابی کی عدالت یا فضیلت پر استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

یہ ایک عام جواب ہے جو کہ ہر کہ ومہ رافضی دیتا ہے مجلسی کی طرح دلدار علی نے بھی خلفاء ثلثہؓ کی فضیلت کا انکار اسی طرح کیا ہے۔

جب عناد سے تعصب و نفاق کی کالی عینک لگا کر دیکھا جائے تو شیعہ کو اپنی طرح سب صحابہؓ معاذ اللہ بدنیت اور منافق نظر آئیں گے۔ خدائے علام الغیوب اور علیم بذات الصدور نے ان کے بارے میں جو یہ "اولئك هم المؤمنون حقا[1]، هم الراشدون[2]، هم الصادقون[3]، اولئك حزب الله[4]، يبتغون فضلا من الله ورضوانا[5]" کئی مواقع پر فرمایا ہے یہ سب منافق تھے؟ پھر تو معاذ اللہ خدا نے بھی دروغ گوئی کی حد کر دی یا وہ معاذ اللہ ان کی نیتوں اور بواطن سے بے خبر تھا صدیوں بعد روافض کی سی آئی ڈی نے ان کی بدنیتی کا کھوج لگایا؟ یہ مثل ایسے ہی لوگوں کے لئے وضع کی گئی ہے کہ بے حیا باش و ہر چہ خواہی گو۔

تاویل دوم | یہ آیات سب صحابہؓ کے حق میں نہیں بلکہ صرف حضرت علی اور اہل بیتؓ کے حق میں ہیں یا ان کے علاوہ تین یا پانچ صحابہؓ کے حق میں ہیں جو اخیر تک ولایت امیر پر قائم رہے۔ لفظ اگرچہ عام ہیں مگر مراد خاص افراد ہیں۔ اور قرآن میں عام سے مراد خاص اور خاص سے مراد عام موجود ہے۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں یہی تاویل کی ہے۔

الجواب | اس قول کی لغویت حد بیان سے باہر ہے۔

اولاً اس لئے کہ حضرت علیؓ حضرت حسنینؓ اور حضرت فاطمہؓ یعنی بزعم خود اہلبیتؓ حضرات کو شیعہ فطری و پیدائشی طور پر معصوم مانتے ہیں ان سے گناہ کا صدور بھی ان کے اعتقاد میں نہیں ہوا پھر وہ ان آیات کا کیسے مصداق ہو سکتے ہیں جن میں مومنین

---

[1] یہی لوگ یقیناً سچے مومن ہیں (انفال ع۱) [2] یہی لوگ ہدایت پر ہیں (حجرات ع۱)
[3] یہی لوگ سچے ہیں (حشر ع۱ وغیرہ) [4] یہ اللہ کی جماعت ہے (مائدہ ع۸)
[5] یہ ہر دم میں [illegible] اللہ کی رضامندی چاہتے ہیں (فتح و حشر ع۱)

کی زمانۂ جاہلیت کی اغلاط اور برائیوں کے کفارے اور معافی کا ذکر ہے اور جگہ جگہ ان کے لئے مغفرت اور نجات ثابت کی گئی ہے کیونکہ معصوم تو مغفرت کا اہل اور اس کا محتاج نہیں ہوتا۔

ثانیاً۔ کہ صرف تین یا پانچ صحابہؓ ان آیات کا مصداق ہوں۔ اس کا باطل ہونا بھی واضح ہے کیونکہ جس ہستی کو اللہ تعالٰے نے خاتم الرسل اور امام الانبیا بنایا جسے رحمۃ للعالمین کے لقب سے مشرف فرمایا جس کو نذیراً للعالمین۔ تمام جہانوں کے لئے ڈرانے والا پیغمبر بنایا۔ اور جس کو تمام جن و انس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ جس نبی کو زمان و مکان اور اقوام کی قید سے بالاتر کر کے اللہ رب العزت نے جمیع اقوام عالم اور روئے زمین کے چپہ چپہ کے لئے تا قیامت مبعوث فرمایا کیا عقل سلیم کسی درجہ میں یہ گوارا کر سکتی ہے کہ بلاواسطہ آپ کے ہاتھ پر جو ہدایت یافتہ ہوں وہ صرف آپ کی ایک زوجہ مطہرہ، ایک بیٹی، دو نواسے، ایک داماد اور اس کے دوستوں میں سے تین چار آدمی اور ہوں باقی سب دنیا ہدایت سے کوری رہے؟۔ کیا یہ اسی پیغمبر کی شان ہے جس کی امت قیامت کے دن سب امم کی سردار اور ان پر گواہ ہوگی اور صرف اس کی تعداد باقی سب امم سے دوگنی ہوگی جیسے اصول کافی کتاب فضل القرآن ج ۱ میں بھی تصریح ہے۔

کیا آپ کی بعثت اپنے گھرانے کے سوا صرف تین آدمیوں کی ہدایت کے لئے ہوئی کیا آپ کی نگاہ فیضیاب ۲۳ سال کی مدت میں تین نفر کا ہی تزکیہ نفس کر چکی؟ کیا عمر بھر تبلیغ کرنے کے باوجود آپ ان تین آدمیوں کو ہی حلقۂ دین میں شامل کر سکے؟ کیا آپ کے مکتبہ تدریس سے صرف تین فضلاء ہی مستند ہوئے؟ کیا ان تینوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالٰی نے قرآن حکیم جیسی افضل اور جامع ترین کتاب نازل فرمائی جس کا جگہ جگہ وصف "ہدًی للناس" اور "بیان للناس" ہے کیا آپ تین صحابہ ہی کے لئے ۱۳ سال تک مکہ مکرمہ میں ہر قسم کی مصیبتیں اور مظالم سہتے رہے پھر مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے کیا ان تین آدمیوں کے اسلام قبول کر لینے

عمر بھر

کی وجہ سے کفار اتنے برافروختہ ہو گئے کہ ہر سال مسلمانوں سے جنگ کرتے رہے کیا ان تینوں کا دین بچانے کے لئے آپ نے دانت شہید کرائے طائف میں پتھر کھائے جنگ احد میں چچا کی شہادت کے صدمہ سے دوچار ہوئے۔ اپنے جانثاروں کو قربان کرایا؟ تعجب ہے کہ حضورؐ کی ان بے مثال قربانیوں کا صلہ اللہ تعالٰی نے صرف تین آدمیوں کے قبول اسلام کی صورت میں دیا۔ حضرت علیؓ کو بقول شیعہ آپ نے اپنے وصی اور خلیفہ نامزد کیا۔ تو کیا وہ صرف تینوں پر ہی امیر المؤمنین کے لقب سے خلیفہ بنے؟

العیاذ باللہ اس سے بڑھ کر بھی قرآن اور رسالت نبوی کے انکار کی کوئی صورت ہو سکتی ہے اور کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی پاگل پن متصور ہو سکتا ہے۔

یہ کہنا کہ حیات نبوی میں جو بیسیوں صحابہؓ فوت یا شہید ہوئے ان کو شیعہ مومن کہتے ہیں[1]۔ محض باطل اور تقیۃً دھوکہ ہے کیونکہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ اور آپ کی اولاد کی مزعومہ امامت کو تسلیم کئے بغیر کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا دیکھئے اصول کافی کتاب الحجہ وغیرہ۔ بعثت نبوی کا اہم مقصد یہی ہے

یہ بھی بلاشبہ یقینی بات ہے کہ حیات نبوی میں ان فوت شدگان صحابہؓ میں سے کوئی بھی امامت علی کا قائل و معتقد نہیں تھا۔ پھر اصول شیعیت کی رو سے ان کے ادعاء ایمان کا کیا معنٰی۔؟

تکفیر صحابہ کے نتائج

تعداد صحابہؓ کے اس شیعی اعتقاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھر کی جدوجہد سے تعمیر شدہ اسلام کی عمارت بنیاد سے ہی منہدم ہو جاتی ہے ۲۳ سال کی قربانیوں اور خون پسینہ سے سینچا ہوا اور لہلہاتا ہوا یہ گلشن نبوی دفعۃً خاکستر ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کی صداقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت [illegible] کی حقانیت اور [illegible] باری تعالٰی کے سب ارشادات معاذ اللہ [illegible] ٹھہرتے ہیں اور [illegible] واضح ہے۔

بلکہ اگر ذرا غور و فکر اور دور اندیشی سے سوچا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ۔

[1] یہ قول نہیں [illegible]

اس عقیدہ کی بنیاد ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے انکار پر ہے آخر غور کیجئے کہ صحبت نبوی سے فیض یاب ہونے والے سب صحابہ کرامؓ۔ جو سوا لاکھ سے یقیناً متجاوز ہیں۔ معاذ اللہ ولایت علیؓ جیسے خودساختہ عقیدہ سے اعراض کرنے کی وجہ سے مرتد اور خارج از ایمان ٹھہرتے ہیں۔ اور صرف حضرت ابوذر غفاریؓ۔ مقداد بن اسودؓ۔ سلمان فارسیؓ یا عمار بن یاسرؓ یہ کل چار صحابہؓ ہی مسلمان ٹھہرتے ہیں۔ کیوں؟

اس کی وجہ یہی ہے اور ہر شیعہ اپنے اعتقاد کی رو سے یہی بتائیگا کہ یہ حضرات زمانہ نبوی ہی سے حضرت علی المرتضیٰؓ کے خاص دوستوں میں سے تھے بلکہ حضرت ابوذرؓ وغیرہ کو تو قبول اسلام کے لئے حضرت علیؓ ہی حضور کی خدمت میں لے گئے تھے۔ تو یہ حضرت علیؓ کی نگاہِ فیض اور صحبت و رفاقت کا اثر تھا کہ آپ کے یہ تین چار احباب اور اصحاب ایمان پر ثابت قدم رہے باقی سب معاذ اللہ مرتد ہو گئے۔

تو کیا یہ نتیجہ واضح نہیں کہ مجرد صحبت نبوی سے فیض یافتہ اور حضور علیہ السلام کا دوست ایک بھی مومن نہ رہا مگر حضرت علیؓ کے چاروں دوست اور احباب ایمان پر ثابت قدم رہے۔ کیا یہ حضورؐ کی نبوت اور ہادیت کا واضح انکار اور حضرت علیؓ کی نبوت اور ہادیت کا صاف اقرار نہیں؟

ذرا اس انداز سے بھی سوچیں کہ وفات نبوی کے بعد شیعی اعتقاد میں حضرت علیؓ کا دور امامت شروع ہوتا ہے جو ۴۰ھ میں آپ کی وفات پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ آپ کے مخلص اصحاب اور مومنین چار پانچ سے ترقی کرتے کرتے ہزاروں تک پہنچ جاتے ہیں اور حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد بھی وہ مومن ثابت ہوتے اور حضرت حسنؓ کے شیعان میں شمار ہوتے ہیں جب کہ ۲۳ سالہ حضورؐ کی تعلیم و تربیت کے باوجود آپ کا ایک صحابی بھی مسلمان نہیں رہتا۔ کیا یہ واضح طور پر حضور علیہ السلام کی نبوت کا انکار نہیں۔ اور اس کے پس پردہ امامت کے نام سے حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کی نبوت کا کھلا اعلان نہیں؟۔

بلکہ بحار الانوار از ملا باقر مجلسی وغیرہ میں کئی روایات ایسی ہیں جن کی رو سے بعض حضرات کو رسالت محمدیؐ کی ضرورت نہیں کیونکہ دینی سلسلہ ائمہ کی وساطت سے براہ راست باری تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جناب علی علیہ السلام کو پیدا کیا اور دونوں کو علوم اولین و آخرین اور ما کان و ما یکون سب کچھ سکھا دیا ہے الخ نیز شیعہ کے محقق عالم شیخ عباس قمی منتہی الامال ج ۱ ص ۱۲۳ حضرت علیؓ کے حالات میں لکھتے ہیں کہ ولادت کے وقت آپ کی ماں فاطمہ بنت اسد کو اللہ نے غیبی آواز دی کہ اس کا مقدس نام میں نے اپنے نام سے بنایا ہے اس کو اپنے مبارک کمالات کے ساتھ مزین و مؤدب کیا ہے اپنے کام میں نے اس کے سپرد کر دیئے ہیں اور اس کو میں نے اپنے مخفی علوم پر آگاہ کر دیا ہے اس کا مطلب واضح ہے کہ حضرت علیؓ نے براہ راست سب کچھ خدا سے سیکھا (جس میں شریعت کا علم یقیناً ہے) اور دونوں ایک دوسرے کے مد مقابل ہم کلاس اور رب تعالیٰ کے تلمیذ ہوئے (یہ تو صغریٰ ہوا) حضرت علیؓ شیعی عقیدہ میں سہو و نسیان اور ذہول علم سے پاک ہیں تاکہ بھولنے کی صورت میں حضورؐ سے سیکھتے (یہ کبریٰ ہوا) نتیجہ واضح ہے کہ حضرت علیؓ نے حضورؐ سے کچھ نہیں پڑھا سیکھا تو حضورؐ سے آپ کا تعلق محض رشتہ داری یا رفاقت کا ہے نہ معلم و متعلم کا۔ پس شیعی سلسلہ مذہب میں نہ رسالت مصطفیٰؐ آتی ہے اور نہ ان کو ضرورت ہے امامت ائمہ ہی ان کی (مزعومہ) ہدایت کے لئے کافی ہے ان کے ہاں رسالت محمدیؐ کا ذکر تقیہ ہے۔ علاوہ ازیں حصول ہدایت کے لئے رسالت محمدیؐ ان کے یہاں کافی اور حجت نہیں ورنہ کلمہ میں "علی ولی اللہ" کی دم کی حاجت نہ تھی شیخ قمی کی حدیث تو صراحتاً حضرت علیؓ کو خود مختار خدا بنا چکی ہے گویا خدا معطل ہو گیا (معاذ اللہ)۔

تیسری تاویل

صحابہ کرامؓ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کے متعلق کبھی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

یہ رضامندی اور جنت کی بشارات وقتی اور عارضی تھیں جیسے کوئی شخص کسی

کے فعل پر راضی اور خوش ہو تو اس کا اظہار کرتا اور اسے انعام دیتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اس پر اسی نظر سے راضی رہے۔ بسا اوقات آدمی بعد میں اس پر ناراض بھی ہو جاتا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ اولاً تو ان کے نیک اعمال پر خوش ہوا اور ان کی تعریفیں بھی کیں مگر جب وہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل اور وصی ماننے سے منحرف ہو گئے۔ تو یہ سب بشارتیں ان کے حق میں باطل ہو گئیں۔ دلدار علی نے ذوالفقار میں یہی توجیہہ اختیار کی ہے۔ اور شیعوں کے مایہ ناز رجالی عالم مامقانی لکھتے ہیں

"یہ اعتراض نہیں کیا جا سکتا کہ جب اللہ کو معلوم تھا کہ بیعت رضوان والے بعد میں مرتد ہو گئے تو ان سے کیسے راضی ہو گیا؟ اور اگر اس کو ارتداد کا علم نہ تھا اور راضی ہوا تو شیعہ کافر ہو گئے کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ خدا ان سے راضی ہوا اور اس کو ان کے ارتداد کا علم بھی تھا مگر حق تعالیٰ کے کسی شخص سے اطاعت کے وقت راضی ہونے پھر نافرمانی کے وقت ناراض ہونے میں کوئی مانع نہیں کسی شخص سے راضی اور اس کے اعمال کو پسند کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد اگرچہ برے کام بھی کرے تب بھی رضامندی باقی رہے۔ اللہ نے رضامندی کی خبر ہمیشہ کے لئے نہیں دی تاکہ اس کے بعد کی ناراضگی اس کے منافی ہو اور ان کے اہل جنت ہونے کی بھی خبر نہیں دی۔ تاکہ بعد میں ان کے جہنم کے مستحق ہونے کے منافی ہو بلکہ آیت رضوان کے اجزا دل کی تسلی اور فتح قریب کی بشارت ہے اور یہ وعدہ اللہ نے پورا کر دیا ہے۔"

تنقیح المقال فی علم الرجال ج ۱ ص ۲۱۶

الجواب: - یہ جواب دے کر کیا خوب شیعہ کو بدنام کیا۔ خالق کا قیاس مخلوق پر علام الغیوب کا قیاس ظلوم وجہول انسانوں پر غفور رحیم اور ارحم الراحمین کا قیاس اپنے جیسے نادانوں اور کینہ پروروں پر وعدہ کی خلاف ورزی نہ کرنے والی ذات کا قیاس اپنے جیسے بدعہدوں اور غداروں پر شیعہ حضرات ہی کو زیب دیتا ہے۔

خدا کی رضامندی بندوں جیسی رضامندی نہیں کہ کبھی راضی اور کبھی ناراض۔

اللہ نے جس پر بعد میں ناراض ہونا ہو یا وہ اس کے علم میں اہل نار سے ہو کبھی بھی اس کی رضامندی کی خبر نہیں دے سکتا کفار کی کچھ اچھائیوں اور اعمال حسنہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا کسی کافر کو بھی اس کے اچھے عمل کے صلہ میں اللہ نے رضامندی کی خبر دی؟ ابلیس عرصہ دراز تک اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عبادت گزار رہا مگر کیا کہیں اللہ تعالیٰ نے اسے بھی رضامندی کی خبر دی تھی؟

مامقانی صاحب کی ہوشیاری دیکھئے۔ کہ عدالت صحابہ کرامؓ پر اہل سنت والجماعت کی طرف سے چند آیات پیش کرنے کے بعد اپنی طرف سے جواب دہی میں آیت رضوان ہی کو سوال وجواب کا موضوع بنا لیا اور کہا کہ رضامندی کی خبر ہمیشہ کے لئے نہیں دی اور نہ جنت کی بشارت دی۔ باقی واضح ترین آیات ہضم کر گئے لقد حروف تاکید کے ساتھ آیت رضوان میں رضامندی کی خبر بھی ہمیشگی پر دال ہونے کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ یہاں سے لے کر اختتام سورت تک ایک ہی سلسلہ کلام ہے اسی سلسلہ میں ہے۔

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا	پس اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر سکینہ نازل فرمایا اور تقویٰ کا کلمہ ان پر لازم کر دیا وہ اس کے زیادہ مستحق اور اہل تھے۔

اصول کافی "باب ان السکینۃ ہی الایمان" میں متعدد طرق سے امام جعفر صادقؒ سے سکینہ کا معنیٰ ایمان مروی ہے اور کلمۃ التقویٰ کا معنیٰ بھی ایمان مروی ہے تو اس تفسیر معصوم کی روشنی میں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان پر ایمان نازل فرمائیں اور ایمان ان کے لئے لازم کر دیں پھر وہی ایمان ان سے چھین لیں یہ تو صریح تناقض ہے رب تعالیٰ کی ذات اس سے بری ہے۔

[illegible] سلسلہ کلام میں سورت کے آخر میں رب تعالیٰ نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے کیا مرتد ہونے والوں سے بھی ایسے وعدے کئے جاتے ہیں؟

یہ کہنا کہ اس آیت میں اللہ نے ان کے جنتی ہونے کی خبر نہیں دی۔ بڑا دجل ہے۔ یہاں اگر لفظ جنت نہیں ہے تو کیا اس قسم کی بیسیوں اور آیات سے بھی لفظ جنت اڑ گیا ہے؟ بات یہ ہے جس نے کفار کی طرح نہ ماننے کا عزم کر رکھا ہو۔ وہ ایک ہزار آیت کو بھی نہ مانے گا۔ ع خوئے بد را بہانہ ہائے بسیار۔

چونکہ شیعوں کی یہ تاویل اس وقت تک تمام نہیں ہوتی جب تک خدا تعالےٰ کو معاذ اللہ مستقبل سے بے خبر تسلیم نہ کریں اس لئے ان کو بداء کا عقیدہ ایجاد کرنا پڑا۔ جس کی تفصیلات ضرور یہ آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

بداء کی حقیقت

اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت سی چیزوں کا علم وقوع کے بعد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک کام کا ارادہ کر لیتا ہے وقوع کی خبر بھی دے دیتا ہے مگر پھر کسی عارضے کی وجہ سے اسے منسوخ کر دیتا ہے اور اپنی خبر کو غلط قرار دیتا ہے اور وعدہ کر چکنے کے باوجود ایفاء عہد نہیں کرتا چنانچہ اس معنی کی تفصیل اس روایت میں واضح ہے۔

عن ابی حمزة الثمالی قال سمعت ابا جعفر یقول یا ثابت ان اللہ تبارک وتعالیٰ قد کان وقت هذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیه اشتد غضب اللہ علی اهل الارض فاخره الی اربعین ومائة فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع الستر ولم یجعل اللہ له بعد ذالک وقتا عندنا ویمحو اللہ

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ثابت اللہ نے ۷۰ سال کے اندر امام مہدیؓ کے ظہور کا وقت مقرر کیا تھا مگر جب حضرت حسین صلوات اللہ علیہ شہید ہوگئے تو اہل زمین (قاتلان حسین شیعان کوفہ) پر خدا کا غضب سخت ہو گیا تو اس نے ظہور کو ۱۴۰ھ تک موخر کر دیا ہم نے تم سے یہ بیان کیا تو تم نے اس کو مشہور کر کے راز کا پردہ فاش کر دیا اب اس کے بعد ظہور مہدی کا وقت اللہ نے ہمیں بھی نہیں بتایا اللہ جسے

ما یشاء ویثبت وعنده ام الکتاب (اصول کافی ج ۱ ص ۳۶۸ ایران باب کراہیۃ التوقیت)

چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ائمہ کو خبر دی تھی کہ ۷۰ ہجری تک امام مہدیؒ ظاہر ہو جائے گا۔ مگر جب حضرت حسینؓ شہید کر دیئے گئے۔ تو خدا کو بداء ہوا اس نے پروگرام میں تبدیلی کی۔ اہل زمین پر غضبناک ہوتے ہوئے امام مہدی کے ظہور کا وعدہ ۷۰ھ سے موخر کر کے ۱۴۰ھ تک کر دیا مگر جب امام جعفرؒ نے اپنے شیعوں کو اس پروگرام کی اطلاع دے دی اور انہوں نے افشاء راز کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ۱۴۰ھ کے اندر والی خبر او پروگرام کو بھی باطل کر دیا اب مہدی کے ظہور کا کوئی وقت ائمہ کو بھی خدا نے نہیں بتایا۔

یہ ہے بداء کی حقیقت کہ ایک چیز کی خدا خبر بھی دے دیتا ہے وعدہ بھی کر دیتا ہے مگر پھر مانع کی وجہ سے اس کو باطل کر دیتا ہے اور وعدہ کا ایفاء نہیں کرتا۔ یہ خدائے علام الغیوب اور "فعال لما یرید" (جو ارادہ کرتا ہے اسے کر گزرتا ہے) پر کتنا بڑا بہتان ہے۔

واضح رہے کہ روایت مذکورہ کے اخیر میں آیت یمحوا اللہ الخ کا ذکر بے محل ہے۔ کیونکہ اس کا تقدیر غیر مبرم سے تعلق ہے جس کا علم صرف علام الغیوب ہستی کو ہوتا ہے کسی بھی فرد کو اس کی اطلاع نہیں کی جاتی اور روایت ہذا میں تو شیعوں تک کو ظہور مہدی کی اطلاع کر دی گئی۔

لہٰذا یہ قصہ بداء کے سوا کسی اور نوعیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ چونکہ شیعہ حضرات اسی تبرے صحابہ کرامؓ سے متعلق جنت و رضوان والی آیات کو ختم کرتے ہیں اس لئے عقیدہ بداء کو ان کے ہاں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

چنانچہ اصول کافی ج ۱ باب البداء میں زرارہ بن اعین نے روایت کیا ہے۔

عن زرارة بن اعین عن احدهما علیه السلام قال ما عبد اللہ بشیٔ مثل البداء

زرارہ بن اعین نے امام باقر اور جعفر صادقؒ میں سے ایک سے روایت کی ہے کہ جیسی بداء سے اللہ کی عبادت

ہوتی ہے کسی اور چیز سے نہیں ہوتی۔

ایک اور سند کے ساتھ دوسری حدیث میں امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے۔

قال ما عظم اللہ بمثل البداء	بداء سے بڑھ کر کسی چیز سے اللہ کی
(اصول کافی باب البداء)	تعظیم نہیں کی گئی۔

معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کے نزدیک تو اللہ کی سب سے بڑی عبادت توحید کا اقرار اور عمل میں نماز کا قیام ہے مگر روافض کے ہاں عقیدۂ بداء مستقبل سے خدا کی بے خبری اور جہالت۔ سب عبادات سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ کے خاص الخاص اکابر کا یہ اعتقاد رہا ہے کہ خدا ازل سے عالم نہیں وقوع حادثہ کے بعد عالم ہوتا ہے۔

چنانچہ مختصر التحفہ اثنی عشریہ ص۶۳ میں ہے[۱]۔

ومنهم من اعتقد انه جز اسمه لم يكن عالما في الازل كزرارة بن اعين وبكير بن اعين وسليمان الجعفري ومحمد بن مسلم الطحان وغيرهم	شیعہ کی ایک جماعت کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے عالم نہیں ہے جیسے زرارہ بن اعین بکیر بن اعین سلیمان جعفری اور محمد بن مسلم وغیرہ۔ (جو شیعہ کے مرکزی رواۃ اور ائمہ کے اصحاب میں سے ہیں)
نیز کچھ آگے لکھتے ہیں۔	
قالت الشيطانية وهم اتباع الشيطان الطاق انه تعالى لا يعلم الاشياء قبل كونها وجماعة من الاثنى عشرية من متقدميهم ومتاخريهم منهم المفسر صاحب كنز العرفان قالوا ان الله تعالى لا يعرف الجزئيات قبل وقوعها (مختصر التحفہ ص۱۱)	شیطان الطاق کے متبعین شیطانیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے وجود میں آنے سے قبل ان کا علم نہیں ہوتا اور اثنا عشریہ میں سے متقدمین اور متاخرین کی ایک جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو ان کے وجود میں آنے سے قبل نہیں جانتا کنز العرفان کا مصنف مفسر بھی انہی میں سے ہے۔

---

[۱] حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی بے نظیر تالیف تحفہ اثنا عشریہ کے عربی ترجمہ کی تلخیص علامہ آلوسی کے پوتے جناب محمود آلوسی شکری نے کی ہے۔ اس کے مصری ایڈیشن سے اس کتاب میں کچھ حوالہ جات ماخوذ ہیں ۱۲ منہ

حضرات صحابہ کرامؓ کو تنبیہ والی آیات پر ایک نظر

حاسد اور عیب چین نگاہ ہمیشہ عیوب اور برائیوں پر پڑتی ہے آفتاب جیسی واضح خوبیاں تو اسے نظر نہیں آتیں مگر ذرہ برابر برائی پہاڑ کی مانند اسے دکھائی دیتی ہے۔ بلکہ نیکیاں بھی گناہوں میں شمار ہوتی ہیں بقول سعدی ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد عیب نماید ہنرش در نظر

اسی روش پر عمل پیرا مخالفین صحابہ کرامؓ کی نظر صحابہؓ کی فضیلت پر مشتمل بیسیوں آیات پر نہیں پڑتی اور نہ ہی ان کے سینکڑوں کمالات انہیں نظر آتے ہیں۔ ہاں اگر کہیں رب تعالیٰ نے ان کی کسی لغزش و خطا کا ذکر فرمایا یا انہیں تنبیہ فرمائی ہے تو یہ آیات عوام شیعہ کو بھی معلوم ہوتی ہیں۔

زلات صحابہؓ کا عقلی جواب

لیکن سب سے پہلے تو ایک اصولی بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مثال تلامذہ اور مریدین ہی کی تو ہے کوئی طالب علم اور اصلاح نفس کا طالب پہلے دن ہی فاضل اجل اور ہر قسم کے عیوب سے مبرا نہیں ہو جاتا۔ تعلیم و تربیت سے رفتہ رفتہ اس کی اصلاح ہوتی ہے کبھی استاد کی ڈانٹ اور مار پڑتی ہے کبھی غلطی کھاتا اور استاد اسکی اصلاح کرتا ہے تا آنکہ ایک دن وہ مرتبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

یہی حال صحابہ کرامؓ کا ہے کہ رفتہ رفتہ ان کی تربیت اور اصلاح ہوئی اور ان کو آداب سے آراستہ کر کے کامل بنایا گیا یہاں تک کہ وہ کامیاب ہو کر رضوان و جنات کی بشارتوں اور دین و دنیا کی کامرانیوں سے سرفراز کئے گئے۔

اب اگر ان کی سب پاکیزہ زندگی میں دو چار واقعات ایسے ہوئے جو خلاف اولیٰ یا غلط تھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ یا عتاب فرمایا تو کیا یہ ان کی ساری قربانیوں اور کامیابیوں کو برباد کر دے گا؟ کیا کوئی شخص کسی جید عالم، پروفیسر، ماہر ڈاکٹر اور ملک کے صدر تک سے اس لئے ناراض ہوگا یا ان کی برائیوں

کے گیت گائے گا۔ کہ تعلیم و تربیت کے دوران استاد نے کسی غلطی پر اسے سزا دی تھی یا ڈانٹ پلائی اور نالائق کہہ دیا تھا یا ان سے کسی تجربہ میں غلطی ہو گئی تھی؟ اگر کوئی ایسا کرتا اور کہتا ہے تو کیا وہ پرلے درجے کا احمق نہیں ہے؟

لاکھوں صحابہؓ میں سے چند حضرات کی بھول چوک اور خطا سے عمر بھر کی ہزاروں نیکیوں کے باوجود ایک آدھ غلطی کے ارتکاب سے کونسی منطق کی رو سے یہ لازم آیا کہ سب کی عدالت ساقط ہو گئی؟ یا غلطی کرنے والے کے سب اعمال حبط و برباد ہو گئے کہ ان کی عیب جوئی کو مشغلہ بلکہ مذہب و عقیدہ ہی بنا لیا جائے۔

کیا رنگا رنگ کے اعلیٰ درجہ کے ہزاروں پودوں اور درختوں پر مشتمل نفیس باغ اس لئے قابل سوختنی ہے کہ دو چار پودوں کی کچھ شاخوں کو لو نے خشک کر دیا؟ کیا عمدہ قسم کا مثلاً آم کا پیڑ اس لئے کاٹنے کے لائق ہے کہ دو چار دانے پھیکے یا گلے سڑے نکلے؟ کیا سفید و شفاف گندم کی بوری اس لئے نالی میں پھینک دی جائیگی کہ اس میں سے دو چار کنکر ان نکلیں یا چند جو کے دانے برآمد ہوئے۔

کوئی عقلمند اس صورت میں نہ باغ جلائے گا نہ درخت کاٹے گا۔ نہ گندم کی بوری کو دور برد کرے گا۔ بلکہ انہیں صاف اور درست کر کے استعمال ہی کرے گا۔ اور باغ پیڑ اور گندم کی افادیت و وقعت کے انکار کا وہ خیال بھی دل میں نہ لائے گا۔ اسی طرح سب صحابہ کرامؓ میں سے چند افراد کی بھول چوک اور غلطی سے نہ سب کی عدالت ساقط ہوئی اور نہ ہی وہ بعض حضرات ایک آدھ غلطی کے ارتکاب سے ساقط العدالت اور زندگی کے سب اعمال حسنہ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ بلکہ وہ ان اغلاط کے ماسوا زندگی کے سب اعمال حسنہ میں اور غیر خاطی سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے سب اعمال میں واجب الاتباع اور عادل ہی رہیں گے۔

رہیں اغلاط جن کی نشان دہی قرآن و حدیث میں کر دی گئی۔ تو ان کی اتباع کا کس نے کہا ہے؟ یا اغلاط کو چن چن کر کس نے اپنا دین بنایا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو سب صحابہ کرامؓ کی عدالت کے عقیدہ پر اور ان کے اعمال صالحہ سے تمسک اور اتباع

اہلسنت کیسے مطعون ہو گئے؟

پھر اہل سنت انبیاء علیہم السلام کی طرح سب صحابہؓ کی عصمت کے قائل نہیں تا کہ بعض حضرات کی زلات سے ان پر اعتراض کیا جائے۔

آیات عتاب

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کی جن لغزشوں کا ذکر کیا اور ساتھ ہی معافی کی سند دے دی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

غزوہ احد: غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰ آدمیوں کے دستے کو ایک درے پر مقرر فرما کر کہا کہ تم فتح یا شکست دونوں صورتوں میں یہاں سے نہ ہٹنا مگر ابتداءً جب مسلمانوں کو فتح ہو گئی اور وہ مال غنیمت لوٹنے لگے اور کفار میدان چھوڑ کر بالکل بھاگ گئے تو درہ والوں نے یہ سمجھ کر کہ کفار کے شکست کھانے اور بھاگنے کے بعد ہماری یہاں ضرورت نہیں رہی۔ درہ چھوڑا اور عام مسلمانوں سے آملے۔ کفار کے سپہ سالار حضرت خالد نے درہ خالی دیکھ کر وہاں سے اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف ابوسفیان نے واپس پلٹ کر دفعۃً آگے سے حملہ کر دیا اس طرح مسلمان ابھی سنبھلنے ہی نہ پائے تھے کہ شیطان نے آواز دے دی "محمد قتل ہو گئے" اس خبر بد سے مسلمانوں کے دل ٹوٹے اور ان میں افراتفری اور بھگدڑ مچ گئی ۱۴ آدمی آپ کے ساتھ رہے جن میں حضرت ابوبکر، عمر، علی، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، زبیر، ابودجانہ اور انس بن نضر رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ باقی حضرات آس پاس پراگندہ اور تتر بتر ہو گئے۔ (ابن ہشام و شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید)

اللہ تعالیٰ نے سورہ آل عمران میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے اور مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے پھر معافی کا پروانہ دیا ہے چنانچہ آخر قصہ میں ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

(آل عمران ع ۱۶ پ ۴)

جو لوگ تم میں سے (احد کے دن) جب کہ (مومنوں اور کافروں کی) دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب شیطان نے ان کو پھسلا دیا مگر خدا نے ان کا قصور

معاف فرما دیا بیشک خدا بخشنے والا بردبار ہے۔

فرار احد کا یہی وہ واقعہ ہے جس پر شیعہ، صحابہ کرامؓ کو کوستے ہی رہتے ہیں معاف کرنے کا نام تک نہیں لیتے لیکن جب خدا نے معاف فرما دیا اور دو دفعہ معافی کی خبر بھی دیدی، اپنے رسول کو بھی معاف کرنے اور ان کے لئے استغفار کرنے کا حکم دے دیا اور یقیناً آپ نے اس کی تعمیل کی۔

مگر شیعہ اب ۱۴۰۰ سال بعد بھی ان کو معاف نہ کریں تو ان کا دین و ایمان ہمیں کیا! ہم اتنا جانتے ہیں کہ خدا کے معاف کر چکنے کے بعد بھی اگر کوئی ان کو طعن دیتا یا برائی بیان کرتا ہے اور معاف نہیں کرتا تو نص صریح کا منکر ہونے کی وجہ سے پکا کافر ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ طبرسیؒ[1] مجمع البیان ج ۱ ص — میں لکھتے ہیں۔

(ولقد عفا الله عنهم) اعاد تعالیٰ ذکر العفو تاکید الطمع المذنبين في العفو ومنعه لهم عن الياس وتحسينًا لظنون المؤمنين (مجمع البیان ج ۱ ص ۵۲۸)

بیشک اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا اللہ تعالیٰ نے معافی کا ذکر دوبارہ اس تاکید کیلئے کیا کہ گنہگار معافی کی امید رکھیں اور ناامید نہ ہوں نیز مومنین (صحابہ) کے ساتھ حسن ظنی رکھنے کے لئے یہ جملہ لوٹا دیا۔

نیز اس سے چند آیات قبل "وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ" کی تفسیر میں تین اقوال نقل کرنے کے بعد یوں محاکمہ کرتے ہیں۔

[1] ہم نے طبرسی المتوفی ۵۴۸ھ کی تفسیر مجمع البیان سے اس کتاب میں حوالہ جات لئے ہیں کیونکہ وہ شیعوں کے معتمد ترین مفسر ہیں۔ رجال محمد مرزا کبیر کی تعلیقات پر محمد باقر بہبہانی کہتے ہیں "ثقہ فاضل دین عین مجلسی وغیرہ میں کہتے ہیں ثقہ جلیل مستدرک الوسائل میں ہے" اکابر علماء کے افتخار۔ اسلام وملت کے امین فقیہ جلیل یگانہ عالم صاحب تفسیر مجمع البیان جس پر مفسرین استفادہ کے لئے جھک پڑے ہیں مجالس المؤمنین میں ہے "تمام مفسرین شیعہ سے عمدہ۔ دین کے امین ثقۃ الاسلام ابو علی الفضل علی بن حسن طبرسی ہیں" اسی طرح اور بھی کئی علماء شیعہ نے ان کی تعریف کی ہے (مقدمہ تفسیر مجمع البیان ص ج از محسن الحسینی مطبوعہ ایران ۱۳۷۹ھ)

...ان يكون عاما في الجميع ولا يمتنع ان يكون الله قد عفا لهم عن المعصية والله ذو فضل على المؤمنين) بالمن ونعمة عليهم بنعم الدنيا والدين وقيل بعفوه عن ذنوبهم۔ (مجمع البیان ج ۱ ص ۵۲۰)

۱۱ سب سے بہتر تفسیر یہ ہے کہ معافی کی خبر ہر بات کو شامل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سے یہ محال اور بعید نہیں کہ خدا نے انکا گناہ معاف فرما دیا ہو۔ (اور اللہ تعالیٰ مومنین پر بڑے فضل والے ہیں) یعنی دین و دنیا کی نعمتوں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان پر احسان و انعام کرنے والے ہیں اور ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ انکے گناہوں کو بخشنے کی بدولت ان پر فضل کرنے والے ہیں۔

یہی نہیں کہ خود معاف فرمایا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ بھی انہیں معاف کر دیں نیز اس غلطی کی وجہ سے ان سے بد اعتماد یا کنارہ کش نہ ہوں بلکہ بدستور سابق انہیں اپنا مشیر کار اور معاون بنا کر رکھیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (آل عمران ع ۱۷)

تو ان کو معاف کر دو اور ان کے لئے (خدا سے) مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو اور جب (کسی کام کا) عزم مصمم کر لو تو خدا پر بھروسہ رکھو۔

طبرسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

(انہیں معاف کر دو) یعنی جو کچھ آپ کے اور ان کے مابین ہے (ان کے لئے بخشش مانگو) ان امور کی جو میرے اور ان کے درمیان ہیں ایک قول یہ ہے کہ احد میں ان کے بھاگنے کو معاف کر دو اور اس گناہ سے ان کے لئے بخشش مانگو (اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کرو) یعنی ان کی رائے طلب کرو اور ان کا عندیہ اور مشورہ معلوم کرو۔

یہ بھی واضح رہے کہ جنگ احد تک میدان جنگ سے فرار کی حرمت والی آیت نازل

نہیں ہوئی تھی۔ اگر بالفرض آیت نبی کے بعد ہی تسلیم کیا جائے تو خدا نے " وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ " فرما کر معاف کر دیا (کذا فی مختصر التحفہ ص۲۷۳ طمصر)

قصہ حنین: اسی سے ملتا جلتا واقعہ غزوہ حنین ۸ھ کا ہے کہ ابتداءً اس میں مسلما[ن] ثابت قدم نہ رہ سکے۔ سبب یہ ہوا کہ ۱۲۰۰۰ کا لشکر جرار جب حنین کی طرف کروفر سے بڑھا تو کچھ نوجوان نو مسلموں کی زبان سے یہ کلمہ نکل گیا "جب ہم تھوڑے تھے مغلو[ب] نہیں ہوئے اب ہمیں شکست دینے والا کون ہے" انشاء اللہ بھی نہ کہا یہ جملہ رب العز[ت] والنصر کو ناپسند آیا تو سب لشکر کو اس کی سزا دی جیسے اس کی سنت ہے۔

اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم یں گناہگار ہیں (انفال ع ۳)

چنانچہ میدان جنگ میں صفوں کی درستی سے قبل ہی جب اسلامی لشکر منہ اندھ[یرے] دو پہاڑوں سے گزر رہا تھا۔ بنو ہوازن اور بنو غطفان نے۔ جو غضب کے جنگجو اور تیر انداز تھے۔ طرفین سے تیر اندازی شروع کر دی مسلمان سنبھل نہ سکے اور بھاگنے لگے ابتدا[ء] کے ۲۰۰۰ نو مسلموں سے ہوئی جو سب سے آگے تھے۔ چونکہ یہ اس سخت کلامی اور کثرت پ[ر] فخر کی سزا تھی حقیقتاً بزدلی اور بدنیتی سے ان کا فرار نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن پر مہربانی فرماتے ہوئے پھر ثابت قدم کر دیا اور وہ ایسے جم کر لڑے کہ نقشہ ہی بدل گیا کفا[ر] کو سخت ہزیمت ہوئی۔ اور سب سے بڑھ کر مال غنیمت اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اس لغزش کو بالکلیہ معاف فرما دیا۔

چنانچہ قرآن کریم میں اس قصہ کا ذکر یوں ہے :-

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنْزَلَ [اللّٰهُ سَ]كِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى [الْمُؤْمِ]نِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ [تَرَوْ]هَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَ[ذَٰلِكَ] جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ثُمَّ يَتُوبُ [اللّٰهُ] مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ [وَاللّٰهُ] غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (توبہ ع ۱۰)

خدا نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے اور جنگ حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرّہ تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے پھر خدا نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے آسمان سے اتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے پھر خدا اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

[فرار و] ہزیمت کا ایک نکتہ

قارئین کرام! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کل غزوات ابن ہشام کی تصریح [او]ر طبری و مامقانی شیعی کے اعتراف کے مطابق ستائیس ۲۷۔ اور یا اٹھتیس ۳۸ [ہو]ئے لیکن غزوۂ احد اور حنین کے علاوہ کسی جنگ میں سے بھی قرآن و حدیث سے [کس]ی صحابی کے فرار کا پتہ نہیں چلتا اگر واقعی صحابہؓ معاذ اللہ منافق یا بزدل تھے تو کسی [او]ر جنگ میں کہیں تو کسی سے فرار کا ثبوت ملنا چاہیئے۔

رہا احد میں فرار اور حنین میں بے ثباتی تو اس کا منشاء اور سبب قرآن کریم نے بتا دیا۔ [و]ہ نفاق، بزدلی یا بدنیتی سے ہرگز نہیں ہوا۔ بلکہ جنگ حنین میں بے ثباتی کا سبب [ان] حضرات کا اپنی کثرت پر اعجاب اور فخر ہے اللہ تعالیٰ نے سب کے پاؤں اکھاڑ کر یہ [بتا]یا دیا۔ کہ فتح و شکست اللہ کی مدد اور نصرت سے ہوتی ہے کثرت تعداد اور اس کی [طاق]ت کو دخل نہیں۔

احد میں فرار و شکست کا سبب درے کو چھوڑنا بنا یا جس کو نافرمانی سے تعبیر کیا۔ [در]ہ چھوڑنے والی اگرچہ معمولی سی جماعت تھی مگر قانون عام کے تحت سزا سے سب لشکر [متا]ثر ہوا۔ کہ بہ انفوس کے بغیر بڑے بڑے بہادر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ جس سے معلوم [ہو]ا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا قصد اور صورۃً نافرمانی بھی بسا اوقات بڑے خطرناک [نت]ائج پیدا کرتی ہے۔ بہرحال مشیت الٰہی سے جو کچھ ہوا سو ہوا۔ صحابہ کرام کی بزدلی یا بدنیتی

کو ہرگز دخل نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی بالکلیہ معاف فرمادیا کیونکہ وہ بڑا غفور رحیم

آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

غزوہ احد میں آنحضرت صلی اللہ
وسلم کی شہادت کی غلط خبر سن کر دل
اور ثابت قدمی نہ ہونے کے سلسلے میں قرآن کریم صحابہ کرامؓ کو متنبہ کرتے ہوئے فرما

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران ع ۱۵)

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف (ایک) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر مرجائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ! (یعنی مرتد ہو جاؤ؟)

اس کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی عام رسولوں کی طرح موت سے مبرا نہیں۔ بالفرض اگر آپ شہید ہوجاتے یا طبعی موت سے فوت ہوجاتے تو تم ایڑیوں کے بل پھر جاتے اور اسلام چھوڑ بیٹھتے؟۔ ہرگز نہیں بلکہ تم مرتد ہونا کیوں کہ اسے ناپسند کرتے ہو۔ تو پھر یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر پر تم بددل کیوں ہوگئے اور تلواریں پھینک دیں؟۔

یہ استفہام انکاری ہے جو انشاء ہے خبر ہرگز نہیں کہ کسی خاص واقعہ کی قبل از وقت اطلاع دی جارہی ہو۔ استفہام انکاری میں شرط وجزا (جملہ شرطیہ کی صورت ہیں) لزوم نہیں ہوتا بلکہ متکلم مخاطب کے اعتقاد کے مطابق ان میں وجدائی سمجھتے ہوئے اس انداز پر کلام کرتا ہے کہ مخاطب اپنی غلطی پر متنبہ ہو۔ اس کی نظیر مندرجہ ذیل دو آئتیں ہیں۔

اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (انبیاء ع) کیا آپ اگر فوت ہوگئے تو یہ کفار ہمیشہ رہیں گے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کے دنیا میں ہمیشہ رہنے میں لزوم نہیں بلکہ منافات ہے کہ کافر بھی مر مرا جائیں گے۔

اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ بتاؤ تو! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آجائے تو کیا تم اس وقت بھی غیر اللہ کو پکارو گے؟

عذاب یا قیامت آجانے کی صورت میں اور اس وقت غیر اللہ کو پکارنے میں بلکہ منافات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اس وقت غیر اللہ کو پکارنا ناپسند کرتے صرف اللہ کو پکارو گے۔ پھر اے کفار! اب تمہیں کیا ہے کہ اللہ کے سوا اور دل کرتے ہو؟۔

ایسے ہی زیر بحث آیت میں تنبیہ کی جارہی ہے کہ کیا جب حضور علیہ السلام فوت ہوجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم الٹے پھر جاؤ گے؟ یعنی وفات پر نہیں پھرو گے کیوں کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو تو پھر اب تمہیں کیا ہو گیا کہ وفات نبوی کی خبر سنتے ہی حواس باختہ ہو؟ اگر بالفرض پھر بھی گئے تو خدا کا کچھ نہ بگڑے گا خود اپنا نقصان کرو گے۔

بہرحال قواعد عربیہ کے لحاظ سے اس آیت کا وفات نبوی کے وقت چند نو مسلم قبائل کے ارتداد سے کوئی تعلق نہیں نہ ہی یہ اخبار ہے اخبار کی صورت میں اس کی سچائی مشکوک ہوجاتی ہے کیونکہ لازم آتا ہے کہ اس کے مخاطبین۔ شرکاء احد۔ وفات نبوی کے بعد مرتد ہوں حالانکہ ان کے کسی ایک فرد کا بھی ارتداد ثابت نہیں ہو سکتا۔

اگر بالفرض وفات نبوی کے واقعہ ارتداد کا ضمنی اشارہ یہاں سے نکلتا ہو تو اس ارتداد کا منکر کون ہے جو چند قبائل مرتد ہوئے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ ان سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جہاد کیا۔ بعضوں کو تہ تیغ کیا اور بعض پھر مسلمان ہوگئے اور آیت کے اگلے جملہ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو بدلہ دیگا) کے مصداق حضرت ابوبکر صدیق ہیں (ازالۃ الخفاء آیات آل عمران)

اس تقریر سے واضح ہوچکا کہ مامقانی رافضی کا تنقیح المقال ج ۱ ص ۲۱۷ پر یہ کہنا "کہ اس آیت میں جمع کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت سے صحابہ کے وفات نبوی کے وقت مرتد ہونے کی خبر دی" بالکل باطل اور خالص تحریف قرآنی ہے اور فضائل و مناقب صحابہؓ کی بیسیوں آیات اور رضوان و جنات کی بشارات کی واضح تکذیب ہے۔

ترک خطبہ جمعہ کا واقعہ

سنہ ۲ھ میں جب جمعہ فرض ہوا اس وقت جمعہ نماز کے بعد تھا اور اس کا استماع بھی واجب تھا اتفاق سے ایک سال شدید قحط سالی تھی اور لوگوں کو اناج کی بہت تنگی تھی شام سے ایک قافلہ غلہ لے کر مدینہ آیا اور اپنے آنے کی اطلاع کے لئے ڈھول کی (دف) بجائی مسلمان نماز کے بعد خطبہ جمعہ سن رہے تھے۔ یہ آواز سن کر یکے بعد دیگرے بہت سے لوگ قافلہ کے پاس چل کھڑے ہوئے مبادا سب غلہ ختم نہ ہو جائے صرف بارہ آدمی اور ۷ عورتیں رہ گئیں۔ جن میں خلفاء اربعہ اور دیگر خاص اکابر صحابہؓ بھی تھے اللہ تعالیٰ نے اس کا شکوہ کرتے ہوئے یوں تنبیہ فرمائی۔

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ (سورہ جمعہ آخری آیت)

اور جب یہ لوگ سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں کہہ دو کہ جو چیز خدا کے ہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور خدا سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

یہاں لہو سے مراد ان کی ڈھول کی آواز ہے کوئی اور کھیل تماشہ مراد نہیں چونکہ صحابہ خطبہ جمعہ کے آداب سے ناواقف تھے اس لئے یہ غلطی ہوئی مگر پھر کبھی ایسی شکایت نہیں ہوئی بلکہ ذکر اللہ سے ان کو کوئی چیز غافل نہیں کر سکتی تھی۔ جیسے ارشاد ربانی ہے۔

يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ (النور ع ۵)

اور ان میں صبح و شام تسبیح کرتے ہیں (ایسے) لوگ جن کو خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت۔ وہ اس دن کا ڈر رکھتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں بدل جائیں گی۔

نیز قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ کا جملہ بھی ان کی بے معافی پر دال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رحمت اور مغفرت ہی ہے جس کی طرف ان کو توجہ دلائی گئی اور انہوں نے لبیک کہی۔

صحابہ کرامؓ کی جمیع خطاؤں کا مغفور ہونا

بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی کسی لغزش اور فروگذاشت کا اللہ تعالیٰ نے کہیں ذکر کیا تو اس کے معاف ہونے کی بھی ساتھ خبر دے دی تاکہ کسی بدباطن کے لئے طعن کی گنجائش نہ ہو۔ غزوہ احد وحنین میں عفو و مغفرت اور توبہ خداوندی کا ذکر واضح ہے اور غزوہ تبوک سے بھی جو چند مخلصین رہ گئے تھے اور انہوں نے اپنی کاہلی اور قصور کا اعتراف کر لیا تھا۔ ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (توبہ ع ۱۳)

اور کچھ اور لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا قریب ہے کہ خدا ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت مرارہ بن ربیع، کعب بن مالک، اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تینوں حضرات بلاعذر تبوک میں شریک نہ ہو سکے حضور کے سامنے اقبال جرم کیا، ۵۰ دن تک ان کی توبہ کا معاملہ ملتوی رہا اور زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ کہ کوئی ان سے بات چیت نہ کر سکتا تھا۔ جب ارحم الراحمین نے توبہ قبول کر کے انہیں بخشش سے نوازا تو سب مہاجرین و انصارؓ کو دامن رحمت میں لے لیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ

بیشک خدا نے پیغمبر پر مہربانی فرمائی اور مہاجرین و انصارؓ پر بھی۔ جو باوجود اس کے کہ ان میں سے بعضوں کے دل پھر

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ٥

(توبہ ع ۱۴)

جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے پھر خدا نے ان پر مہربانی فرمائی بے شک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے اور تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دوبھر ہو گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر خدا نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں بیشک خدا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے

سبحان اللہ! ان آیات میں مہاجرین و انصار اور دیگر صحابہ کرامؓ پر کیسے خدا نے رحمت نچھاور کی ہے نیز جو گروہ بھٹکنے کے قریب تھا اللہ نے اس کو بھی محفوظ رکھا جیسے بدر کے موقعہ پر دو گروہوں کو بزدلی سے محفوظ رکھا تھا معلوم ہوا کہ سنت اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کی شیطان کے ہر حملے سے حفاظت فرماتا ہے

"اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" کا جملہ غور طلب ہے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ سے خواہ وہ اعلیٰ درجے کے ہوں یا ادنیٰ درجے کے۔ رب تعالیٰ کو خاص رأفت و مہربانی کا تعلق ہے اور کسی صورت میں ان کو اپنی رحمت سے محروم نہیں فرماتا۔ اور اپنے نبیؐ کو بھی ان کے ساتھ شامل حال رکھتا ہے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے افشاء راز کی غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے اسوہ حسنہ پر چلنے اور مغفرت طلب کرنے کی یہ دعا سکھلائی۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥ (ممتحنہ ۱۶)

اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کے ہاتھ سے عذاب نہ دلانا اور اے پروردگار! ہمیں معاف فرما بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

جن سے یہ اشارہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی معاف فرما دی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے بدری ہونے کا ذکر کر کے مغفور لہٗ ہونے کی صراحت فرما دی تھی۔

ایک سریہ میں حضرت خالدؓ بن ولید نے ایک نو مسلم کلمہ گو کو اس اندیشہ سے قتل کر دیا کہ جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھ رہا ہے۔ قرآن کریم نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔:

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا۔

پہلے تم بھی تو ایسے (غیر مسلم) تھے پس اللہ نے تم پر احسان فرمایا پس خوب تحقیق کر لیا کرو۔

آگے مجاہدین اور بلا عذر قاعدین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى (نساء ع ۱۳)

خدا نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور (گو) نیک وعدہ سب سے ہے۔

یہاں قاعدین سے بھی اللہ نے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں جنت اور مغفرت لازمی ہے آخر میں "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا" کا ذکر فرما کر یہ اشارہ فرما دیا کہ اس رکوع میں مذکور جملہ قسم کے مؤمنین مغفور لہم ہیں

ان جزئی واقعات میں ثبوت مغفرت سے قطع نظر کلی طور پر بھی سب صحابہؓ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مغفور لہم ہیں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (آل عمران ع ۴)

اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

صحابہ کرامؓ کے خدا اور رسول کے اطاعت شعار ہونے پر نص صریح وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (صحابہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہیں) رب تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے تو صغریٰ کبریٰ ملانے سے نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ سب صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور جمیع گناہوں سے مغفور لہم ہیں۔

لے توبہ ع ۹

نیز انہی قدوسیوں کے بارے میں رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ الخ (آل عمران ع ۱۴)

اور وہ جان بوجھ کر برائی پر اصرار نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے بخشش اور باغات ہیں۔ (الآیۃ)

مدح صحابہؓ میں گذشتہ آیات پر نظر ڈالیں اکثر آیات میں صحابہ کرامؓ سے جنت و مغفرت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! یہ ہے تنبیہ پر مشتمل آیات کی حقیقت جن کے ذریعے صحابہ کرامؓ پر طعن کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یا گروہ خدا اور رسول کی حرمت کا خیال کئے بغیر آیاتِ تنبیہ کے ذریعے صحابہ کرامؓ پر برستا چلا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام بلکہ آقاء نامدار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی انگشت نمائی کرنے لگے گا۔ اس لئے کہ سنت اللہ یہی رہی ہے کہ وہ خلاف اولیٰ اور مرتبہ کے نامناسب باتوں پر ہمیشہ کاملین کو تنبیہ کرتا رہا ہے۔ مگر اس سے ان کی شان رفیع میں کمی نہیں آتی بلکہ رب تعالیٰ سے ان کے کامل تعلق و محبت کا اظہار ہوتا ہے گویا رب تعالیٰ ان کو اپنی نگرانی میں چلاتے اور زلت پر تنبیہ فرما دیتے ہیں۔

خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مندرجہ ذیل ۵ آیات میں تنبیہ فرمائی گئی۔

۱۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى (عبس پ ۳۰)

محمد (مصطفیٰ) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر بیٹھے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔

۲۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (کہف ع ۴)

۲۔ اور جو لوگ صبح اور شام اپنے پروردگار کو پکارتے اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔ اور تمہاری نگاہیں ان میں سے (گزر کر اور طرف) نہ دوڑیں کہ تم آرائش زندگانی دنیا کے خواستگار ہو جاؤ۔

۳۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا (انفال ع ۹)

۳۔ پیغمبر کو شایان نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو۔

۴۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ (توبہ ع ۷)

۴۔ خدا تمہیں معاف کرے تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟۔

۵۔ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (تحریم ع ۱)

۵۔ اے پیغمبر! جو چیز خدا نے تمہارے لئے جائز کی ہے تم اس سے کنارہ کشی کیوں کرتے ہو (کیا اس سے) اپنی بیبیوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

بہرحال رب تعالیٰ کی ذات گرامی احکم الحاکمین اور ذوالجلال والجبروت ہے سب مخلوق اس سے کم رتبہ ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے جیسے چاہے تنبیہ فرماتا ہے انداز بیان کی نرمی و سختی میں وہ خود مختار ہے کوئی اس سے باز پرس نہیں ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے جس انداز سے اپنے خواص کو نصیحت یا تنبیہ کی ہے اسی لب و لہجہ سے ماوشما بھی زبان چلانے لگیں ورنہ ایمان کی خیر نہیں بقول ؎

فرق مراتب گر نہ کنی زندیقی!

بادشاہ اپنے بڑے بڑے معزز وزراء و ذمہ دار افسران کو کم سے کم رتبہ الفاظ میں خطاب کر سکتا ہے مگر عام درباری یا بازاری کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسی انداز سے اس سے گفتگو کرے۔ اگر ایسا کریگا تو خود بادشاہ کی نظر میں مجرم ٹھہریگا علامہ رازیؒ المتوفی ۶۰۶ھ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں

انہ یجوز من اللہ تعالیٰ ما لا یجوز لغیرہ کما یقول السید فی عبدہ وولدہ عنـ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ایسا خطاب کر سکتا ہے جو دوسروں کیلئے جائز نہیں جیسے سردار

معصیۃ من اطلاق القول ما لا یجوز لغیر السید فی عبدہ وولدہ

اپنے غلاموں یا لڑکوں کو نافرمانی کی صورت میں سخت سُست کہہ دیتا ہے مگر دوسرے لوگ اس کے غلام یا لڑکے کو ایسا نہیں کہہ سکتے۔

اور مولانا عبدالعزیز فرہاروی نبراس ص۴۵۴ پر لکھتے ہیں۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے انبیاء و اصحاب سے افضل چیز کے ترک کو بھی نافرمانی سے تعبیر کیا ہے کیونکہ بلند رتبی کی وجہ سے اس کام سے ان کی شان بہت برتر تھی۔ لیکن اللہ کے سوا اوروں کو جائز نہیں کہ وہ اس کام کو نافرمانی کہیں۔ اس لئے کہ بادشاہ اگر وزیر کو ڈانٹ بھی دے تو عام بازاری کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس انداز سے گفتگو کرے۔

بہر حال کسی شخص کو یہ حق نہیں اور نہ ہی خدائے عزوجل اس پہ راضی ہیں کہ کوئی شخص یا گروہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تنبیہ والی آیات کی آڑ میں ان پہ طعن و تشنیع کرے یا بغض و عناد کا مظاہرہ کرے اور جواب میں ان آیات کو فر فر پڑھنا شروع کر دے کیونکہ وہ قرآن کریم کے ساتھ تلاعب کے علاوہ حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رض کی عزتوں سے کھیل رہا ہے۔

والله الهادی۔

باب سوم

احادیثِ نبوی اور عدالتِ صحابہ کرام رض

قرآن کریم کی طرح احادیث طیبہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرام رض کے بے شمار فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں جو ان کی عدالت پر اظہر من الشمس دلائل ہیں اکثر کتب حدیث میں مستقل طور پر "کتاب المناقب" قائم کیا گیا ہے۔ عمومی مناقب کے علاوہ خصوصی اور شخصی مناقب و فضائل بھی بیسیوں صفحات پر بکثرت پھیلے ہوتے ہیں۔ اگر ہم شخصی مناقب پر لکھنا چاہیں تو ایک ضخیم جلد درکار ہوگی۔ مگر چونکہ ہمارا مطمح نظر شخصیات سے قطع نظر مجموعی طور پر صحابہ رض کرام کی عدالت و فضیلت کا اثبات ہے اس لیے عمومی احادیث کا کچھ حصہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جو قطعیت سے صحابہ عظام کی عدالت پر دلالت کرتی ہیں۔ البتہ چند عنوانات کے تحت ہم ان کو مرتب ذکر کرتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رض کی برکات :۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلنُّجُوْمُ اَمَنَۃٌ لِّلسَّمَآءِ فَاِذَا ذَھَبَتِ النُّجُوْمُ اَتَی السَّمَآءَ مَا تُوْعَدُ وَاَنَا اَمَنَۃٌ لِاَصْحَابِیْ فَاِذَا ذَھَبْتُ اَتَا اَصْحَابِیْ مَا یُوْعَدُوْنَ وَاَصْحَابِیْ اَمَنَۃٌ لِاُمَّتِیْ فَاِذَا ذَھَبَ اَصْحَابِیْ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے آسمان کی امان کا سبب ہیں جب ستارے ختم ہو جائیں گے تو وہ وعدہ موعود (قیامت) آسمان کو بھی آپہنچے گا جس کا اس سے وعدہ ہے میں اپنے صحابہ رض کے لیے امن و سلامتی کا سبب ہوں جب میں رخصت ہو جاؤں گا تو میرے صحابہ رض کو بھی وعدہ موعود ،

اِلٰى اُمَّتِيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ۔

مسلم جلد ۲ ص ۳۰۸ واللفظ لہ ورواہ احمد وصاحب جمع الفوائد جلد ۲ ص ۴۹۲ وفی مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۷ وقال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الاوسط واسنادہ جید

(اختلافات وغیرہ) آپہنچے گا اور میرے صحابہؓ میری امت کے لیے امان کا ذریعہ ہیں جب یہ رخصت ہو جائیں گے تو میری امت کو ان سے وعدہ موعود آپہنچے گا (یعنی فتن اور تفرقہ بازی)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کا وجود مسعود اور ان کا مبارک دور اسلام اور امت کے لیے امن وامان کا مضبوط قلعہ تھا دین حق باطل فرقوں کی دست وبرد سے محفوظ رہا جس فتنہ نے سر اٹھایا یا صحابہؓ کی مبارک مساعی سے اس کا سر کچل دیا گیا امت گمراہی اور مذہبی تفریق کا شکار نہ ہوئی، مسلمان فی الجملہ داخلی نزاع کے باوجود دنیا کو فتح کرتے چلے گئے ان کی دھاک اقوام عالم پر جمی رہی اور فرقہ یا جماعت کی حیثیت سے کوئی بدعتی گروہ کامیاب نہ ہوسکا۔

مگر جونہی صحابہؓ کے پاکیزہ دور کا اختتام ہوا قسم قسم کے باطل فرقے شیعہ معتزلہ مرجۂ وغیرہ ظاہر ہوگئے۔ دین میں بدعات ایجاد کی گئیں اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور غیر قومیں ان پر ہاتھ ڈالنے لگیں۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب جہاد کے لیے لشکر روانہ ہوگا تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی صحابی موجود ہے؟ چنانچہ اسکے وجود کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوگی پھر جب کبھی دوبارہ لشکر کشی ہوگی تو کہا جائے گا کیا تم میں کوئی صحابی کی زیارت کرنے والا (تابعی) موجود ہے۔ پس اس کے وجود کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوگی۔ پھر تیسری مرتبہ لشکر کشی کے موقع پر کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی تبع تابعی موجود ہے؟ پس اس کی برکت سے فتح حاصل ہوگی (بخاری جلد ۱ ص ۵۱۵) (مسلم جلد ۲ ص ۳۰۸) مسلم میں اس کے ہم معنیٰ ایک اور روایت بھی ہے اور مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۸ میں اور مستدرک حاکم میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں کہ اسے محدث ابویعلیٰؒ نے دو سندوں سے روایت کیا ہے اور دونوں کے رجال صحیح (بخاری) کے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی برکات صرف اپنی ذات اور معاصرین تک محدود نہ تھیں بلکہ اپنے بعد دو نسلوں تابعین اور تبع تابعین کو بھی ان کا فیض پہنچا ہے۔

۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اَصْحَابِيْ يَمُوْتُ بِاَرْضٍ اِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَّنُوْرًا لَّهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔

حضرت عبداللہ بن بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جو صحابی بھی کسی سرزمین میں فوت (اور مدفون) ہوگا وہ قیامت کے دن اس سرزمین کے لوگوں کے لیے پیشوا اور نور بنا کر اٹھایا جائے گا۔ (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

غریب وقد روی ہذا الحدیث عن بریدۃ عن النبی علیہ السلام مرسلا وہذا اصح ۔

۴۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ اَصْحَابِيْ فِيْ اُمَّتِيْ كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ وَلَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ ۔ قَالَ الْحَسَنُ قَدْ ذَهَبَ مِلْحُنَا فَكَيْفَ نَصْلُحُ ۔ (رواہ ابویعلی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں میرے صحابہؓ کی مثال ایسی ہے جیسے کھانے میں نمک اور کھانا نمک کے بغیر درست اور لذیذ نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴) حسن بصری کہتے ہیں کہ ہم سے نمک نکل گیا تو اب ہم کیسے درست ہوں۔

وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۱۸ رواہ الطبرانی والبزار باسناد حسن

۵۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ الَّذِيْنَ يَلُوْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ اَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ ۔

مسلم جلد ۲ ص ۳۰۹

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا سب سے بہتر طبقہ وہ ہے جو میرے ساتھ ہے (یعنی صحابہ کرامؓ) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا (یعنی تابعین) پھر وہ ہے جو ان کے ساتھ ہوگا۔ (یعنی تبع تابعین) پھر ایسے لوگ آئیں گے جنکی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی مانگنے سے پہلے واقع ہوگی (یعنی بلا وجہ قسم کھائیں گے اور جھوٹ بولیں گے۔)

مجمع الزوائد ہیثمی میں (جلد ۱۰ ص ۱۸) امام احمدؒ اور امام ابویعلیٰؒ کے حوالے سے تین سندیں مذکور ہیں جن کے رجال صحیح بخاری کے رجال ہیں اس کی چھ سندیں اور ہیں وہ بھی حسن اور صحیح ہیں۔ امام نوویؒ شرح مسلم میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

"کہ صحیح بات یہ ہے کہ قرنی سے مراد صحابہ کرامؓ کا زمانہ ہے اور دوسرے قرن سے تابعینؒ مراد ہیں اور تیسرے میں تبع تابعینؒ مراد ہیں"

قرن ایک زمانہ یا طبقہ کے لوگوں کو کہتے ہیں. صحابہ کا دور حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ لیثیؓ کی وفات علی اختلاف الاقوال ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۱۰ھ تک ختم ہو جاتا ہے تابعینؒ کا دور ۱۷۲ھ تک ہے اور تبع تابعینؒ کا دور ۲۲۰ھ تک ہے (تدریب الراوی)

خطیب بغدادی نے الکفایہ فی علوم الروایہ صـ۴۷ پر اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے اس جیسی روایت نقل کی ہے اور اس کے ہم معنی حضرت ابو ہریرہؓ اور عمران بن حصینؓ سے بھی روایت کی ہے۔ حضرت عمران بن حصینؓ کے الفاظ یہ ہیں۔

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَخْلُفُ قَوْمٌ تَسْبِقُ اَيْمَانُهُمْ شَهَادَتَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ۔

سب لوگوں سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر جو ان کے بعد ہوں گے پھر وہ جو ان کے بھی بعد ہوں گے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی قسم گواہی سے سبقت کرے گی (گواہی مانگے بغیر حلفیہ قسمیں اٹھائیں گے) اور ان میں موٹاپا (عیش و عشرت) بھی عام ہوگا

۶۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَظْهَرُ الْكِذْبُ حَتّٰى اِنَّ الرَّجُلَ لَيَحْلِفُ وَلَا يُسْتَحْلَفُ وَيَشْهَدُ وَلَا يُسْتَشْهَدُ اَلَا مَنْ سَرَّهٗ بُحْبُوْحَةُ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزَمِ الْجَمَاعَةَ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفَذِّ۔ (مشکوٰۃ صـ۵۵۴ ورواہ الحاکم وامثالہ کنز العمال جلد ۱ صـ۶)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے صحابہؓ کی عزت کرنا کیونکہ وہ تم سے بہتر ہیں پھر ان لوگوں کی جو ان کے بعد ہوں گے پھر ان کی جو ان کے بھی بعد ہوں گے پھر جھوٹ عام ہو جائے گا کہ آدمی خود بخود قسم اٹھائے گا۔ حالانکہ اس سے قسم کا مطالبہ نہ ہوگا۔ خود بخود گواہی دے گا حالانکہ اس سے گواہی طلب نہ کی جائے گی۔ سن لو! جس کو جنت کا وسط پسند ہو تو وہ صحابہؓ کی جماعت ہی سے منسلک ہو جائے اس لیے کہ الگ رہنے والے کے ہمراہ شیطان ہوگا۔

حافظ ابن عبد البرؒ الاستیعاب جلد ۱ صـ۶ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں:۔

خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔

سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر جو ان کے بعد آئیں گے

ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بن خطاب، عمران بن حصین، نعمان بن بشیر اور بریدۃ الاسلمی اور جعدہ بن ہبیرہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے بلکہ حافظ ابن حجرؒ الاصابہ جلد ۱ صـ۱۲ پر کہتے ہیں" وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْهُ" کہ یہ حدیث آپ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے۔

اور کنز العمال جلد ۶ صـ۱۳۱ پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مسنداً مروی ہے اسکی بعض سندوں میں تصریح ہے کہ ان تینوں زمانوں جن کے خیر ہونے کی شہادت آپ نے دی ہے، کے بعد جھوٹ اور افتراپردازی عام ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ ان تینوں زمانوں کی خیریت اور افضلیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان میں سچائی غالب ہوگی اور لوگ بالعموم جھوٹ نہ بولیں گے اور نہ ہی بالعموم جھوٹی حدیثیں بنائیں گے نیز ان زمانوں میں کسی شرعی مسئلے پر تعامل مابعد والوں پر حجت ہوگا۔ نیز یہ اسلام کے تشریعی اور ارتقائی ادوار ہیں اور ان میں فقہی مسائل کی لاتعداد جزئیات متعین ہو گئی تھیں۔ لہذا محققین علماء اہل سنت کی تحقیق یہ ہے کہ جس کام کا وجود ان تین زمانوں میں نہ پایا جائے حالانکہ اس کا داعی سبب اور منشا موجود تھا پھر بعد میں کوئی اسے ایجاد کر کے شرعی مسئلہ بتائے تو وہ یقیناً بدعت ہے۔ اور جو کام ان تین زمانوں میں کسی شرعی دلیل کی بنا پر وجود میں آیا ہو وہ مستحسن اور جائز ہے بدعت نہیں۔ ہاں اگر کسی چیز کا محرک اور داعیہ بعد کو رونما ہوا ہو تو اس کو دلائل شرعیہ کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا تَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَّا دَامَ فِيْكُمْ مَنْ رَاٰنِيْ وَصَاحَبَنِيْ وَاللّٰهِ لَا تَزَالُوْنَ بِخَيْرٍ مَّا دَامَ فِيْكُمْ

واثلہ بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا لوگو! تم اس وقت تک بخیر و عافیت رہو گے جب تک تمہارے اندر مجھے دیکھنے والے میرے صحابہؓ موجود رہیں گے بخدا تم اس وقت تک بھی بخیر و عافیت رہو گے جب

مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَاللّٰہِ لَا تَزَالُوْنَ بِخَیْرٍ مَّادَامَ فِیْکُمْ مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَصَاحَبَنِیْ ۔ (خرجہ الحافظ السلفی فی السداسیات، ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد ا صـ۹) ورواہ الطبرانی من طرق ورجال احدہا رجال الصحیح (کذا فی مجمع الزوائد جلد ا صـ۲)

تک تم میرے صحابہ رضؓ کو دیکھنے والے موجود ہیں۔ بخدا تم اس وقت تک بھی صحیح وسلم رہوگے جب تک تم میں میرے صحابہ رضؓ کے تابعین کو دیکھنے والے موجود رہیں گے

مناقب حضرات صحابہ کرام رضؓ

۸۔ رَوَی الْبَزَّارُ عَنْ جَابِرٍ مَّرْفُوْعًا صَحِیْحًا اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ، سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَلِیْ مِنْ اَصْحَابِیْ اَرْبَعَۃً یَعْنِیْ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا فَجَعَلَھُمْ اَصْحَابِیْ وَقَالَ فِیْ اَصْحَابِیْ کُلِّھِمْ خَیْرٌ ۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۶ صـ۲۹۷ اور مجمع الزوائد جلد ۱ صـ۱۶)

محدث بزارؒ نے حضرت جابرؓ سے مرفوعاً صحیح روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کے سوا باقی سب جہان والوں پر میرے صحابہ رضؓ کو فضیلت بخشی ہے اور ان میں سے چار حضرات یعنی ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کو منتخب فرماکر میرے خصوصی مصاحب بنایا ہے پھر آپؐ نے فرمایا میرے ہر صحابی میں بھلائی (اور دوسروں پر برتری) موجود ہے۔

اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اسے بزار نے روایت کیا ہے اس کے تمام رجال ثقہ ہیں البتہ ایک آدھ میں اختلاف ہے۔

۹۔ رَوٰی عُوَیْمُ بْنُ سَاعِدَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابِیْ فَجَعَلَ لِیْ مِنْھُمْ وُزَرَآءَ وَاَخْتَانًا وَّ اَصْھَارًا فَمَنْ سَبَّھُمْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَآئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ وَلَا یُقْبَلُ مِنْہُ

حضرت عویمؓ بن ساعدہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے (سب مخلوقات سے) مجھے چن لیا اور میری صحبت کے لیے میرے صحابہ رضؓ کو چن لیا ان میں سے بعضوں کو میرے وزرا خسر اور داماد بنایا پس جس نے ان کی بدگوئی کی اس پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو قیامت کے دن اس کا نہ فرض مقبول ہوگا نہ نفل۔

الْقِیَامَۃِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ۔ (تفسیر قرطبی جلد ۱۶ صـ۲۹۷)

اس حدیث کو محدث محاملیؒ طبرانیؒ اور حاکمؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ حاکمؒ اور ذہبیؒ دونوں اس کو صحیح کہتے ہیں امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث بکثرت ہیں لہٰذا کسی صحابیؓ میں طعن سے بچ کر رہو۔

ریاض النضرہ جلد ا صـ۸ پر اس حدیث کو ذکر کرکے محب طبری نے لکھا ہے کہ مخلص ذہبی اور ابن مہتدی نے اسے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ ۔ (قال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب ترمذی جلد ۲ صـ۲۳۱)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے مسلمان کو (اسلام کی حالت میں) دیکھا (اور اسی پر فوت ہوا) تو اس کو جہنم کی آگ نہ چھوئے گی۔

۱۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طُوْبٰی لِمَنْ رَاٰنِیْ وَاٰمَنَ بِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ وَطُوْبٰی لِمَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۔ (رواہ الطبرانی) (بحوالہ نبراس شرح شرح عقائد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے مبارک ہو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور اس کے لیے بھی مبارک ہو جس نے مجھے دیکھنے والے کو (ایمان کی حالت میں) دیکھا اور اسے بھی مبارک ہو جس نے میرے صحابیؓ کے دیکھنے والے ایمان کے ساتھ دیکھا سب کے لیے مبارک ہو کیونکہ سب کا ٹھکانہ اچھا ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۱۰ صـ۱۹ پر ہے اس میں ایک راوی بقیہ نامی ہے اس کے سماع کی تصریح کی گئی ہے لہٰذا تدلیس کا الزام زائل ہوگیا باقی سب رواۃ ثقہ ہیں

۱۲۔ رَوَی الْبَزَّارُ فِیْ مُسْنَدِہٖ بِسَنَدٍ رِجَالُہٗ مُوَثَّقُوْنَ مِنْ حَدِیْثِ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

محدث بزار نے اپنی مسند میں توثیق شدہ رجال سے حضرت سعید بن المسیبؒ کے واسطے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور رسل علیہم

وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلَی الثَّقَلَیْنِ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔

السلام کے سوا باقی سب جن وانس پر میرے [illegible] کو فضیلت بخشی ہے۔

(الاصابہ جلد ۱ ص ۱۲)

۱۳- عَنْ حُذَیْفَةَ بْنِ الْیَمَانِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ لِاَصْحَابِیْ مِنْ بَعْدِیْ زَلَّةٌ یَغْفِرُهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُمْ بِسَابِقَتِهِمْ مَعِیْ یَعْمَلُ بِهَا قَوْمٌ مِّنْ بَعْدِهِمْ یَکُبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِی النَّارِ عَلٰی مَنَاخِرِهِمْ۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد صحابہؓ سے ایک لغز[ش] ہو گی جسے اللہ تعالیٰ ان کے میرے ہمراہ سابقہ اعمال صالحہ کی بدولت بخش دے گا حالانکہ ان کے بعد اگر [کوئی] قوم اس کا ارتکاب کرے اللہ ان کو منہ کے بل او[ندھا] جہنم میں گرا دیں گے (غالبًا دورِ علوی کی آپس میں خانہ جنگی مراد ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کے ہمراہ صحابہؓ کے اعمال کی اتنی برکت اور تاثیر ہے کہ مابعد والے گناہ بھی معفور ہیں اس کی دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ارشاد صحیحین بھی ہے جو آپؐ نے حضرت عثمانؓ کے جیش عسرت کے لیے بہت ساز و سامان دینے پر فرمایا تھا کہ اس کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

۱۴- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَاخْتَارَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَ بِرِسَالَتِهٖ وَانْتَخَبَهٗ بِعِلْمِهٖ ثُمَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ النَّاسِ بَعْدَهٗ فَاخْتَارَ لَهٗ اَصْحَابًا فَجَعَلَهُمْ اَنْصَارَ دِیْنِهٖ وَوُزَرَآءَ نَبِیِّهٖ وَمَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَاٰهُ الْمُؤْمِنُوْنَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے قلوب کا معائنہ فرمایا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند فرمایا چنانچہ آپؐ کو رسول بنا کر بھیجا اور علم میں ممتاز مقام عطا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا تو آپؐ کے اصحاب کو پسند کیا اور انہیں اپنے دین کا مددگار اور اپنے نبیؐ کے وزراء اور مشیر کار بنایا۔ پس یہ مومنین (صحابہ کرامؓ) جس چیز کو اچھا سمجھیں وہی اللہ کے نزدیک اچھی ہے اور جسے یہ مومن قبیح اور غلط سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے۔

[فَ]هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِیْحٌ۔ (کنز العمال جلد ۲ ص ۳۱۱)

(بحوالہ طبرانی و ابونعیم) (درواہ مثلہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب جلد ۱ ص ۶)

[۱۵-] عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ [عَلَیْهِ] وَسَلَّمَ قَالَ لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ [مَنْ بَا]یَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ اِلَّا صَاحِبُ [الْجَمَلِ الْاَحْ]مَرِ۔ (جامع ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۶)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کی وہ یقینًا جنت میں جائے گا مگر وہ سرخ لاٹھی والا نہ جائے گا (کیونکہ اس نے نفاق کیوجہ بیعت کی ہی نہیں)

[نوٹ:] وہ سرخ لاٹھی والا جد بن قیس تھا جو مشہور منافق تھا اس نے بیعت کی ہی نہیں یہ استثنا[ء منقط]ع ہے۔

[۱۶-] عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ [قَ]الَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ [وَ]سَلَّمَ لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ [بَا]یَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ (ہٰذا حدیث حسن صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۶)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے درخت کے نیچے (میرے ہاتھ پر) بیعت رضوان کی وہ آگ میں ہرگز داخل نہ ہو گا۔

[۱۷-] عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبٍ [جَ]اءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ [عَ]لَیْهِ وَسَلَّمَ یَشْکُوْ حَاطِبًا فَقَالَ [یَا] رَسُوْلَ اللّٰهِ لَیَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ [ال]نَّارَ فَقَالَ کَذَبْتَ لَا یَدْخُلُهَا اَبَدًا [فَاِ]نَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَیْبِیَةَ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت حاطبؓ کی شکایت کرنے آیا اور کہا یا رسول اللہ! حاطب آگ میں داخل ہو گا تو آپؐ نے فرمایا تو نے جھوٹ بولا وہ کبھی آگ میں نہ جائے گا کیونکہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک رہا ہے۔

ہٰذا حدیث حسن صحیح (ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۶)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اہل بدر اور صلح حدیبیہ کے تمام مغفور لہم ہیں بالفرض کوئی عیب تسلیم بھی کیا جائے تو کالعدم ہونے کی وجہ سے ان کی عدالت اور نجات میں [مضر] نہیں۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

۱۸۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ لَمَّا حَضَرَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَفَاةُ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَوْصِنَا قَالَ اُوْصِيْكُمْ بِالسَّابِقِيْنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاَبْنَاءِهِمْ مِنْ بَعْدِهِمْ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ لَا يُقْبَلُ مِنْكُمْ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت ارتحال قریب ہوا تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ہمیں وصیت کیجئے تو آپؐ نے فرمایا میں تمہیں سابقین اولین مہاجرینؓ (اور انصارؓ) کے بارے میں اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے بارے میں حسن سلوک (اور رعایت وآداب) کی وصیت کرتا ہوں اگر تم ایسا نہ کروگے تو تمہارے فرائض ونوافل قبول نہ ہوں گے۔

اسے طبرانی نے اوسط میں اور بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے تمام رجال ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص۱۷)

۱۹۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کوئی صحابی بھی دوسرے صحابیؓ کے بارے میں مجھے کچھ (شکایت وغیرہ) بھی نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اس حالت میں تمہارے پاس آیا جایا کروں جبکہ میرا دل ہر کسی سے صاف ہو۔

(رواہ ابوداؤد ومشکوٰۃ ص۴۱۴ اور ریاض النضرۃ جلد ۱ ص۳۱)

۲۰۔ رَوَى الْبَغَوِيُّ وَالطَّبْرَانِيُّ وَاَبُوْ نُعَيْمٍ فِي الْمَعْرِفَةِ وَابْنُ عَسَاكِرَ عَنْ عِيَاضٍ الْاَنْصَارِيِّ مَرْفُوْعًا۔ اِحْفَظُوْنِيْ فِيْ اَصْحَابِيْ وَاَنْصَارِيْ فَمَنْ حَفِظَنِيْ فِيْهِمْ تَخَلَّى اللّٰهُ مِنْهُ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ۔

محدث بغوی اور طبرانی نے اور ابونعیم نے "معرفہ" میں اور ابن عساکر نے بھی حضرت عیاض انصاریؓ سے یہ روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے صحابہؓ میرے مددگار اور میرے خسر اور دامادوں کے بارے میں میرا خیال رکھنا ان کے بارے میں جو میری رعایت کریگا (ان کو برا نہ کہے گا) اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی رعایت رکھے گا اور ان کے بارے میں جو میری رعایت نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوجائیں گے جس سے خدا بری ہوا قریب ہے کہ خدا اسے گرفتار کرلے۔

(الصواعق المحرقہ ص۲)

محدث ابوذر ہروی نے بھی اس جیسی حدیث حضرت جابرؓ حضرت حسن بن علیؓ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے۔

۲۱۔ اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِيْ وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ وَمَنْ اٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ اَنْ يَّاْخُذَهٗ۔

لوگو! میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا۔ لوگو! میرے صحابہؓ کے حق میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا ان کو میرے بعد اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرے گا تو مجھ سے محبت کی بناپر ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے دشمنی رکھے گا تو مجھ سے دشمنی کی بناپر ان سے دشمنی رکھے گا جو ان کو دکھ دیگا اس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا اس نے اللہ کو ستایا اور جس نے اللہ کو ستایا تو عنقریب اسے اللہ عذاب میں گرفتار کریگا۔

(رواہ الترمذی وقال حدیث غریب مشکوٰۃ ص۵۵۴)

۲۲۔ رَوَى الطَّبْرَانِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ اللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ اَصْحَابِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّهٗ اَوْصٰى بِهِمْ۔

طبرانی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے تھے لوگو! اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا کیونکہ آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے۔

(الصواعق المحرقہ ص۵)

۲۳۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! جب تقدیر کا تذکرہ

اِذَا ذُكِرَ الْقَدْرُ فَاَمْسِكُوْا وَ اِذَا ذُكِرَ النُّجُوْمُ فَاَمْسِكُوْا وَاِذَا ذُكِرَ اَصْحَابِيْ فَاَمْسِكُوْا۔

ہو تو رک جانا۔ جب علم نجوم کا ذکر ہو تو (تصدیق سے) رک جانا۔ جب میرے صحابہؓ کا ذکر ہو تو (بدگوئی سے) رک جانا۔

(اخرجہ خیثمہ بن سلیمان) (الریاض النضرہ جلد ۱ ص۱۳)

۲۴۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِيَةِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ فِيْ مِثْلِ مَقَامِيْ هٰذَا فَقَالَ اَحْسِنُوْا اِلٰى اَصْحَابِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔

حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے بمقام جابیہ خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسے مقام پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا لوگو! میرے صحابہؓ سے اچھا سلوک کرنا پھر ان سے جو ان کے بعد آئیں گے۔

(اخرجہ مخلص الذہبی واخرجہ الحافظ بن ناصر السلامی وقال حدیث صحیح رجالہ ثقات مخرج عنہم فی الصحیحین) ریاض النضرہ جلد ۱ ص۱۱

۲۵۔ اور ایک روایت حضرت عمرؓ سے مرفوعاً بروایت ابن زبیر یوں ہے۔

قَالَ اَكْرِمُوْا اَصْحَابِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ کی عزت کرنا پھر ان کے بعد آنے والوں کی پھر ان کے بعد آنے والوں کی بھی۔

(اخرجہ ابو عمرو بن السماک ریاض النضرہ)

۲۶۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاَيُّهَا النَّاسُ احْفَظُوْنِيْ فِيْ اَخْتَانِيْ وَاَصْهَارِيْ لَا يُطَالِبَنَّكُمُ اللّٰهُ بِمَظْلِمَةِ اَحَدٍ مِّنْهُمْ فَاِنَّهَا لَيْسَتْ مِمَّا يُوْهَبُ يَاَيُّهَا النَّاسُ ارْفَعُوْا اَلْسِنَتَكُمْ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاِذَا مَاتَ الرَّجُلُ فَلَا تَقُوْلُوْا

سہل بن مالکؓ اپنے باپ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے دامادوں اور خسروں کے بارے میں میرا لحاظ کرنا ان میں سے کسی کی غلطی کا مواخذہ تم سے نہ ہوگا کیونکہ وہ تبادلے کی چیز نہیں۔ اے لوگو! مسلمانوں (صحابہ) کی عزتوں پر حملہ کرنے سے اپنی زبانیں بچا رکھو۔ جب کوئی فوت ہو جائے تو بھلائی کے سوا اس میں کھود کرید مت کرو۔

…ـهِ اِلَّا خَيْرًا ۔ (اخرجہ الخلعی والحافظ الدمشقی فی معجمہ) (ریاض النضرہ جلد ۱ ص۱۱)

حضرات صحابہ کرامؓ کی بدگوئی اور سب و شتم کی ممانعت

۲۷۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَلَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ تم میں سے اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو وہ ثواب میں صحابہؓ کے ایک مد بلکہ آدھ مد جو کے خرچ کے ثواب کو بھی نہ پہنچ سکیگا۔

(بخاری جلد ۱ کتاب المناقب) (مسلم جلد ۲ ص۲۷۲ ابو داؤد ترمذی ابن ماجہ ومثلہ فی مسند احمد وریاض النضرہ ج ۱ ص۸)

مد تقریباً تین پاؤ کا ہوتا ہے یہ اناج ماپنے کا برتن ہوتا ہے چار مد کا ایک صاع ہوتا ہے اور صاع کا وزن ساڑھے تین سیر ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عام امتی اور صحابہ کرامؓ کے اعمال میں ثواب اور درجات کے لحاظ سے اتنا بڑا فرق ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے تین پاؤ وزن کو احد پہاڑ سے کیا نسبت؟ اسی طرح اناج کو سونے کی مالیت سے کیا نسبت؟ بس اتنا کہنا پڑے گا کہ صحابہ کرامؓ کا مقام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ ہی کو معلوم تھا۔

حافظ بن عبد البرؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان "لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ" الآیۃ، کی تفسیر ہے یعنی جب صحابہؓ سابقین اور صحابہؓ متاخرین کے درمیان انفاق و قتال کے ثواب میں فرق ہے تو صحابی اور غیر صحابی کے درمیان دوسرے امور میں فرق کیسے نہ ہوگا۔

۲۸۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ ذُكِرَ مَالِكُ بْنُ دُخْشُنٍ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعُوْا فِيْهِ يُقَالُ لَهُ رَاْسُ الْمُنَافِقِيْنَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْا اَصْحَابِيْ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مالک بن دخشنؓ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا تو لوگ ان کی بدگوئی کرنے لگے کیونکہ عوام ان کو (غلطی سے) منافقین کا سردار کہتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کی برائی چھوڑ دو اور میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو۔

(رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص۲۱)

ایک تنبیہ مالک بن دخشن منافق نہ تھے مخلص مومن تھے (غلطی سے لوگوں میں رأس المنافقین مشہور ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کرتے ہوئے ان کی صحابیت رضؓ اور ایمان کو واضح کر دیا اس کا یہ معنی نہیں کہ وہ فی الحقیقت راس المنافقین تھے پھر بھی حضورؐ نے ظاہری اسلام کی وجہ سے ان کو صحابی شمار کیا، اسلئے کہ قرآن کریم نے منافقین کی بہت مذمت کی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان پر شدید تر ہونے کا حکم دیا ہے پھر حضورؐ کیسے ایک منافق کو صحابی شمار کرتے اور اس کی بدگوئی سے روکتے ہیں۔

۲۹۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَءَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہتے ہیں تو ان کو کہو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

(ترمذی جلد ۲ ص۲۲۷)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (رواہ الطبرانی)

اور ایک روایت میں ہے جس نے میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا تو اس پر اللہ کی فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

وَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِنَّ شِرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُھُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ۔ (رواہ الطبرانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری امت کے بدترین وہ لوگ ہیں جو میرے صحابہؓ پر (طعن کرنے میں) جری ہیں۔

وَقَالَ اِذَا رَءَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ (رواہ الخطیب) وَقَالَ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ۔ (رواہ الطبرانی)

نیز فرمایا جب ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو گالیاں دیتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو نیز آپ نے فرمایا جس نے میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا اس پر اللہ لعنت کرے۔

مولانا عبد العزیز فرہارویؒ ان چار احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ یہ احادیث سب صحابہؓ کو شامل ہیں (سب کی بدگوئی حرام ہے) (نبراس ص۵۴۸)۔ نیز طبرانی نے اوسط میں حضرت عائشہؓ صدیقہ (سلام اللہ علیہا) سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ۔

میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہو اُس پر اللہ کی لعنت ہو جو میرے صحابہؓ پر طعن و تشنیع کرتے۔

اس کے رجال صحیح (بخاری) کے رجال ہیں سوائے علی بن سہل کے، اور وہ بھی ثقہ ہے

(مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۱)

یہ سب احادیث واضح طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ صحابہؓ کی بدگوئی طعن و تشنیع اور غیبت حرام ہے سبّ کے معنی صرف گالی گلوچ کے نہیں ہوتے بلکہ سب و شتم کے مفہوم میں ہر وہ غیر قانونی اور نامناسب کلام شامل ہے جس سے کسی کو تکلیف پہنچے۔ عام مسلمان کی غائبانہ برائی کرنی حرام ہے حالانکہ وہ برائی اس میں پائی جاتی ہے تبھی تو غیبت ہوتی ورنہ بہتان ہوگا اور یہ غیبت سبّ میں داخل ہے تو صحابہؓ کرام کے عیوب کا شمار ان پر طعن و تشنیع سب و شتم میں کیسے داخل نہ ہوگی سبّ صحابہ کے متعلق مفصل بحث باب ہشتم میں آئے گی۔

۳۰۔ رَوَی الْخَطِیْبُ بِسَنَدِہٖ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَ اَصْحَابِیْ فَجَعَلَھُمْ اَصْھَارِیْ وَجَعَلَھُمْ اَنْصَارِیْ وَاِنَّہٗ سَیَجِیْءُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَنْتَقِصُوْنَھُمْ اَلَا فَلَا تُنَاکِحُوْھُمْ اَلَا فَلَا تُنْکِحُوْا اِلَیْھِمْ اَلَا فَلَا تُصَلُّوْا مَعَھُمْ اَلَا فلاتصلوا علیهم حلت علیهم اللعنة۔ (کفایہ ص۴۸ ورواہ ایضًا العقیلی والبیہقیؒ)

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چن لیا اور میرے اصحاب کو بھی، چنانچہ کچھ کو میرے خسر اور داماد بنایا اور میرے مددگار بنایا (سنو) آخر زمانے میں ایک فرقہ ہوگا جو ان کی برائی بیان کرے گا۔ خبردار ان کو کبھی رشتہ نہ دینا خبردار ان میں کبھی شادی نہ کرنا ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا، ان پر صلوٰۃ جنازہ نہ پڑھنا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہوا کرے گی۔

دشمنان صحابہؓ کے متعلق یہ حدیث اہم اور واضح ہے مگر اس کی سند کی تحقیق مجھ سے نہ ہو سکی البتہ اس کے ہم معنی کئی احادیث ملی ہیں گزشتہ حدیث (۹) اس کے ہم معنی اور لفظاً متقارب ہے جس کی حاکم اور ذہبیؒ نے تصحیح کی ہے اور جو احادیث حسن اور قابل احتجاج ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- عن بن عباس قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم وعنده علي فقال النبي صلى الله عليه وسلم يا علي سيكون في امتي قوم ينتحلون حب اهل البيت لهم نبز يسمون الرافضة قاتلوهم فانهم مشركون۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور حضرت علیؓ بھی تھے تو حضورؐ نے فرمایا اے علیؓ میری امت میں ایک گروہ ہوگا جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرے گا (صحابہؓ پر) طعن وتشنیع ان کی علامت ہوگی ان کو رافضہ کہا جائے گا ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

(رواہ الطبرانی واسنادہ حسن) (مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص۲۱)

۲- عن عاصم بن بهدلة قال قلت للحسن بن علي الشيعة يزعمون ان عليا يرجع قال كذب اولئك الكذابون لو علمنا ذالك ما تزوج نساءه ولا قسمنا ميراثهٗ۔

عاصم بن بہدلہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسنؓ بن علیؓ سے پوچھا، شیعوں کا اعتقاد ہے کہ علی واپس آئیں گے تو حضرت حسن نے فرمایا کہ ان کذابوں نے جھوٹ بولا۔ اگر ہم یہ جانتے ہوتے تو آپ کی بیوائیں شادی نہ کرتیں اور ہم آپ کی میراث تقسیم نہ کرتے۔

(رواہ عبداللہ واسنادہ جید) مجمع الزوائد جلد ۱ ص۲۲)

۳- عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال يكون في اٰخر الزمان قوم ينبزون يقال لهم الرافضه يرفضون الاسلام ويلفظونه قاتلوهم فانهم مشركون

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو بدگوئی کیا کرے گی ان کو رافضہ کہا جائے گا۔ وہ اسلام کو چھوڑ بلکہ پھینک دیں گے۔ ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

(رواہ ابویعلیٰ والبزار والطبرانی ورجالہ وثقوا وفی بعضھم خلاف) (مجمع الزوائد جلد ۱ ص۲۲)

۴- حافظ ذہبیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جنکا نام رافضی ہوگا وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے ان کو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

۵- ابراہیم بن حسن بن حسین بن علیؓ نے اپنے باپ اور دادے کے واسطے سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں میری امت میں ایک قوم ظاہر ہوگی جن کا

نام رافضہ ہوگا وہ اسلام کو چھوڑ بیٹھیں گے۔

۶- دارقطنیؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ایک قوم آئے گی طعن و بدگوئی ان کا شعار ہوگا انہیں رافضہ کہتے ہوں گے اگر تو انہیں پائے تو قتل کر ڈالنا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے میں نے پوچھا یا رسول اللہ ان کی علامت کیا ہوگی آپؐ نے فرمایا وہ تیرے لیے وہ اوصاف تراشیں گے جو تجھ میں نہیں اور گزشتہ نیک لوگ (صحابہ کرامؓ وغیرہم) پر طعن و تشنیع کیا کریں گے (الصواعق المحرقہ ص۳)

واضح رہے کہ رافضہ کی یہ وجہ تسمیہ جمہور مسلمانوں کی طرف سے نہیں بلکہ ان کی اپنی روایات کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ نام رکھا ہے۔ چنانچہ روضہ کافی کلینی ص۳۴ مطبوعہ جدید ایران پر یہ روایت ہے کہ امام جعفر صادقؒ سے راوی نے پوچھا۔

قلت جُعِلت فداك فانا قد نبزنا نبزًا انكسرت له ظهورنا وماتت له افئدتُنَا واستحلت له الولاة دماءنا رواه لهم فقهاءهم قال فقال ابو عبد الله عليه السلام الرافضةُ. قلت نعم قال لا والله ما هو سموكم ولكن الله سماكم به۔

میں نے کہا میں آپ پر قربان ہو جاؤں ہم پر ایسا سخت طعن کیا گیا ہے اس کے آگے ہماری کمر ٹوٹ گئی ہے ہمارے دل مردہ ہوگئے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے حکام نے ہمارے خون حلال سمجھ لیے جس کو ان کے فقہاء نے روایت کیا ہے یہ سن کر امام ابوعبداللہ (جعفر صادق) نے فرمایا کیا رافضہ والی حدیث؟ میں نے کہا ہاں۔ تو فرمایا نہیں بخدا اہل سنت نے تمہارا نام رافضہ نہیں رکھا بلکہ اللہ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے

اور اصول کافی جلد ۱ ص۵۰۲ طبع ایران میں ایک حدیث ہے جس میں حضرت علی بن موسیٰؒ (شیعوں کے اعتقاد میں آٹھویں امام رضا) کو رافضہ کا امام کہا گیا ہے۔

عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ لَا تَسُبُّوا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَقَامُ اَحَدِهِمْ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ اَحَدِكُمْ عُمُرَهٗ۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ لوگو! اصحابؓ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی نہ کرو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کی ایک گھڑی تمہارے عمر بھر کے سب اعمال حسنہ سے بڑھ کر ہے۔

(ابن ماجہ صہ ۱۵ ونحوہ ابوداؤد جلد ۲ صہ ۲۸۳ خرجہ علی بن حرب الطائی وخیثمہ بن سلیمان) (ریاض جلد ا صہ ۸)

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ لَا تَسُبُّوا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَمَقَامُ اَحَدِھِمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِ اَحَدِکُمْ عُمُرَہٗ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو گالیاں نہ دینا کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی تھوڑی سی صحبت تمہاری سب عمر کے اعمال سے افضل ہے ۔

(کنز العمال جلد ۶ صہ ۳۱۱) ابوداؤد جلد ۲ صہ ۲۸۳ پر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے ایسی روایات کے آخر میں ہے ۔ وَلَو عُمِّرَ عُمُرَ نوح (اگرچہ حضرت نوح علیہ السلام جتنی لمبی عمر پا کر اعمال صالحہ کرے)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھنے کا درجہ :-

۳۰۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ فَقَدْ بَرِئَ مِنَ النِّفَاقِ وَمَنْ اَسَاءَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ کَانَ مُخَالِفًا لِسُنَّتِیْ وَمَاْوَاہُ النَّارُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اچھی گفتگو کی تو وہ نفاق سے بری ثابت ہوا اور جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بدگوئی کی وہ میری سنت کا مخالف رہا چنانچہ اس کا ٹھکانہ آگ ہے جو بری جگہ ہے ۔

(اخرجہ فی شرف النبوۃ ابوسعد)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ اَحْسَنَ الْقَوْلَ فِیْ اَصْحَابِیْ فَھُوَ مُؤْمِنٌ۔

ایک روایت میں ہے جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اچھی بات کہی وہ مومن ہے ۔

(رواہ ابن غیلان کذا فی ریاض النضرہ جلد ا صہ ۱۱)

۳۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَصْحَابِیْ وَاَزْوَاجِیْ وَاَھْلَ بَیْتِیْ وَلَمْ یَطْعَنْ فِیْ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَخَرَجَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میری ازواج (مطہرات رضی اللہ عنہن) اور میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم (سب سے) محبت وعقیدت رکھی اور کسی میں طعن وتشنیع نہ کی اور

مِنَ الدُّنْیَا عَلٰی مُحَبَّتِہِمْ کَانَ مَعِیْ فِیْ دَرَجَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ان کی محبت کے اعتقاد پر ہی دنیا سے رخصت ہوا تو وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے دربار میں ہوگا

(اخرجہ الملا فی سیرتہ کذا فی ریاض النضرہ)

۳۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ تَرٰی فِیْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ یَلْحَقْ بِھِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (ریاض)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے کسی نیک قوم سے محبت کی مگر ان کے ساتھ شامل نہ ہو سکا ؟ تو آپ نے فرمایا قیامت کے دن ہر آدمی اپنی محبوب جماعت کے ساتھ ہوگا ۔

احقر مولف کے اعمال نامہ میں محبوبان خداوندی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے سوا اور کچھ نہیں شاید اسی کی بدولت رب کریم مغفرت فرما دے ۔

احب الصالحین ولست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحا

(نیک لوگوں سے محبت تو ہے گو خود میں ان میں سے نہیں ، شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی نیک بنا دیں)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجوم ہدایت ہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد سندوں کے ساتھ ایک حدیث مروی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال (ہدایت کا سبب ہونے میں) ستاروں کی سی ہے ان میں سے تم جس کسی کی پیروی کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور ان کا کسی مسئلہ میں اختلاف امت کے لیے موجب رحمت ہے ۔

۳۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُ رَبِّیْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِیْ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا میں نے اپنے پروردگار سے اپنے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کے متعلق

مِنْ بَعْدِیْ فَاَوْحٰی اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَکَ عِنْدِیْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِی السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰی مِنْ بَعْضٍ وَلِکُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَیْءٍ مِّمَّا هُوَ عَلَیْهِ فَهُوَ عِنْدِیْ عَلٰی هُدًی ۔

دریافت کیا تو مجھے وحی ہوئی کہ اے محمد! تیرے صحابہ رض میرے نزدیک آسمان کے ستاروں جیسے ہیں۔ روشنی میں اگرچہ کم و بیش ہیں مگر نور ہدایت ہر ایک میں ہے پس جس نے ان کے اختلاف میں سے کسی شے سے بھی تمسک کیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے

(رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ) اور مشکوٰۃ (۴ ۵۵) پر یہ لفظ زائد ہیں۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ ۔

حضرت عمر رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رض ستاروں کی مانند ہیں پس جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

خطیب بغدادی رح نے اپنی سند سے کفایہ ص۴۶ میں اسے روایت کیا ہے نیز محدث سجزی نے ابانہ میں ابن عساکر، بیہقی اور ابن عدی رح نے اور ریاض النضرہ جلد ۱ ص۹ میں محب طبری نے بھی روایت کیا ہے (حاشیہ جمع الفوائد جلد ۲ ص۴۹۲) نیز مسامرہ میں ص۳۱۴ پر ہے کہ اسے دارمی ابن عدی رح وغیرہ نے روایت کیا ہے الحاصل اس کی متعدد اسناد ہیں جو جامع بیان العلم وفضلہ اور مجمع الزوائد وغیرہ میں مذکور ہیں بعض میں اگرچہ کچھ کلام ہے مگر تعدد طرق کی وجہ سے یہ حسن لغیرہ ہے اور معنوی لحاظ سے اس کی صحت مسلم ہے۔

نیز یہ حدیث کتب شیعہ میں بھی ہے اور اس کی صحت کو انہوں نے تسلیم کیا ہے جیسا باب ششم میں ان شاء اللہ تفصیلاً آئے گا۔

نجوم ہدایت کا معنیٰ :-

صحابہ رض کے نجوم ہدایت ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھا اور آپ سے درجہ بدرجہ فیض پاکر راہنمائی حاصل کی اور احادیث بھی روایت کیں اور پہلے گزر چکا ہے کہ سب صحابہ کرام رض کذب بیانی سے پاک ہیں وہ خدا و رسول پر جھوٹ نہیں بول سکتے اور پاک سیرت بھی ہیں لہٰذا دین سیکھنے ان کی اتباع کرنے اور حدیث قبول کرنے میں ہر صحابی نجم ہدایت ہے جس کسی سے دین سیکھو گے اور اس کی اتباع کروگے تو ہدایت

جیسے ستاروں کی روشنی راستہ کی راہ نمائی کرتی ہے۔

عارف باللہ مولانا رومی نے کیا خوب کہا ہے ؎

گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم ۔۔۔ راہروان را شمع و شیطان را رجوم

اسی طرح اختلاف کی صورت میں جس صحابی کے قول کو بھی اختیار کیا جائے تو ہدایت ہی ہوگا

امام مزنی رح (استاذ امام شافعی رح) سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا

اگر یہ خبر صحیح ہو تو اس کا معنی یہ ہے کہ جو حدیثیں ان سے منقول ہیں اور اس پر انہوں نے گواہی دی ہے تو حدیثوں پر اعتماد کرو اور انہیں نجوم ہدایت سمجھو کیونکہ ہر ایک ان میں سے اپنی روایت میں ثقہ اور قابل اعتماد ہے اور جس بات کو انہوں نے اپنی رائے سے کہا اور کسی دوسرے صحابی نے اس بات کا تخطیہ یا انکار بھی نہ کیا ہو اور کسی صحابی نے اپنا قول چھوڑ کر دوسرے کی طرف رجوع نہ کیا ہو تو اس قول کو بھی ماننا ضروری ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۲ ص۶۰)

واضح رہے کہ اس حدیث سے ہر صحابی کی تقلید لازم نہیں آتی چنانچہ علامہ سرخسی رح المتوفی ۴۸۳ھ اصول سرخسی جلد ۲ ص۱۰۷ پر لکھتے ہیں۔

اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم لان المراد الاقتداء بهم فی التحری علی طریقهم فی طلب الصواب فی الاحکام لا فی تقلیدهم وقد کانت طریقتهم العمل بالرأی والاجتهاد الا تری انه شبههم بالنجوم وانما یهتدی بالنجم من حیث الاستدلال به علی الطریق بما یدل علیه لا ان نفس النجم یوجب ذالک ۔

میرے صحابہ رض (ہدایت میں) ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے، اس سے مراد یہ ہے کہ احکام میں راہ صواب معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرام رض کے نقش قدم پر چلنے میں اقتداء کی جائے نہ کہ ان کی تقلید کی جائے جبکہ صحابہ کرام رض کا طریقہ بھی اجتہاد اور رائے پر عمل کرنا تھا کیا آپ دیکھتے نہیں؟ کہ حضور علیہ السلام نے ان کو ستاروں سے تشبیہ دی ہے اور ستاروں سے راستہ معلوم ہوتا ہے نہ یہ کہ ستارے کا وجود اسے ضروری ٹھہراتا (اور اپنی طرف بلاتا) ہے

ہاں اگر کسی فروعی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف رہا ہے اور مختلف اقوال ملتے ہیں تو کسی شخص کو صحابہ کرامؓ کے اقوال سے نکل کر اپنا نیا قول (جو ان کے قول کے مخالف ہو) اختیار کرنے کی گنجائش نہیں اور تو کجا ائمہ اربعہ متبوعین خصوصًا امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ اور شافعیؒ فی القدیم صحابہ کرامؓ کے اقوال سے باہر نہیں جاتے تھے اور اقوال صحابہؓ کے سامنے اپنا قیاس اور اجتہاد ترک کر دیتے تھے۔

نیز ایسے مختلف فیہ مسئلہ میں راجح و مرجوح اور اقرب الی السنۃ والبعد منہا کے سوال سے قطع نظر اگر کوئی شخص قول مرجوح کو اختیار کرے تو یہ گمراہی نہیں بلکہ نیک نیتی سے قائل دائرہ ہدایت میں سمجھا جائے گا۔ البتہ اگر صحابی نے اپنے قول و فتویٰ سے رجوع کر لیا یا اس کے عمل اور رویہ سے رجوع معلوم ہوا تو پھر اس کے سابق قول و عمل کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی اتباع صحیح نہیں ہو گی۔

اسی طرح اگر کسی صحابی کی طرف منسوب قول و فعل صریح قرآن و سنت کے خلاف ہو یا اجماع صحابہؓ کے خلاف نظر آتا ہو تو اس پر عمل نہ کیا جائے گا بلکہ صحابی کی طرف اس کی نسبت غلط سمجھی جائے گی کیونکہ کسی صحابی کا صریح قرآن و سنت کے خلاف فتویٰ دینا روایت کے علاوہ درایت کے لحاظ سے متعذر ہے۔ اسی طرح خلفاء راشدینؓ کے متفقہ قول و عمل کے خلاف کسی عام صحابی کا قول و فعل بھی متروک ہو گا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیھا بالنواجذ۔ (مشکوٰۃ باب السنۃ)

لوگو! تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ نیکوکار خلفاء کی سنت پر عمل کرنا واجب ہے اسے داڑھوں کیساتھ مضبوطی سے تھامے رکھنا (یعنی نہ چھوڑنا)

عام امت کے علاوہ عام صحابہ کرامؓ کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخاطب فرمایا ہے اپنی سنت کی اتباع کی طرح خلفاء راشدینؓ کی اتباع کو بھی واجب فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ خلفاء راشدینؓ کی سنت بھی سنت نبوی کی طرح سراسر حق اور معمول بہا ہے لہٰذا خلفاء راشدینؓ کے اتفاق کی صورت میں بالفرض کسی عام اور غیر فقیہ صحابی سے اس کے خلاف مروی بھی ہو تو اس کا اعتبار نہ ہو گا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

صحابہ کرامؓ مبلغ اسلام ہیں:۔

۳۵۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

…علیہ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰہُ …مِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَبَلَّغَہٗ کَمَا … فَرُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی مِنْ سَامِعٍ۔ (…یح ابن حبان ص۶۹)

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا اس شخص کو اللہ تعالیٰ خوش اور ترو تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی حدیث سنی پھر اسی طرح پہنچا دی کیونکہ بسا اوقات مروی لہ راوی اور سامع سے بڑھ کر حدیث کا محافظ ہوتا ہے۔

صحابہ کرامؓ اس بشارت اور ترو تازگی کے اولین مصداق ہیں کیونکہ وہ آپؐ سے امت تک …اسطہ مبلغ احادیث و تعلیمات اسلامی ہیں نیز بخاری شریف کی یہ حدیث صحابہؓ کی مبلغانہ …ت کو واضح کرتی ہے کیونکہ خطاب صحابہ کرامؓ کو ہے۔

…وا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً۔

میری طرف سے فریضہ تبلیغ ادا کرو گو ایک آیت یا حدیث ہی ہو۔

نیز حجۃ الوداع کا موقعہ ہے عرفات کے لق و دق میدان میں تقریبًا سوا لاکھ صحابہ کرامؓ …دائی لشکر آفتاب محمدیؐ کے نور سے جگمگا رہا ہے۔ ارض و سما، بر و بحر، دشت و جبل اور …ن والنس نے یہ پاکیزہ اجتماع نہ پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھیں گے حضور علیہ السلام کا یہ …خری حج ہے اور اجتماعی طور پر امت سے الوداعی کا موقعہ ہے آپؐ نے کئی قسم کے احکام …ور مواعظ حسنہ بیان فرمائے پھر حاضرین سے پوچھا "ھَلْ بَلَّغْتُ"۔ کیا میں نے احکام الٰہی پورے …نچا دیئے۔ سب صحابہؓ نے کہا "ہاں" تب آپؐ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ۔ (اے اللہ تو گواہ رہنا تین …رتبہ فرمایا) پھر سب صحابہ کرامؓ کو منصب تبلیغ کی سند اور ڈگری عطا کرتے ہوئے فرمایا

…۳۔ قَالَ فَاِنَّ دِمَآءَکُمْ وَاَمْوَالَکُمْ قَالَ مُحَمَّدٌ وَاَحْسِبُہٗ قَالَ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ کَحُرْمَۃِ یَوْمِکُمْ ھٰذَا فِیْ شَھْرِکُمْ ھٰذَا اَلَا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ۔ (بخاری جلد ا ص۲۱)

آپ نے فرمایا بے شک تمہارے خون اور اموال (امام بخاریؒ کہتے ہیں میرے خیال میں آپ نے یہ بھی فرمایا) اور تمہاری عزتیں تم پر ایسے حرام ہیں جیسے یہ دن اور یہ مہینہ حرام (معزز) ہے سنو! جو تم میں سے یہاں حاضر ہے وہ بعد میں آنے والوں تک یہ احکام پہنچا دے۔

حضرات صحابہ کرامؓ کی پیروی واجب ہے۔

۳۷- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَفْتَرِقُ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک جماعت کے سوا سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کونسی جماعت ہے تو آپؐ نے فرمایا وہ (اس راستے کی پیروکار) جماعت ہے جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں

(ترمذی مشکوٰۃ ص۲۹) تطہیر الجنان لابن حجر ہیتمی ص۶ پر ہے۔

وجاء باسنادين رجالهما ثقاة الا واحد وثقه ابن معين وغيره انه صلى الله عليه وسلم قال تفرقت بنو اسرائيل على احدى وسبعين فرقة وتفرقت النصارىٰ على اثنتين و سبعين فرقة وامتي تزيد عليهم بفرقة كلهم في النار الا السواد الاعظم قالوا يارسول الله من السواد الاعظم قال من كان على ما انا عليه واصحابي من لم يمار في دين الله ولم يكفر احدا من اهل التوحيد بذنب۔

درج ذیل حدیث دو سندوں سے مروی ہے ایک راوی کے سوا دونوں کے سب رواۃ (بالاتفاق) ثقہ ہیں ایک (مختلف فیہ) کی ابن معین وغیرہ نے توثیق کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل (یہود) اکہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں اور میری امت اس سے بھی ایک فرقہ بڑھ جائے گی۔ سواد اعظم کے سوا سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ سواد اعظم کون ہے تو آپؐ نے فرمایا سواد اعظم امت محمدیہ کی وہ عظیم اکثریت ہے جو اس راستہ کی پیرو ہے جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں اور اللہ کے دین میں (بلا وجہ) نہیں جھگڑے گی۔ اور اہل توحید میں سے کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کی پیروی واجب ہے کیونکہ ان کا طریقہ ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور دوزخ سے نجات بھی اسی میں ہے جب جہنم

...حاصل کرنی ضروری ہے تو صحابہ کرامؓ کی اتباع لازم ٹھہری۔

...ن ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ... اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا ... اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ...ـةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ ...شُذَّ فِي النَّارِ۔

(...ی مشکوٰۃ باب الاعتصام السنة)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو (راوی کہتے ہیں) یا یوں فرمایا محمد کی امت کو اللہ تعالیٰ کبھی گمراہی پر جمع نہیں کریں گے اور اللہ کا دست نصرت جماعت ہی پر ہے اور جو اس جماعت سے الگ ہوگیا تو جہنم میں گر پڑا۔

چونکہ امت کی سب سے افضل اور مقدس جماعت بلکہ امت کا اولین مصداق حضرات صحابہ کرامؓ ہیں اس لیے وہ بدرجہ اولیٰ گمراہی سے محفوظ اور مؤید من اللہ ہیں اللہ تعالیٰ کی تائید ان کو حاصل ہے اس لیے جو گروہ صحابہ کرامؓ کو پیشوا اور اپنا مقتداء نہیں مانتا یا ان سے بغض وعناد رکھتا ہے وہ اس حدیث کا مصداق ہے۔

...- وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ

(ابن ماجہ مشکوٰۃ ص۳۰)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سواد اعظم (حق کا پیروکار اکثریتی گروہ) کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے الگ ہوا تو جہنم میں گر پڑا۔

...- مشکوٰۃ شریف میں حضرت عرباض بن ساریہؓ کی طویل حدیث میں ہے۔

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ. تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

(کتاب السنت)

(ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ)

اے لوگو تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدینؓ (حضرت ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم) کی سنن کی پیروی کرو ان کو خوب تھام لو بلکہ داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لو خبردار نئی نئی (دین میں) باتوں سے بچنا اس لیے کہ ہر (دین میں نکالی ہوئی) نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

امام ابوحاتم رازیؒ المتوفی ٢٧٠ھ اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں۔

فعلیکم بسنتی عند ذکرہ الاختلاف الذی یکون فی امتہ بیان واضح ان من واظب علی السنن وقال بھا ولم یعرج علیٰ غیرھا من الاراء کان من الفرق الناجیۃ فی القیامۃ
(صحیح ابن حبان صـ٤)

فعلیکم بسنتی " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اختلاف کے ذکر کرنے میں۔ جو آپؐ کی امت میں ہوگا۔ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جس نے (حضور اور صحابہ کرامؓ کی) سنتوں پر مواظبت کی اور ان پر اعتقاد رکھا اور دیگر آراء کی طرف تجاوز نہ کیا تو وہ قیامت کے دن ناجی فرقہ سے ہوگا۔

صحابہ کرامؓ معیار حق ہیں

حضرات قارئین کرام! مندرجہ بالا آخری پانچ احادیث اور حدیث نجوم کو غور سے دیکھیں اور اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی کیا حیثیت ہمارے سامنے بیان کی ہے۔؟ آپؐ نے بلا استثناء تمام کو نجوم ہدایت فرما کر ان کی اقتداء کرنے کا حکم دیا ہے اور ہدایت کی ضمانت دی ہے۔ امت میں مذہبی تفرقہ بازی کی صورت میں صرف اس فرقہ کی نجات کی شہادت دی ہے جو صحابہ کرامؓ کا اور ان کے واسطہ سے آپؐ کا متبع ہے سواد اعظم کا اولین مصداق صحابہؓ ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنے والی نسلوں کو فتنہ سے ڈراتے اور اس سے بچاؤ کی صورت بتارہے ہیں کہ لوگوں کو تفریق امت کے وقت صحابہ کرامؓ اور ان کے متبعین ہی کی اتباع کرنا چاہیئے۔

اور خلفاء راشدین مہدیینؓ کا درجہ تو بہت ہی بلند ہے اس لیے اتباع میں اپنی سنت اور ان کی سنت کو مساویانہ حیثیت دیتے ہوئے اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنت کو بھی لازم پکڑنے کا حکم دیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ جگہ جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ آپؐ ترجمان وحی ہیں اور آپؐ کی اطاعت کے بغیر وحی کا سمجھنا مشکل ہے۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ تعلیمات رسالت کے ترجمان ہیں اور سنن نبویہ کا آئینہ، ان سے رشتہ کاٹ کر از خود دربار رسالت تک رسائی اور خوشہ چینی کا رسے دارد، شیعہ، خوارج معتزلہ

...ین لو اضح ہیں۔

...حال ان فرامین نبویؐ کے پیش نظر ایک عقل مند اور سلیم الفطرت انسان تو بڑی آسانی ...کتا ہے کہ صحابہ کرامؓ، ماوشما جیسے نہیں کہ ہر شخص ان پر تنقیدی بمباری شروع کر دے ...ی اطاعت سے انحراف کرنے کی اسے گنجائش ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کی اتباع کو لازم قرار دے کر یہ واضح فرمادیا کہ وہی حق کا معیار ہیں وہ خود ہدایت یافتہ اور ...تھے اور دوسروں کو بھی حق پر چلانے والے تھے ان کے اختلاف میں بھی سراسر رحمت ...ہدایت تھی لہٰذا کسی شخص کو ان کے اختلافی اقوال سے نکل کر اپنا نیا قول اختیار کرنے کی ...ائش نہیں۔

امام التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ المتوفی سنہ ٩٠ھ کا قول ملاحظہ ہو۔

قال الاوزاعی عن ابن المسیب انہ سئل عن شئ فقال اختلف فیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا اری لی معھم قولا۔ قال ابن وضاح ھذا ھو الحق قال ابوعمر ومعناہ لیس لہ ان یاتی بقول یخالفھم بہ۔
(جامع بیان العلم وفضلہ جلد ٢ صـ٢٩)

امام اوزاعی حضرت سعید بن المسیبؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اختلاف ہے میں ان کے ساتھ ہوکر نیا قول جائز نہیں سمجھتا۔ ابن وضاح کہتے ہیں یہی مذہب حق ہے ابوعمر و بن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ سعید بن المسیبؒ کو جائز نہیں کہ اس مسئلہ میں سب صحابہؓ کے برخلاف نیا قول کہے۔

غور فرمائیے کہ سید التابعین حضرت سعید بن المسیب جنہوں نے صحابہؓ سے علوم کی خوشہ چینی کر کے دامن مراد بھر لیا تھا اور وہ سب تابعین سے بڑھ کر عالم تھے وہ اس علو مرتبی اور وسعت علم کے باوجود صحابہؓ کے مابین اختلافی مسائل میں اپنی طرف سے کوئی نیا قول نہیں کر سکتے۔ تو اب ایسا کون ہے جو خلفاء راشدینؓ کے قضایا، فتاویٰ اور فقہی احکام کے مقابل محض اپنی رائے سے بات کرے یا ان کو معیار حق نہ سمجھتے ہوئے ان کے اقوال کو مردود کر دے یا ان کی تمام سنن اور قضایا جات کو تبدیلی زمانہ کی بھینٹ چڑھا دے۔

الغرض صحابہ کرام رضہ کا فتویٰ وقول اور اجتہاد واستنباط امت کے لیے قابل اقتداء اور واجب التسلیم ہے۔ اجماع صحابہ رضہ یا خلفاء راشدین رضہ کے اتفاق کے سوا گو وہ کسی مسئلہ میں کسی خاص صحابی کے قول یا اس کی تقلید کی پابند نہیں مگر ان کے اقوال سے خروج بھی جائز نہیں۔ کیونکہ مجموعی طور پر حق انہیں کے پاس تھا وہ معیار حق بھی تھے اور امت کے مقتداء و ہادی بھی۔

خلفاء راشدین رضہ کے کچھ مشترکہ فضائل ملاحظہ ہوں۔

حق چار یار

خلفاء راشدین رضہ وغیرہم کے فضائل میں خصوصی احادیث۔

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضہ جنتی ہیں عمر رضہ جنتی ہیں عثمان رضہ جنتی ہیں علی رضہ جنتی ہیں طلحہ رضہ جنتی ہیں زبیر رضہ جنتی ہیں۔ عبدالرحمن بن عوف رضہ جنتی ہیں سعد بن ابی وقاص رضہ جنتی ہیں سعید بن زید رضہ جنتی ہیں ابوعبیدہ بن الجراح رضہ جنتی ہیں۔ (ترمذی ابن ماجہ) مشکوٰۃ ص ۵۶۶ (اسی بنا پر ان دس صحابہ رضہ کو سب سے افضل اور عشرہ مبشرہ بالجنۃ کہا جاتا ہے)

۲۔ حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ مہربان ابوبکر رضہ ہیں۔ اللہ کا قانون نافذ کرنے میں میری امت میں سب سے زیادہ مضبوط عمر رضہ ہیں۔ سب امت سے زیادہ سچے حیادار عثمان رضہ ہیں سب سے زیادہ علم فرائض جاننے والے زید بن ثابت رضہ ہیں سب سے عمدہ قاری ابی بن کعب رضہ ہیں سب سے زیادہ حلال وحرام کا علم رکھنے والے معاذ بن جبل رضہ ہیں ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے میری امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں (رواہ احمد والترمذی وقال ہذا حدیث حسن صحیح) معمر رح نے قتادہ سے یہ مرسلاً روایت کی ہے۔ اس میں علی رضہ سب سے عمدہ قاضی ہیں" کے الفاظ بھی ہیں۔ مشکٰوۃ

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر عمر عثمان علی طلحہ زبیر رضی اللہ عنہم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے وہ (رعب کے مارے) کانپنے لگا۔ تب آپ صلعم نے فرمایا ٹھہر جا تجھ پر نبی اور صدیق کھڑے ہیں یا شہید کھڑے ہیں بعض راویوں نے حضرت علی رضہ کے بجائے حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ کا نام لیا ہے (مسلم) مشکوٰۃ ص ۵۶۶)

۴۔ حضرت علی رضہ راوی ہیں کہ آپ صلعم سے پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ صلعم کے بعد ہم

... کو اپنا امیر بنائیں۔ فرمایا اگر تم ابوبکر رضہ کو بناؤ گے تو اسے (اللہ کے دین میں) امانتدار اور دنیا سے متنفر اور آخرت کا شوقین پاؤ گے اگر تم عمر رضہ کو بناؤ گے تو اسے طاقتور امانت دار پاؤ گے جو اللہ کے دین کے متعلق کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈرے گا اور اگر تم علی رضہ کو بناؤ گے میرے خیال میں ابھی تم ان کو نہ بناؤ گے۔ تو تم ان کو ہادی ہدایت یافتہ پاؤ گے تم کو سیدھی راہ لے چلے گا۔ (رواہ احمد)

۵۔ حضرت علی رضہ ہی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ابوبکر رضہ پر رحمت برسائے میرے نکاح میں اپنی بیٹی دی اور مجھے دار ہجرت تک اٹھا لائے اور غار میں میرے رفیق و مددگار بنے اور بلال رضہ کو اپنے مال سے آزاد کیا۔ اللہ عمر رضہ پر رحمت برسائے وہ حق کہتے ہیں اگرچہ کڑوا ہوا سے حق (گوئی) نے اس مقام تک پہنچا دیا کہ کوئی ساتھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ عثمان رضہ پر رحمت برسائے اس سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اللہ علی رضہ پر رحمت برسائے اے اللہ حق ان کے ساتھ کر دے جہاں بھی وہ جائے (رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب ص ۵۶۷ مشکوٰۃ)

قارئین حضرات! آثار صحابہ رضہ اور چند تائیدی روایات کے علاوہ یہ پینتالیس مرفوع احادیث طیبہ کا گلدستہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت وفضیلت پر اظہر من الشمس ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دین کے متعلق میری چالیس احادیث میری امت کے لیے محفوظ کرے گا (یعنی ان تک پہنچائے گا) حق تعالیٰ شانہٗ اس کو قیامت میں عالم اٹھائے گا اور میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا (بحوالہ فضائل قرآن از مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ)

اسی امید میں یہ معمولی سی کوشش کی گئی تقریباً سب احادیث کی صحت وتحسین کے متعلق حکم لگایا گیا ہے۔ البتہ ریاض النضرہ کی چند روایات کا حکم معلوم نہ ہو سکا لیکن دوسری بہت سی روایات جو ان کے ہم معنی اور صحیح ہیں ریاض والی روایات کو ان کی تائید میں سمجھا جائے کیونکہ کم درجہ حدیث بھی تائید میں پیش کی جاتی ہے۔ ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ سب صحابہ کرام رضہ بلا استثناء عدول اور ثقہ ہیں جیسے ان پر سب وشتم کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح

ان پر تنقید و تنقیص بھی حرام ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کو اس سے بہت تکلیف ہوتی ہے سلف و خلف کا آج تک یہی عقیدہ ہے اس باب کو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر ختم کرتا ہوں۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَنْهٰى عَنْ اَصْحَابِيْ مَنْ شَهِدَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّقُوْلُ لَهُمْ سُوْءٌ قَدْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَقَالَ لَهُمْ فِيْ كِتَابِهٖ خَيْرًا وَلٰكِنْ اُحْفَظُوْنِيْ فِيْ اَصْحَابِيْ فَاِنَّهُمْ اَكْثَرُ هَمِّيْ رَفَضَنِيَ النَّاسُ وَضَمُّوْنِيْ وَكَذَّبَنِيَ النَّاسُ وَصَدَّقُوْنِيْ وَقَاتَلَنِيَ النَّاسُ وَنَصَرُوْنِيْ ثُمَّ الْاَنْصَارِ خَاصَّةً فَجَزَاهُمُ اللهُ عَنِ الْخَيْرِ فَاِنَّهُمُ الشِّعَارُ دُوْنَ الدِّثَارِ ـ

(کنز العمال جلد ۷ صـ۳۱۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے میں اپنے صحابہؓ کے بارے میں ہر اس شخص کو جو میری رسالت کی گواہی دیتا ہے اس بات سے روکتا ہوں کہ وہ ان کے حق میں بری بات کہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا اور اپنی کتاب میں ان کی بہتری اور افضلیت بیان کی۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میرے صحابہؓ کے بارے میں میری حرمت کا خیال رکھنا کیونکہ جب لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑا تو انہوں نے مجھے سینے سے لگایا۔ لوگوں نے مجھے جھٹلایا تو انہوں نے میری تصدیق کی۔ لوگوں نے مجھ سے جنگ کی تو انہوں نے میری مدد کی دراصل یہی میرا مطمح نظر اور روح رواں تھے۔ پھر میں خاص کر انصارؓ کے حق میں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے بہتر بدلہ دے کہ وہ میرے خاص راز داں دوست تھے۔ عام مصاحب نہ تھے۔

وَاللّٰهُ الْهَادِيْ ـ

فائدہ در بیان طبقات صحابہ کرامؓ

امام حاکم نیشاپوریؒ المتوفی ۴۰۵ھ نے اپنی کتاب "معرفۃ علوم الحدیث" کے ساتویں نوع میں صحابہ کرامؓ کے بارہ طبقات ذکر کیے ہیں جو ..... بالترتیب ان کی افضلیت پر دال ہیں ہم انہیں مختصراً بیان کرتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا طبقہ ان صحابہ کرامؓ کا ہے جو مکہ مکرمہ میں شروع شروع میں اسلام لائے جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم۔ اصحاب تاریخ نے حضرت علیؓ کو پہلا مسلمان کہا ہے البتہ اس وقت ان کے بلوغ میں اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت حضرت علیؓ آٹھ سال کے بچے تھے۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے شخص ہیں جو (مطلقاً اور) بالغ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لائے کیونکہ حضرت عمرو بن عبسہؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ اس تبلیغی کام میں اولاً کس نے آپؐ کی اتباع کی آپؐ نے فرمایا ایک آزاد اور ایک غلام نے۔ اور اس وقت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما آپؐ کے ساتھ تھے۔ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ علی الاطلاق حضرت صدیق اکبرؓ پہلے مسلمان ہیں آپ چونکہ آزاد بالغ اور با اثر تھے اس لیے حضورؐ کے ہمراہ دعوت الی اللہ کے میدان میں آپ کی وجہ سے اسلام کو کافی فائدہ پہنچا حضرت عثمانؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ جیسے متمول حضرات آپ کی کوششوں سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور اسی طرح حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور سعید بن زیدؓ بھی آپ کے طفیل مشرف باسلام ہوئے جو عشرہ مبشرہؓ بالجنۃ سے مشہور ہیں سب امت سے خلفاء اربعہؓ بالترتیب افضل ہیں پھر باقی عشرہ مبشرہ میں سے چھ حضرات پھر اہل بدر پھر اہل بیعت رضوان سب صحابہؓ سے افضل ہیں۔

۲۔ دوسرا طبقہ دار الندوہ میں اسلام لانے والے حضرات ہیں اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت عمر بن الخطابؓ اسلام لائے اور علانیہ اسلام کا اظہار کیا تو حضورؐ کو دار الندوہ

جو قریش کا مشورت سازی اور اجلاس کے لیے مخصوص ہال تھا۔ میں لے گئے وہاں آپؐ کے ہاتھ پر مکہ کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا۔

۳۔ تیسرا طبقہ ان صحابہؓ کا ہے جنہوں نے کفار کی اذیتوں سے تنگ آکر حبشہ کو ہجرت کی تھی جن میں تقریباً چالیس مرد اور چار عورتیں تھیں۔

۴۔ چوتھا طبقہ وہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہوں نے مکہ کی ایک وادی میں اسلام پر بیعت کی تھی ان کی تعداد گیارہ تھی یہ مدینہ سے آتے تھے۔

۵۔ پانچواں طبقہ ان صحابہؓ کا ہے جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں مدینہ سے آکر بیعت کی تھی اور اکثر ان میں انصارؓ تھے انہوں نے آپؐ کو ہجرت الی المدینہ کی دعوت دی تھی ان کی تعداد ستر تھی۔

۶۔ چھٹا طبقہ ان مہاجرینؓ کا ہے جو شروع میں ہجرت کر کے آپؐ کو مدینہ منورہ کی مضافاتی بستی قبا میں جا ملے ابھی تک آپؐ مدینہ میں داخل نہیں ہوتے تھے اور مسجد نبوی کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔

۷۔ ساتواں طبقہ اہل بدرؓ کا ہے جن کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

لَعَلَّ اللّٰهَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ	اللہ تعالیٰ اہل بدر کے دلوں سے (حال و مستقبل میں)
بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ	خوب واقف ہیں کہ فرما دیا ہے جو چاہو سو کرو بیشک
فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (مسلم ص ۳۰۲/۲)	میں نے تمہیں بخش دیا۔

(اور پہلے گزر چکا ہے) کہ حاطب بن ابی بلتعہ کے غلام نے آپؐ سے کہا کہ حاطب جہنم میں جائے گا تو آپؐ نے فرمایا تو نے جھوٹ کہا ہے۔

لَا يَدْخُلُهَا فَاِنَّهٗ شَهِدَ بَدْرًا	وہ ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا کیونکہ وہ غزوہ بدر
وَالْحُدَيْبِيَةَ۔ (مسلم ص ۳۰۲/۲ ترمذی ص ۲۲۶/۲)	اور حدیبیہ میں شریک ہوا ہے۔

۸۔ آٹھواں طبقہ ان مہاجرینؓ کا ہے جنہوں نے غزوہ بدر کے بعد اور صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کی تھی۔

۹۔ نواں طبقہ بیعت رضوان والوں کا ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "یقیناً اللہ تعالیٰ بلاشبہ ان مومنین سے راضی ہو چکا جبکہ وہ درخت کے نیچے آپؐ

کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے" الخ (فتح ع ۳)

ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"۔ کہ بیعت رضوان والوں سے کوئی بھی دوزخ نہ جائے گا اور یہ بھی فرمایا کہ ہر ایک ان میں سے یقیناً جنت میں جائے گا۔

۱۰۔ دسواں طبقہ ان صحابہ کرامؓ کا ہے جنہوں نے صلح حدیبیہ (۶ھ) اور فتح مکہ (۸ھ) کے دوران ہجرت کی ان میں حضرت سیف اللہ خالد بن ولیدؓ، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ، احفظ الصحابہ حضرت ابو ہریرہؓ جیسے حضرات بھی ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خیبر فتح کر لیا اور ہر لحاظ سے امن قائم ہو گیا تو ہر طرف سے مہاجرین ہجرت کر کے آتے تھے آپ ان کو غنیمت کا مال دیتے تھے۔

۱۱۔ گیارہواں طبقہ ان صحابہؓ کا ہے جو فتح مکہ کے دن اسلام لائے اور وہ قریش کی ایک بڑی تعداد تھی بعض بخوشی اسلام لائے اور بعض تلوار کے خوف سے پھر بدل گئے؎ ان کے دلوں کے بھیدوں اور اعتقادات کو اللہ خوب جانتا ہے۔

۱۲۔ بارہواں طبقہ وہ لڑکے اور بچے ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن اور حجۃ الوداع وغیرہ کے ایام میں آپؐ کو دیکھا تھا ان کا شمار بھی صحابہؓ میں ہے ان میں سائب بن یزید اور عبید اللہ بن ثعلبہ بن ابی صُعَیر بھی ہیں یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تھے آپؐ نے ان کے لیے اور ایک اور جماعت کے لیے ۔ جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی۔ دعا فرمائی تھی۔ ان میں حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہؓ اور ابو جحیفہ وہب بن عبد اللہؓ بھی ہیں انہوں نے آپؐ کو طواف کے وقت اور زمزم کے پاس دیکھا تھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت بھی صحیح ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَاِنَّمَا هُوَ جِهَادٌ	کہ فتح ہو چکنے کے بعد کوئی ہجرت کا موقعہ نہیں
وَّنِيَّةٌ	(رہا) البتہ جہاد اور سچی نیت کافی ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۲، ۲۳، ۲۴، بتغیر یسیر)

امام حاکمؒ فرماتے ہیں اس باب میں اگر ہم تمام روایات اور اسانید جمع کریں تو ایک مستقل

؎ یہ بعض کی حکایت ہے اس سے مجال انکار نہیں ورنہ اکثریت ایمان پر ثابت قدم رہی۔ کما تقدم۔

متعدد کمالات میں مشاہیر صحابہؓ

۱۔ علماء و فقہاء صحابہؓ
- حضرت ابوبکرؓ
- عمر فاروقؓ
- عثمان غنیؓ
- علی المرتضیٰؓ
- عبداللہ بن مسعودؓ
- معاذ بن جبلؓ
- ابوموسیٰ اشعریؓ
- حضرت عائشہؓ

۲۔ کثیر الروایہ صحابہؓ
- حضرت ابوہریرہؓ
- حضرت عائشہؓ
- عبداللہ بن عمرؓ
- عبداللہ بن عباسؓ
- جابر بن عبداللہؓ
- حضرت انسؓ
- ابوسعید خدریؓ

۳۔ قراء صحابہؓ
- حضرت ابوبکرؓ
- حضرت عثمانؓ
- حضرت ابن مسعودؓ
- ابی بن کعبؓ
- زید بن ثابتؓ

۴۔ زہاد صحابہؓ
- ابوبکر صدیقؓ
- عمر فاروقؓ
- عثمان غنیؓ
- علی المرتضیٰؓ
- حضرت ابوذرؓ
- سلمان فارسیؓ
- ابوالدرداءؓ
- سعید بن زیدؓ

۵۔ تدبر و سیاست میں لاثانی صحابہؓ
- حضرت ابوبکرؓ
- حضرت عمرؓ
- حضرت حسنؓ
- حضرت معاویہؓ
- مغیرہ بن شعبہؓ
- عمرو بن العاصؓ

۶۔ اسخیاء صحابہؓ
- حضرت ابوبکر صدیقؓ
- حضرت عمر فاروقؓ
- حضرت عثمان غنیؓ
- حضرت علی المرتضیٰؓ
- عبدالرحمٰن بن عوفؓ
- ابوقتادہ انصاریؓ
- ابوطلحہؓ

۷۔ جنگی بہادر صحابہؓ
- حضرت حمزہؓ
- حضرت علیؓ
- حضرت عمرؓ
- سعد بن ابی وقاصؓ
- حضرت طلحہؓ
- حضرت زبیرؓ
- حضرت ابوعبیدہؓ
- حضرت خالدؓ
- براء بن عازبؓ

۸۔ فاتح جرنیل صحابہؓ
- حضرت عمرؓ
- حضرت علیؓ
- سعد بن ابی وقاصؓ
- حضرت خالدؓ
- ابوعبیدہ بن الجراحؓ
- مثنیٰ بن حارثہؓ
- نعمان بن مقرنؓ
- عمرو بن العاص
- معاویہ بن ابی سفیانؓ
- یزید بن ابی سفیانؓ
- عبداللہ بن زبیرؓ
- عبداللہ بن عامرؓ
- ولید بن عقبہؓ
- ابن ابی سرحؓ

۹۔ شہداء و مظلوم صحابہ کرامؓ
- حضرت عثمانؓ
- حضرت جعفر طیارؓ
- زید بن حارثہؓ
- عبداللہ بن رواحہؓ
- حنظلہؓ
- حمزہؓ
- عبداللہ ذوالبجادینؓ
- مصعب بن عمیرؓ
- عبداللہ بن جبیرؓ
- بلالؓ
- صہیبؓ
- خبابؓ
- عمارؓ
- یاسرؓ
- سمیہؓ

۱۰۔ خدام رسول صحابہ کرامؓ
- حضرت ابن مسعودؓ
- حضرت انسؓ
- حضرت بلالؓ
- حضرت ابوبکر صدیقؓ

رضی اللہ عنہم اجمعین

باب چہارم

اجماع امت اور عدالت صحابہ کرامؓ

ائمہ سلف و خلف اور تمام اہل سنت والجماعت کا اس عقیدہ پر اجماع چلا آرہا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضؓ بغیر کسی استثناء کے عادل اور واجب التعظیم والاحترام ہیں ان کی روایت بلاچون و چرا قابل قبول اور واجب التسلیم ہے ان میں سے کسی پر بھی طعن کرنا جائز نہیں۔ ان کے آپس کے مشاجرات کی بحث سے رکنا چاہیئے۔ ہاں ان کے دامن کی صفائی بیان کرنے کے ذکر میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ نیت صحیح ہو۔ ان کی اجتہادی خطاؤں کی صحیح تاویلیں ہیں۔

نیز یہ کہ اس پر بھی وہ ماجور ہوں گے کیونکہ حدیث نبوی میں آیا ہے کہ جب مجتہد اجتہاد کرے اگر اجتہاد صحیح نکلے تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر غلط ہو جائے تو اس کو ایک اجر ملے گا۔ (بخاری و مسلم)۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضؓ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کے صراحۃً اور بقیہ صحابہ رضؓ کے احادیث نبویہ کے ضمن میں کئی ارشادات گزر چکے ہیں اس باب کا افتتاح ہم سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود المتوفی ۳۲ھ رضی اللہ عنہ کے اس سنہری فرمان سے کرتے ہیں

۱۔ عن ابن مسعود قال من کان مستنًا فلیستن بمن قد مات فان الحی لا تؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد صلی

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت کا اتباع کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ فوت شدہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلے اس لیے کہ زندہ پر فتنہ کا اندیشہ رہتا ہے۔

الله عليه وسلم كانوا افضل هذه الامة وابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تكلفا اختارهم الله لصحبة نبيه ولاقامة دينه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم على اثرهم وتمسكوا بما استطعتم من اخلاقهم وسيرهم فانهم كانوا على الهدى المستقيم ۔

(رواہ رزین بحوالہ مشکوٰۃ ص۳۲)

ایسے بزرگان دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ہی ہیں جو سب امت سے افضل سب امت سے زیادہ پاکیزہ دلوں والے سب امت سے بڑھ کر گہرے اور ٹھوس علم والے اور سب سے کم تکلف والے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی صحبت کے لیے اور دین کی اقامت اور سربلندی کے لیے چن لیا۔ ان کی فضیلت کو پہچانو، ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور انکے اخلاق اور سیرت کو حتی الوسع اپنانے کی کوشش کرو کہ وہ سیدھی راہ پر گامزن تھے

چار مذاہب کے ائمہ کی شہادت :۔

اب حضرات ائمہ اربعہ متبوعین رح کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

۲۔ امام اعظم نعمان بن ثابت ابوحنیفہ رح المتوفیٰ (۱۵۰ھ) قرآن وسنت کے بعد بلا استثناء صحابہ کرام رضؓ کے اقوال کو دین میں حجت سمجھتے تھے۔ کسی مسئلہ میں اگر کسی صحابیؓ سے کچھ مروی ہوتا تو اپنا اجتہاد وراۓ چھوڑ دیتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رح کا یہ قول مشہور ہے

اٰخذ بكتاب الله فان لم اجد فبسنة رسول الله فان لم اجد فبقول الصحابة اٰخذ بقول من شئت منهم ولا اخرج عن قولهم الى غيرهم ۔

(تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص۴۵۰ ومناقب ابی حنیفہ رح للذہبی)

میں پہلے کتاب اللہ سے استدلال کرتا ہوں اگر اس میں مجھے دلیل نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں اور اگر اس میں بھی مجھے دلیل نہ ملے تو میں حسب مرضی صحابہ کرامؓ کے اقوال سے استدلال کرتا ہوں اور ان کا قول چھوڑ کر دوسروں کے قول کی طرف نہیں جاتا۔

سنن الکبریٰ للبیہقی میں امام شافعی رح المتوفیٰ (۲۰۴) سے منقول ہے۔

...شافعی رحمه الله ما كان ... والسنة، موجودين ... عند من سمعهما ...وع الا باتباعهما فاذا لم ... ذالك صرنا الى اقاويل ...اب النبي صلى الله عليه ...او واحد منهم (الى ان) ... فاذا لم يوجد عن الائمة ...حاب رسول الله صلى الله عليه ...لم في الدين في موضع الامانة اخذنا بقولهم وكان ...باعهم اولى بنا من اتباع من بعدهم ۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں جب تک قرآن سنت میں دلیل موجود ہو تو اس کا علم رکھنے والے کو قرآن وسنت کی اتباع کے بغیر چارہ نہیں، اور اگر قرآن وسنت میں دلیل نہ ہو تو ہم صحابہ کرامؓ کے سب اقوال کی طرف یا ان میں سے کسی ایک کے قول کی طرف رجوع کریں گے۔ (کچھ آگے فرماتے ہیں) جب ائمہ (خلفاء راشدینؓ) سے کچھ ثبوت نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہؓ دین کے امین ہیں ہم ان کے اقوال لیں گے اور صحابہ کرامؓ کی اتباع دوسروں کی اتباع کی بہ نسبت ہمیں زیادہ مناسب ہے

(ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص۶۴ فصل دوم لوازم خلافت خاصہ)

۴۔ حنفیہؒ کی اصول سرخسی جلد ۲ ص۱۰۶ پر امام مالک رح المتوفیٰ (۱۷۶ھ) کا بھی یہی مذہب بتایا ہے۔ امام مالک رح کو صحابہؓ کی تکریم کا خاص اہتمام تھا چنانچہ قاضی عیاضؒ اور ملاعلی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں

"امام مالک فرماتے ہیں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کو برا بھلا کہا خواہ ابوبکر عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم ہوں یا حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ ہوں اگر یوں کہا کہ وہ کافر اور گمراہ تھے تو یہ واجب القتل ہے اور اگر عام لوگوں جیسی گالی دے تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے۔"

(شرح شفاء لملاعلی قاری جلد ۲ ص۵۵۶)

۵۔ الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول ص۵۷۳ پر علامہ ابن تیمیہؒ امام احمد بن حنبل رح المتوفیٰ (۲۴۱ھ) سے نقل فرماتے ہیں۔

خیر الامۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر بعد ابی بکر وعثمان بعد عمر وعلی بعد عثمان ووقف قوم وھم خلفاء راشدون مھدیون ثم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد ھؤلاء الاربعۃ خیر الناس لا یجوز لاحد ان یذکر شیئاً من مساویھم ولا یطعن علی احد منھم بعیب ولا نقص فمن فعل ذالک فقد وجب تادیبہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب ... سے افضل حضرت ابوبکر رضؓ ہیں۔ ابوبکر رضؓ کے ... عمر رضؓ ہیں عمر رضؓ کے بعد عثمان رضؓ ہیں عثمان ... بعد علی رضؓ ہیں۔ (رضی اللہ عنہم) (آخری قول میں) ایک جماعت نے توقف ... ہے یہ ہدایت یافتہ خلفاء راشدینؓ تھے ... چار حضرات کے بعد سب صحابہ کرامؓ سب ... سے افضل ہیں کسی کو جائز نہیں کہ ان کی برائی ... کرے۔ کسی میں کوئی عیب اور نقص کی وجہ ... اعتراض نہ کرے جس نے ایسا کیا اسے ... دینی واجب ہے۔

(قال فی الرسالۃ التی رواھا ابو العباس محمد بن یعقوب الاصطخری)

یہ تصریحات عدالت صحابہ کرام رضؓ کو متضمن اور مستلزم ہیں کما لا یخفیٰ۔

محدثین کرام رحؒ کی شہادت :۔

۶۔ امام سفیان ثوری رحؒ المتوفیٰ (۱۶۷ھ) سے منقول ہے۔

قال عبد اللہ بن ھاشم الطوسی حدثنا وکیع قال سمعت سفیان یقول فی قولہ تعالیٰ قل الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ" قال ھم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم

عبد اللہ بن ہاشم طوسی کہتے ہیں کہ ہم سے ... بن الجراح نے سفیان ثوری سے یہ نقل کیا ... اس آیت کا مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ ... کے صحابہ رضؓ قرار دیتے تھے" آپ کہیئے سب ... تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اللہ کے ان ... پر سلامتی ہو جن کو اس نے پسند کر لیا ہے۔

(الاصابہ لحافظ بن حجر جلد ۱ ص ۱۲)

۷۔ قال سھل بن عبد اللہ التستری

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحؒ المتوفی

... بہ علما وزھدا ... لم یؤمن برسول صلی اللہ علیہ وسلم ... لم یوقر اصحابہ۔

کہتے ہیں جو علم و زہد اور جلالۃ شان میں مشہور ہیں" کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ کی تعظیم نہیں کی وہ صحیح طور پر حضور علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا۔

(رسالہ تائید مذہب اہل سنت ص ۵۲ از مجدد الف ثانی رحؒ)

علامہ مبارک بن محمد بن اثیر جزری رحؒ المتوفی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں۔

الصحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین عدول بتعدیل اللہ عز وجل ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحتاجون الیٰ بحث عن عدالتھم وعلیٰ ھذا القول معظم المسلمین من الائمۃ والعلماء من السلف والخلف۔

سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعدیل کر دی ہے ان کی عدالت کے متعلق بحث کرنے کی حاجت نہیں اسی اعتقاد پر مسلمانوں کے سربرآوردہ ائمہ کرامؓ اور متقدمین متاخرین علماء کرام چلے آ رہے ہیں۔

(جامع الاصول من احادیث الرسول جلد ۱ ص ۲۳)

۹۔ حافظ محی الدین ابو زکریا بن شرف النووی رحؒ المتوفی (۶۷۱ھ) رقم طراز ہیں۔

ولھذا اتفق اھل الحق ومن یعتد بہ فی الاجماع علیٰ قبول شھاداتھم ورواياتھم وکمال عدالتھم رضی اللہ عنھم اجمعین۔

اس لیے اہل حق جماعت اور جن کا اجماع معتبر ہے صحابہ کرامؓ کی مروی احادیث کی قبولیت ان کی شہادت کی صداقت اور کامل عدالت پر متفق ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو چکا۔

(شرح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۲)

۱۰۔ حافظ ابو عمر و یوسف بن عبد اللہ المعروف بابن عبد البر رحؒ المتوفی (۴۶۳ھ) الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب کے آغاز میں لکھتے ہیں۔

" سنن نبویہ کی حفاظت اور معین اسباب میں سے ان حضرات کی معرفت بھی ہے جنہوں نے سنن نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم) اپنے نبی سے نقل کر کے

سب لوگوں تک پہنچایا ہے۔ اور اس کی کما حقہٗ حفاظت اور تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ آپؐ کے صحابہ کرام رضؓ اور حواری ہیں کہ انہوں نے سنت کو محفوظ کیا اور اسلام و مسلمانوں کی خیر خواہی سمجھ کر اس فریضہ کو ادا کیا حتیٰ کہ ان کی نقل اور روایت سے دین مکمل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی حجت مسلمانوں پر ثابت ہوگئی۔ یہی لوگ سب سے افضل اور سب امت سے بہتر تھے جو لوگوں کی تبلیغ کے لیے بھیجی گئی۔ ان تمام کی عدالت ثابت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ثناء و تعریف بیان کی ہے ان لوگوں سے بڑھ کر کوئی عادل نہیں ہوسکتا جن کو اللہ نے اپنے نبیؐ کی صحبت اور مدد کے لیے چن لیا۔ اس سے بڑھ کر نہ کوئی تزکیہ کا مقام ہوسکتا ہے اور نہ ثبوت عدالت اس سے اکمل طریقے سے ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں محمد رسول اللہ۔ الخ "

آگے اسی کتاب کے صہ ۹ پر لکھتے ہیں۔

وان كان الصحابة رضي الله عنهم قد كفينا البحث عن احوالهم لاجماع اهل الحق من المسلمين وهم اهل السنة والجماعت على انهم عدول۔

اگرچہ سب صحابہ رضؓ کے بارے میں ہم کافی بحث کر چکے ہیں کیونکہ اہل حق مسلمانوں کا۔ جو اہل سنت والجماعت ہی ہیں اس پر اجماع ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں۔

۱۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحؒ المتوفیٰ (۸۵۲ھ) الاصابہ جلد ۱ صہ ۱۰ پر لکھتے ہیں۔

وقال ابو محمد ابن حزمؒ الصحابة كلهم من اهل الجنة قطعا۔ قال الله تعالیٰ لا يستوي منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآية وقال تعالیٰ ان الذين سبقت لهم منا الحسنىٰ۔ اولئك عنهم

علامہ ابو محمد حافظ ابن حزمؒ کہتے ہیں کہ سب صحابہ کرام رضؓ اہل جنت سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" جس نے فتح مکہ سے پہلے انفاق و قتال کیا وہ اس کے برابر نہیں جس نے بعد میں انفاق و قتال کیا۔ الآیہ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جن لوگوں سے ہماری طرف سے بھلائی

ـدون فثبت ان الجميع ـا اهل الجنة لانهم ـاطبون بالآية السابقة

کا وعدہ ہوچکا ہے۔ یہ لوگ آگ سے دور رکھے جائیں گے پس ثابت ہوا کہ تمام صحابہ رضؓ اہل جنت میں سے ہیں اسلیئے کہ آیت سابقہ میں وہی (فتح مکہ سے قبل اور بعد والے مومن) مخاطب ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ آیت مذکورہ میں انفاق اور قتال کی قید اور ایسے ہی احسان کی قید ـاتا ہے کہ جو صحابی ان صفات سے موصوف نہ ہو یہ آیت اسے شامل نہ ہو حالانکہ صحابہ رضؓ کے ـی ہونے کے لیے یہ صریح آیتیں ہیں اسی لیے تو مازری نے شرح برہان میں لکھا ہے کہ "الصحابۃ ـول سے" ہر وہ صحابی مراد نہیں جسے ایک دن یا کبھی ایک ساعت آپؐ کی زیارت نصیب ہوئی ـ یا کسی اور غرض سے آپؐ کی خدمت میں آیا اور چلا گیا ہو، بلکہ اس سے وہ صحابہ رضؓ مراد ہیں جو ـانی عرصہ آپؐ کی خدمت میں رہے آپؐ کی توقیر اور نصرت کی اور آپؐ پر نازل شدہ نور کی پیروی کی" تو علامہ ابن حزم رحؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔

والجواب عن ذالك ان التقييدات المذكورة اخرجت تخرج الغالب والا فالمراد بالانفاق والقتال بالفعل او القوة۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ قیدیں تغلیبی طور پر لگائی گئی ہیں کہ اکثر صحابہ کرام رضؓ انفاق اور قتال کرتے تھے) ورنہ انفاق و قتال سے مراد عام ہے۔ بالفعل کیا ہو یا بالقوۃ کرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔

اور حافظ ابن حجر رحؒ بھی اس قول کا تخطیہ یوں کرتے ہیں۔

" کہ مازری کے اس قول کی کسی نے موافقت نہیں کی بلکہ محققین اور فضلاء کی ایک جماعت نے اس پر طعن کیا ہے شیخ صلاح الدین علائی کہتے ہیں کہ مازری کا یہ قول نادر ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام رضؓ جو صحابیت اور روایت میں مشہور ہیں ان کو عادل نہ کہا جائے جیسے وائل بن حجر مالک بن الحویرث اور عثمان بن ابی العاص وغیرہم رضی اللہ عنہم۔ جو آپؐ کی خدمت میں وفد کی صورت میں حاضر ہوتے تھے اور تھوڑی دیر ٹھہر کر چلے گئے تھے۔ اور

اسی طرح اس قول سے وہ صحابہؓ بھی عادل نہ ہوں گے جن کی روایت حدیث صرف ایک ہے یا آپؐ کی خدمت میں ان کی مقدار صحبت معلوم نہیں جیسے عرب کے قبائل وغیرہ"۔

والقول بالتعميم هو الذی صرح به الجمهور وهو المعتبر۔ (الاصابہ جلد ا ص١١)

تمام صحابہ کرامؓ کو عادل کہنے کی ہی جمہور علماء امت نے تصریح کی ہے اور یہی معتبر مسلک ہے۔

١٣١۔ خطیب بغدادی "الکفایہ فی علوم الروایہ" میں عدالت صحابہؓ پر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

" عدالت صحابہؓ کے موضوع پر احادیث بہت کثرت سے ہیں ان تمام کا تقاضا یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ (منافی عدالت امور سے) طاہر ہوں اور قطعاً عادل اور برائیوں سے منزہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی ان کی عدالت پر شہادت کے بعد۔ جو ان کے باطن سے واقف ہے۔ کوئی صحابیؓ ثبوت عدالت میں کسی مخلوق کی تعدیل کا محتاج نہیں اور وہ اسی صفت پر سمجھے جائیں گے تا آنکہ کسی سے ایسے جرم کا ثبوت ہو جائے جو نافرمانی کے قصد ہی سے۔ بلا احتمال غیر ہو سکتا ہو۔ اور تاویل کی کوئی گنجائش نہ رہے تو عدالت کی نفی تسلیم کی جائے گی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے جرم کے ارتکاب سے بری اور ان کی شان کو اس سے برتر بنایا ہے۔

علاوہ ازیں بالفرض خدا اور رسولؐ کی جانب سے ان کی مذکورہ ثناء تعدیل نہ بھی ہوتی تو بھی ان کی مندرجہ ذیل سیرت ان کے قطعی عادل اور گناہوں سے صاف ہونے پر قوی شہادت تھی مثلاً ہجرت، جہاد فی سبیل اللہ، نصرۃ رسولؐ اپنی جان و اموال کی قربانی، اپنے آبا و اجداد کو اور اولاد کو قتل کرنا، دین کی خیر خواہی اور ایمان میں قوت اور پختگی وغیرہ۔

خلاصہ کلام یہ کہ ان کے بعد آنے والوں میں جن جن کا تزکیہ اور شہادت عدالت دی جائے گی۔ ان سب سے وہ افضل ہیں۔ یہی مذہب تمام علماء امت اور قابل اعتماد فقہاء کا ہے"۔

...د الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد ا ص٢ پر علامہ جزریؒ لکھتے ہیں۔

...ابۃ یشارکون سائر ...فی ذالك الا فی الجرح ...دیل فانهو کلهو عدول ...طرق الیهم الجرح لان الله ...وجل ورسوله۔ ...اهو وعدلهو وذالك ...هور لا یحتاج لذکره۔

صحابہ کرامؓ سب امور میں عام رواۃ کی صفات (حفظ اتقان وغیرہ) میں شریک ہیں مگر جرح تعدیل میں نہیں کیونکہ وہ سب کے سب عادل ہی ہیں ان پر جرح کی کوئی سبیل نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پاک صاف اور عادل قرار دیا ہے اور یہ مشہور چیز ہے جس کے ذکر کی حاجت نہیں

...ا۔ علامہ قرطبی مالکی محمد بن احمد الانصاریؒ المتوفی (٦١١ھ) لکھتے ہیں۔

...لت فالصحابة کلهو عدول ...ولیاء الله تعالیٰ واصفیاءه و ...خیرته من خلقه بعد ...نبیاءه ورسله هذا مذهب ...اهل السنة والذی علیه ...الجماعة من ائمة هذه الامة

میں کہتا ہوں سب صحابہ کرامؓ عادل اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے برگزیدہ بندے اور انبیاء اور رسل کے بعد اس کی سب مخلوقات سے افضل ہیں یہی اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور اس پر اس امت کے ائمہ کی ایک بڑی جماعت کا اعتقاد ہے (تفسیر قرطبی جلد ١٦ ص٢٩٩)

علماء اصول حدیث کی شہادت :۔

...۔ امام نووی اور جلال الدین سیوطیؒ المتوفیٰ (٩١١ھ) فرماتے ہیں

١٤ الصحابة کلهو عدول من لابس الفتن وغیرهو باجماع من یعتد به وقالت المعتزلة عدول الا من قاتل علیا وقیل اذا انفرد وقیل الا المقاتل والمقاتل له۔ وهذا

سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں فتنہ سے دوچار ہونے والے بھی اور دوسرے بھی اس پر معتمد ترین علماء کا اجماع ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے لڑنے والوں کے سوا سب عادل ہیں ایک قول یہ ہے کہ جب صحابیؓ تنہا روایت کرے (تو عادل شمار نہ ہوگا)

کلـه ليس بصواب احسانا للظن بهـو وحملا لهـو فی ذالك علی الاجتهـاد الماجور فيـه كلهـو منهـو ـ

ایک قول یہ بھی ہے کہ آپس میں لڑائی کرنے والے عادل نہیں۔ یہ سب اقوال درست نہیں تاکہ صحابہؓ سے حسن ظنی رہے اور ان مشاجرات کو اس اجتہادی پر محمول کیا جائے جس میں ہر ایک کو اجر و ثواب ملے گا۔

(تقریب مع شرح تدریب الراوی ص۴۰۰)

۱۷۔ سید قاسم الاندجانی المصباح ص۲۱۱ پر لکھتے ہیں۔

والصحابـة [illegible] رضی الله عنهـو سـواء [illegible] من لابس الفـتن ومن لـو يلابسهـا وذالك ممالا يشتبـه احـد من المسلمين الذين انتهـت عليهـو زعامة وعنهـو تصدر الاراء والحجج

سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں خواہ فتنہ میں شریک ہوتے ہوں یا نہ۔ اور یہ وہ عقیدہ ہے جس میں کسی ایسے مسلمان کو اشتباہ نہیں جن پر مسلمانوں کی قیادت ختم ہے اور انہی سے شرعی دلائل اور آراء منقول ہوتی ہیں۔

۱۸۔ علامہ ابن صلاح ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰنؒ المتوفی (۶۴۳ھ) اپنے رسالہ "علوم الحدیث" المعروف بمقدمہ ابن صلاح ص۲۶۴ میں لکھتے ہیں۔

الثانيـة للصحابـة باسـرهـو خصيـصـة وهی انه لا يُسئل عن عدالـة احـد منهـو بل ذالك امـر مفـروغ عنـه لكونهـو علی الاطلاق معـدلين بنصوص الكتاب والسنـة واجماع من يعتـد بـه فی الاجماع من الامـة

(دوسرا فائدہ) سب صحابہ کرامؓ کی ایک خصوصیت ہے وہ یہ کہ کسی کی عدالت کے متعلق (بازپرس کا) سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ مسلّمہ شدہ ہے کیونکہ وہ مطلق کتاب و سنت کی نصوص اور تصریحات اور امت کے قابل اعتماد علماء کے اجماع سے عادل ہیں۔

پھر چند احادیث اور آیات قرآنیہ پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

"تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت پر سب امت متفق ہے اور جو فتنہ میں مبتلا ہوئے

[illegible]ع میں قابل اعتماد علماء کے اجماع سے وہ بھی عادل ہیں ان پر حسن ظنی رکھتے ہوئے اور جو کچھ ان [illegible]ے لیے فضائل منقول ہیں ان پر نظر رکھتے ہوئے یہ عقیدہ ضروری ہے گویا اللہ تعالیٰ نے ان [illegible] عدالت پر اجماع قائم کرا دیا کیونکہ وہ شریعت کے نقل کرنے والے ہیں (علوم الحدیث ص۲۶۵)

[illegible]۔ علی بن محمد علامہ سخاویؒ المتوفی (۶۶۳ھ) فتح المغیث جلد ۴ ص۳۵ پر رقم طراز ہیں۔

[illegible]ن للصحابة شرفا عظيما يمنـع [illegible]احبها ميزة خاصة وهی ان جميـع الصحابة عنـد من يعتـد بـه من اهـل السنـة سـواء من لابس الفتن منهـو ولـو يلابـس عـدول ـ

صحابہ کرامؓ کے لیے ایک بڑا شرف ہے۔ جو صحابیؓ کو خاص امتیاز بخشتا ہے وہ یہ ہے کہ جمیع صحابہ کرامؓ قابل اعتماد علماء اہل سنت کے نزدیک عادل ہیں خواہ فتنہ سے دوچار ہوئے ہوں یا نہ۔

(کما فی باعث الحثیث ص۲۰۵)

۲۰۔ علامہ محمد بن اسماعیل حسنیؒ (امیر یمانی) المتوفی ۱۱۸۲ھ لکھتے ہیں۔

ومن مهـمات هـذا الباب ای باب معـرفـة الصحـابـة القول بعدالـة الصحـابـة كلهـو فی الظاهـر۔ اعلو انه استـدل الحافظ بن حجـر فی اول كتاب الاصابـة علی عدالـة جملـة الصحـابـة اتفق اهل السنـة علی ان الجميـع عدول ولو يخالف فی ذالك الاشـذوذ من المبتـدعـة ـ

معرفۃ الصحابہ کے باب کے اہم مسائل میں سے یہ مسئلہ بھی ہے کہ ظاہراً تمام صحابہؓ کی عدالت کا اعتقاد رکھا جائے۔ جاننا چاہیے کہ حافظ بن حجر نے "اصابہ" کے شروع میں تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت پر (آیات قرآنیہ سے) استدلال کیا ہے تمام اہل سنت اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ عادل ہیں اور اس میں اہل سنت سے اختلاف صرف اہل بدعت کے چند افراد نے کیا ہے۔

(توضیح الافکار جلد ۲ ص۴۳۴)

۲۱۔ مولانا عبدالعزیز فرہاروی المتوفی (۱۳۰۰ھ) کوثر النبی ص۹۷ میں لکھتے ہیں۔

اجمـع اهـل السنت علی ان الصحابة كلهـو عـدول ـ

تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

علماء اصول فقہ کی شہادت :-

۲۲- شیخ محمد خضریؒ کی کتاب اصول فقہ ص۲۱۸ پر ہے۔

الصحابة کلھم عدول

سب صحابہ کرامؓ عدول ہیں

۲۳ مسلم الثبوت ص۱۹۴ میں علامہ بہاریؒ لکھتے ہیں

الاکثر الاصل فی الصحابة العدالة

اکثر امت کا مذہب ہے کہ صحابہؓ میں عدالت اصل ہے

۲۴- علامہ ابن حاجبؒ کی تالیف شرح "مختصر المنتہیٰ" جلد ۲ ص۶۷ پر ہے۔

الاکثر علی عدالة الصحابة اقول اکثر الناس علی ان الصحابة عدول

امت کی اکثریت عدالت صحابہؓ کی قائل ہے میں کہتا ہوں کہ اکثر لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہؓ عادل ہیں۔

یہاں الاکثر اور اکثر الناس سے مراد جمیع امت کی اکثریت ہے اہل سنت کی اکثریت مراد نہیں کیونکہ اہل سنت تو سب کے سب عدالت جمیع صحابہؓ کے قائل ہیں۔

۲۵- مسلم الثبوت کی شرح فواتح الرحموت جلد ۲ ص۴۰۱ پر ہے۔

ان عدالة الصحابة مقطوعة لا سیما اصحاب بدر و بیعة الرضوان کیف لا وقد اثنی اللہ تعالیٰ علیھم فی مواضع عدیدة من کتابہ وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضائلھم غیر مرة۔

صحابہ کرامؓ کی عدالت قطعی ہے خصوصاً اصحاب بدر اور بیعت رضوان والوں کی قطعی کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت سے مقامات پر ان کی تعریف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ ان کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر بحث عدالت صحابہؓ میں فرماتے ہیں

" جاننا چاہیئے کہ ان تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت قطعی ہے جو جنگ بدر اور بیعت الرضوان میں شریک رہے۔ کسی مومن کے لائق نہیں کہ ان کی عدالت میں شک کرے بلکہ جو لوگ فتح مکہ سے قبل ایمان لائے وہ بھی قطعی عادل اور مہاجرینؓ و انصارؓ

میں داخل ہیں۔ البتہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے والوں میں اشتباہ ہے کیونکہ کچھ ان میں سے مؤلفة القلوب (جن کو مال دے کر اسلام کی طرف مائل کیا گیا) ہیں اور انہی کے بارے میں اختلاف ہے ہمارے ذمے واجب ہے کہ انکا ذکر بھلائی ہی سے کریں۔ خوب سمجھ لو!"

لیکن ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والوں کا معاملہ متوقف اور مشتبہ ہونا صحیح نہیں ہے کیونکہ سورۃ حدید کی آیت کریمہ "لا یستوی منکم من انفق الخ" قطعیت سے ان کے جنتی ہونے پر دلالت کرتی ہے اور مؤلفة القلوب بھی کامل الایمان تھے۔

اولاً اس لیے کہ اگر ان کو مذبذب یا مشکوک الایمان سمجھا جائے تو وہ زکوٰۃ کا مصرف کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ مصارف زکوٰۃ کے لیے مسلم ہونا شرط ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ تالیف قلوب کے اس طرز نے ان کو مزید پختہ اور اسلام کا وفادار بنا ہی دیا ورنہ تالیف قلوب کی مشروعیت اور اس پر عمل درآمد کا کوئی فائدہ نہیں (فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة)۔

علماء علم عقائد و کلام کی شہادت :-

اب علماء متکلمین و عقائد کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۲۶- محقق ابن ہمامؒ کی تحریر الاصول اور اس کی شرح تقریر الاصول جلد ۲ ص۲۶ پر ہے

علی ان ابن عبد البرؒ حکی اجماع اھل الحق من المسلمین وھو اھل السنة والجماعة علی ان الصحابة کلھم عدول۔

علاوہ ان دلائل کے علامہ ابن عبدالبرؒ نے اہل حق مسلمانوں کا۔ جو اہل السنت والجماعت ہی ہیں۔ اس عقیدہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں۔

پھر آگے لکھتے ہیں۔

۲۷- وقال السبکی: والقول الفصل انا نقطع بعدالتھم من غیر التفات الی ھذیان الھاذین

علامہ سبکی المتوفیٰ (۷۷۱ھ) کہتے ہیں کہ فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کی عدالت کے قطعیت کے ساتھ قائل ہیں اور بکواسیوں

وزيغ المبطلين وقد سلف اكتفاؤنا في العدالة بتزكية الواحد منا فكيف بمن زكاهم علام الغيوب الذي لا يعزب عن علمه مثقال ذرة في الارض ولا في السماء في غير آياته ۔ اهـ

کی بکواس اور باطل پرستوں کی گمراہی کی طرف ذرہ توجہ نہیں کرتے ۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے جیسے ایک آدمی کے تزکیہ کرنے سے راوی عادل سمجھا جاتا ہے پس وہ لوگ کیسے عادل نہ ہوں جن کا تزکیہ اس علام الغیوب نے کئی آیات میں کیا ہے جس کے علم سے ذرہ برابر کوئی چیز زمین یا آسمان میں مخفی نہیں ۔

۲۸ ۔ ملا علی قاریؒ المتوفیٰ ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں ۔

ولذالك ذهب جمهور العلماء الى ان الصحابة كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلى وكذا بعدها ولقوله عليه السلام اصحابي كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم ۔

اسی لیے جمہور علماء کا یہی مذہب ہے کہ سب صحابہ کرامؓ عادل ہیں حضرت علی و عثمان (رضی اللہ عنہما) کے فتنہ[1] سے پہلے والے بھی اور اسی طرح بعد والے بھی اور نیز اس لیے بھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے میرے ساتھی ستاروں کی مثل ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔

۲۹ ۔ علامہ ابن ہمام کمال الدینؒ المتوفیٰ ۸۰۶ھ اور کمال الدین بن شریف المتوفیٰ ۹۰۴ھ المسامرہ شرح مسایرہ ص۳۱۳ میں لکھتے ہیں ۔

واعتقاد اهل السنت والجماعة تزكية جميع الصحابة رضى الله عنهم وجوبا باثبات العدالة

تمام اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ سب صحابہ کرامؓ یقینی طور پر تزکیہ شدہ اور عادل ہیں ان کی بدگوئی سے رکنا واجب ہے ۔ ان کی

[1] ۔ حضرت علیؓ و عثمانؓ کے فتنہ سے مراد ۔ قصاص خون عثمان کے سلسلہ میں واقع ہونیوالی جنگ جمل و صفین ہیں ایک گروہ حضرت عثمانؓ کی حمایت میں قصاص کا طالب دوسرا حضرت علیؓ کا حامی اسلیئے فتنہ کی نسبت انکی طرف کی گئی ورنہ ان دونوں حضرات میں بذات خود کوئی نزاع یا جھگڑا نہ تھا ۔ فافہم ۔

منهم والكف عن الطعن عليهم ... اثنى الله سبحانه وتعالى ... يهم ۔

تعریف کرنی ضروری جیسے اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے ۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ المتوفیٰ ۹۷۴ھ لکھتے ہیں ۔

"معلوم ہونا چاہیئے کہ جس مسئلہ پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ ہر مسلم پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کا تزکیہ (اور احترام) یوں کرے کہ انکے لیے عدالت کا اعتقاد رکھے ۔ ان کی بدگوئی سے رکے ۔ ان کی مدح و ثناء کرتا رہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے ۔ ان میں سے ایک یہ ہے "(اے صحابہ) تم سب امت سے بہتر ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لیے بنائی گئی ہے "۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں پر ان کی فضیلت ثابت کی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ان کی فضیلت پر اس شہادت کے برابر کوئی شہادت نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اور ان سے صادر ہونے والے جمیع اعمال حسنہ کو خوب جانتے ہیں بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں سب امتوں سے افضل ہونے کی گواہی دی تو ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اس پر اعتقاد رکھے اور اس پر ایمان لاتے ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کی اس خبر دینے میں تکذیب کرے گا ۔ اور بلاشبہ جو شخص بھی کسی ایسی چیز کی حقیقت میں ۔ جس کی خبر اللہ اور اس کے رسولؐ نے دی ہے ۔ شک کرے گا تو وہ تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ٹھہرے گا ۔" (الصواعق المحرقۃ لاھل الزندقۃ)

قارئین کرام ! خوف ہے کہ ایک ہی قسم کے اقوال آپ پڑھتے پڑھتے کہیں اکتا نہ جائیں بقول شاعر ؎

اندکے پیش تو گفتم حال دل ترسیدم
کہ آزردہ شوی ورنہ دبرا جائے سخن بسیار است

اس لیے ہر صنف کے علماء کے اقوال میں سے صرف دو چار کے لکھنے پر اکتفا کیا ہے اور

عقل مند آدمی کے لیے یہی کافی ہیں اور ہٹ دھرم اور معاند کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں ورنہ صحابہ کرامؓ کی عدالت اور ان کی عزت و تکریم کے ضروری ہونے پر اتنی اکثریت سے علماء امت کی تصریحات موجود ہیں۔ کہ ان کو جمع کرنے سے ایک ضخیم جلد تیار تو ہو جائے مگر وہ ختم نہ ہوں اس مختصر سے رسالہ میں اتنی گنجائش ہی کہاں ؟ کہ صحابہ کرامؓ کے فضائل و محامد پر مشتمل مواد کا عشر عشیر بھی سمیٹ سکے ؎

داماں نگاہ تنگ گل حسن تو بسیار　　گل چین بہار توز داماں گلہ دارد۔

الغرض ہر مکتب فکر کے علماء امت نے صحابہ کرامؓ کے دربار میں خراج تحسین پیش کیا ہے مفسرین و محدثین نے اس لیے کہ ذخیرہ حدیث و تفسیر کے راویان اول اور انہیں حدیث و تفسیر سے ربط آشنائی دینے والے صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ فقہاء اور علماء اصول نے اس لیے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی مرویات اور اقوال طیبہ سے خوشہ چینی کر کے اجتہاد و استنباط کا ملکہ پایا اور ان کے متعلق قوانین مدون کیے۔

متکلمین اور علماء عقائد نے اس لیے بحث کی تاکہ قرآن و سنت کے ان پاسبانوں کو دشمن کے حملہ سے محفوظ رکھا جائے اور اہل حق کا اہل باطل سے امتیاز بھی ہو جاتے۔ علماء رجال اور مورخین نے اس لیے مدح سرائی کی کہ صحابہ کرامؓ کی سوانح نگاری اور ان کے پاکیزہ حالات نے ان کے فن اور خدمات کو جلا بخشی اور دنیا میں ان کا نام روشن کرایا بقول حضرت حسانؓ

ما ان مدحت محمداً بمقالتی　　ولکن مدحت مقالتی بمحمد۔

میں نے اپنی نظم میں حضورؐ کی تعریف نہیں کی ہاں آپؐ کے ذکر خیر سے اپنی نظم کی تعریف کر دی ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ ورسولہ عنہم اجمعین۔

تمام علماء اصول حدیث میں سے صرف صاحب تنقیح الازہار۔ جو شیعی زیدی مسلک کے ہیں۔ اور اس کے شارح ابراہیم وزیر یعنی امیر یمانی نے ایک دو صحابہؓ کو عدالت سے مستثنیٰ کیا ہے چنانچہ "الصحابۃ کلھم عدول" سے استثناء کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ الا من قام الدلیل علی انہ فاسق تصریح (توضیح الافکار ص ۴۳۶/۲)　(سب صحابہؓ عادل ہیں) مگر جس پر کوئی دلیل قائم ہو جائے کہ وہ صریح بے حکم تھا۔

پھر حضرت ولید بن عقبہؓ اور بسر بن ابی ارطاۃؓ کا ذکر کیا ہے اور امیر یمانی "روض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ص ۱۲۰" پر بھی عدالت صحابہؓ کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"محدثین نے جو یہ کہا ہے کہ سب صحابہؓ عادل ہیں تو یہ ظاہری سیرت کے اعتبار سے ہے جیسے ہم بیان کر چکے ہیں اور یہ ظاہر کی قید اس لیے ہے تاکہ جس نے بغیر تاویل کبیرہ کا ارتکاب کیا وہ نکل جائے جیسے ولید بن عقبہؓ۔ اور محدثین نے کہا ہے کہ سب صحابہؓ علی الاطلاق عادل ہیں اس لیے کہ تقریباً سبھی ایسے تھے اور بہت معمولی نادر اس سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ پس ایسا فاسق جس نے اس زمانہ میں اپنے عمل کی کوئی تاویل ظاہر نہیں کی وہ ایسا ہی ہے جیسے سفید رنگ کے بیل میں ایک آدھا بال کالا بھی ہو۔"

مگر ہم کہتے ہیں کہ ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ خلاف جمہور خلاف اجماع اہل حق ہے کسی نے بھی استثناء کو جائز قرار نہیں دیا۔ اور حضرت ولیدؓ یا حضرت بسر بن ابی ارطاۃؓ کو جن تاریخی روایات کی بنا پر غیر عادل کہا جاتا ہے وہ روایات مخدوش ہیں بلکہ اکثر مواد دشمنان اسلام و صحابہؓ روافض کی من گھڑت ہے نیز وہ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ۔ جو جمیع صحابہ کرامؓ کی عدالت پر روشن دلیلیں ہیں۔ کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ اگر کوئی روایت قابل اعتماد بھی ہو تب بھی وہ موؤل اور مصروف عن الظاہر ہو گی اور اس کا کوئی جائز مصداق اور محل ہو گا۔ کیونکہ اس کے ظاہری و ظنی مفہوم کی بدولت قرآن و حدیث اور اجماع کے قطعی الثبوت و قطعی الدلالت مفہوم کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں ہمارے معاصر محققین بھی یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ولیدؓ بن عقبہ پر شراب نوشی کا الزام کوفہ کے شریروں نے انتقامی طور پر لگایا تھا اور حضرت عثمانؓ کے سامنے انہوں نے گواہی دی تب ان پر حد جاری ہوئی بہرحال اصل الزام غلط ہے۔ دیکھیے عادلانہ دفاع حصہ اول از مولانا نور الحسن شاہ صاحب بخاری۔

ایسے ہی بسر بن ابی ارطاۃؓ کے متعلق ظلم و ستم، بچوں کو قتل کرنے مسلمان عورتوں کو اسیر

بنانے کی روایات وضعی داستان سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتیں جن کے موجد شیعہ ہیں۔

ایسی غیر معتبر روایات پر اعتماد کر کے ہم کیسے ایک صحابیؓ سے بدظن ہوں یا ان سے عدالت ساقط کر دیں جبکہ سب امت کا فیصلہ سب صحابہ کرامؓ کی عدالت کا ہے۔

مورخین کی ایسی ہی رطب و یابس روایات کے متعلق حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ المتوفیٰ (۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں۔

لان المورخین ینقلون ما خبث وطاب ولا یمیزون بین الصحیح والموضوع والضعیف واکثرھم حاطب لیل لا یدری ما یجمع فالاعتماد علی ذالك فی مثل ھذا المقام الخطر والطریق الوعر والمھمة القفر التی تضل فیه القطا وتقصر دونه الخطا مما لا یلیق بشان عاقل فضلا عن فاضل۔

(مختصر التحفہ الاثنیٰ عشریہ ص ۲۸۲)

(حضرت معاویہؓ پر سب علیؓ کے الزام کی طرف توجہ ہی نہ کی جائے) کیونکہ مورخین پاک ناپاک سب نقل کرتے ہیں۔ صحیح، من گھڑت اور کمزور روایات میں فرق نہیں کرتے ان کی اکثریت رات کو لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہے جو نہیں جانتا کہ (خشک و تر) کیا جمع کر رہا ہے۔ ایسے پرخطر مقام سنگین راستے اور بیابان جنگل میں جس میں پرندے بھی گم ہو جاتے ہیں۔ اور قدم وہاں پہنچنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایسی روایات پر اعتماد عقل مند کی شان نہیں چہ جائیکہ اہل علم و فاضل ایسا کرے۔ (واللہ الھادی)

مومن سُنّی کی نشانی

جو شخص حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کی محبت پر فوت ہوا اور عشرہ مبشرہؓ کے لیے جنت کی گواہی دی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر دعائے رحمت بھیجی تو اللہ پر حق ہے کہ اس کا مواخذہ نہ کرے۔

(قول سعید بن المسیبؒ سید التابعین۔ البدایہ)

عدالت حضرات صحابہ کرامؓ

تالیف: مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی

فاضل نصرۃ العلوم گوجرانوالہ و فاضل تخصص فی علوم الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

جس میں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ سیرت، اعلیٰ وارفع کردار فضائل و مناقب کو واضح کیا گیا ہے اور ان پر طعن و تنقید کی حرمت قرآن و سنت، اجماع امت اور مسلمہ کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہے اور ان پر قدیماً و حدیثاً جتنے اعتراضات کئے گئے ہیں علمی و تحقیقی پر ان کے دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں۔ مشاجرات صحابہؓ میں اہل سنت کا مسلک معتبر بیسیوں کتب سے مبرہن کیا گیا ہے۔ الغرض اس کتاب کا ہر سنی کے گھر عموماً اور علماء و طلبہ کے پاس ہونا ضروری ہے۔ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہے آج ہی منگوا کر صحابہ کرامؓ کے مقام کو سمجھیں اس مسئلہ پر اتنا کثیر و قیمتی مواد یکجا آپ کو کسی کتاب میں نہیں ملے گا۔ اکابر علماء نے اس کو بہت پسند کیا ہے۔

نوٹ: اہل سنت والجماعت کے مخیر حضرات اسکو غریب و نادار طلبہ اور دینی لائبریریوں میں تقسیم کر کے صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور اس سے مسلک اہل سنت کی تبلیغ کریں۔ ایسے حضرات کو معقول کمیشن دیا جائے گا۔

بڑا سائز صفحات ۳۶۸ کاغذ عمدہ گلیز۔ رنگین ٹائٹل قیمت

مکتبہ عثمانیہ نور باوا بازار خراداں گوجرانوالہ

۰۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں بہت سارے بدری و اصحاب حدیبیہ کی شرکت کا
دعویٰ مخدوش ہے بلکہ بقول البداء تیس بھی نہ تھے بلکہ ایک بھی نہ تھا ص ۲۶۸

۰۔ حضرت حسنؓ کو اپنے والد علیؓ سے سیاسی اختلاف رہا اور اپنے والد
کو مختلف اوقات میں نصائح ص ۲۷۲/۲۷۳

۰۔ حضرات علیؓ، طلحہ، ~~[illegible]~~ زبیر، عائشہ کا
نادم ہونا ص ۲۷۷ [illegible] ۲۷۹

۰۔ شیعہ کا اعتراض کہ [illegible] کے اصحاب رسول (العیاذ باللہ) کو [illegible] اپنا
سمجھیں گے [illegible]
کا جواب ص ۲۶۰

۰۔ حضرت معاویہؓ [illegible] حسنؓ، حسینؓ [illegible] ۳۰۱

۰۔ معاویہؓ سے [illegible]
[illegible] حضرت معاویہؓ [illegible]
[illegible] ص ۳۰۳ [illegible]

۰۔ تیس سال خلافت والی حدیث ظاہری معنی پر ساؤل ہے [illegible]
ص ۲۲۶ و ص ۳۰۶ تا ص ۳۰۸ و ص ۳۱۳

۰۔ حضرت معاویہؓ و حسنؓ کی بیعت [illegible] اوّل و آخر [illegible]
نہیں ہو سکتا ص ۳۱۰ (البداء) تاکہ دوسرے خلیفہ کو باطل کیا جائے۔

۰۔ حضرت معاویہؓ خلفائے راشدین میں شامل ہیں (ابن خلدون ص ۳۱۲)

الی ابن حاجی میاں محمد ساکن بغز پور تحصیل پلوال ضلع جہلم

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا

[illegible]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرہ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرام کا

جزو اول موسوم بہ

فضائل صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں

تالیف

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نور باڈا اے گوجرانوالہ پاکستان

- حضرت علیؓ کے لشکر میں اکثر منافق اور سبائی تھے اور وہ آپ کے نافرمان تھے ۱۸۲
- حضرت حسنؓ نے اپنے فرزند ان [illegible] حضرت معاویہؓ کو عمرو بن العاصؓ کا وکیل بنایا تھا ۲۰۴
- حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانا کفر ہے ۲۰۵
- ظاہر ہے کہ ہر مجتہد جنگ جمل و صفین میں مصیب تھا ۲۱۷
- اصحاب رسول کے اختلافات میں دخل اندازی اور حکم لگانا بے ادبی ہے ۲۱۶
- اصحاب رسول کے اختلافات ہوا و تعصب کی وجہ سے نہیں تھے نہ کینہ و عداوت سے ۲۱۶
- معتزلہ کا مذہب ہے کہ تمام اہل عراق و شام فاسق ہیں ۲۱۷
- معاویہؓ نے کہا کہ ہم علیؓ کو ان خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں اگر وہ قاتلان عثمانؓ سے قصاص لے لیں یا ہمارے حوالے کر دیں تو اہل شام میں سب سے پہلے معاویہ علیؓ کی بیعت کریگا ۲۲۰ البدایہ
- مؤرخین طبری، ابن کثیر، ابن خلدون وغیرہ کوئی معصوم نہ تھے ان سے کوتاہی اور غلطی ہوا ہے جو ہمارے لیے سند نہیں ۲۳۹
- شیعہ روافض کا کفر اور مختلف علماء کے فتاویٰ و اقرار ۲۴۳ تا ۲۵۱
- جو شیعہ (رافضی) کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے ۲۵۱ ابن تیمیہ
- ۲۵۱ انبیاء اور صحابہ کی عصمت کا فرق [illegible] صحابہ کی عصمت ۲۵۲
- اصحاب رسول کو گناہگار کہنا [illegible] ۲

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ

لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسند بنا دیا

صحابہ کرامؓ کے متعلق متفقہ اسلامی عقیدہ پر

شہرۂ آفاق کتاب عدالت حضرات صحابہ کرامؓ کا

جزوِ دوم موسوم بہ

فضائل صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم

قرآن و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں

تالیف:

مہر محمد میانوالوی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ نور باوا اگوجرانوالہ

طبع دوم ۱۹۸۲ء

ہدیہ بارہ روپے

مذہب اہل سنت کے تحفظ و فروغ کے جدید تقاضے

[illegible]

فہرست عدالت صحابہ کرام رضؓ (حصہ دوم)

باب پنجم

عنوان	صفحہ
ارشادات ائمہ اہل بیتؓ اور عدالتِ حضراتِ صحابہ کرام رضؓ	۱۸۱
حضرت علی رضؓ کے نہج البلاغہ وغیرہ سے ۱۰ ارشادات	۱۸۲
حضرت زین العابدینؒ کے ارشادات	۱۸۷
حضرت محمد باقرؒ کا ارشاد	۱۸۸
حضرت جعفر صادقؒ کے ارشادات	۱۸۹
صحابہ کرامؓ کی غیبت اور بدگوئی سے ممانعت۔	۱۹۱
حوالہ جات از تفسیر حسن عسکریؒ	۱۹۱
احادیث مرفوعہ نبویہ	۱۹۴
فائدہ بسلسلہ حدیث اصحابی کالنجوم	۱۹۷

باب ششم

عنوان	صفحہ
مشاجرات صحابہؓ میں اہل سنت والجماعت کا موقف	۱۹۸
معتمد ترین اکابر علماء امت کی ۳۰ تصریحات۔	
امام نوویؒ کی بے نظیر تقریر	۲۰۱
امام ابوالحسن اشعریؒ سے	۲۰۴
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے	۲۰۷
محقق ابن ہمام و امام اوزاعیؒ سے	۲۱۱
سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے	۲۱۳
امام بخاریؒ، ابوزرعہ رازی سے	۲۱۳
حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے	۲۱۴
حافظ ابن تیمیہؒ سے	۲۱۵
حضرت مجدد الف ثانیؒ سے	۲۱۶
امام شافعیؒ و عمر بن عبدالعزیزؒ سے	"
ابن حاجبؒ و ابن اثیر جزریؒ سے	۲۱۷
مذکورہ بالا اقتباسات کا تجزیہ	۲۱۹
خطاء اجتہادی کی چند مثالیں	۲۲۱
جمل وصفین کے شرکاء کی نجات پر حضرت علی رضؓ کا فیصلہ	۲۲۴

عنوان	صفحہ
خلافت و ملوکیت کے مولف کا بعض صحابہ رضؓ کے متعلق رویہ	۲۲۷
ایک سوال اور اس کا جواب	
ا۔ کتاب خلافت و ملوکیت اور عام کتب تاریخ میں فرق	۲۳۳
ب۔ تاریخی روایات کی پوزیشن	۲۳۴
ج۔ کیا صحابہ کرامؓ پر تاریخی روایات سے الزام لگائے جا سکتے ہیں؟	۲۳۸

باب ہفتم

عنوان	صفحہ
صحابہ کرام رضؓ کی تعظیم میں امت کا اہتمام	۲۴۰
صحابہ کرام رضؓ کو گالی دینے والے کا حکم	۲۴۲
سب وشتم کا لغوی معنیٰ	۲۴۳
اصطلاحی مفہوم و مصداق	"
سابِ صحابہ رضؓ کے متعلق ائمہ امت کے فتاویٰ جات	۲۴۵
امام ابوحنیفہؒ سے، امام مالکؒ سے	"
امام احمد بن حنبلؒ سے	۲۴۶
شوافع حضرات سے	۲۴۷
محمد بن یوسف فریابیؒ سے	۲۴۸
علامہ سرخسیؒ سے	"
مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ سے	۲۴۹
درمختار میں فقہاء حنفیہؒ سے	۲۵۰
حافظ ابن تیمیہؒ سے	۲۵۱
حضرت صحابہ کرامؓ گناہوں سے محفوظ ہیں	"
علامہ دوست محمد کابلیؒ سے	۲۵۲
حضرت ماعز اسلمی اور غامدیہ خاتون کی توبہ کا ذکر۔	۲۵۶

باب ہشتم

عنوان	صفحہ
مطاعن صحابہ کرامؓ پر ایک نظر	۲۵۷
اعتراض اول اور اس کا جواب	۲۵۸
اعتراض دوم اور اس کا بطلان	۲۵۹
اعتراض سوم محاربات صحابہؓ اور اس کا مفصل جواب	۲۶۱
جنگ جمل کی حقیقت	۲۶۲
جنگ صفین	۲۶۶
ایک شبہ کا ازالہ	۲۶۷
یہ جنگیں اجتہادی تھیں	۲۶۸
حضرت معاویہ رضؓ کی نیک نیتی	۲۶۹
خاندان اہل بیتؓ میں خطاء اجتہادی کی پانچ مثالیں	۲۷۰
جنگ جمل اور صفین کے محاربین کامل مسلمان تھے۔ ۶ دلائل	۲۷۳

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
محاربین حضرات سب تائب و نادم ہوئے	۲۷۷	حضرت معاویہ رضؓ کے مطاعن پر ایک نظر	۳۰۲
طالبین حضرات کے مناقب و فضائل	۲۸۰	مطاعن کی چار اقسام	
حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ (گیارہ احادیث)	۲۸۱	اور ان کا اجمالی جواب	۳۰۳
حضرت زبیر رضؓ (۹ احادیث)	۲۸۲	ملوکیت کی حقیقت	۳۰۵
حضرت طلحہ رضؓ (۱۰ احادیث)	۲۸۳	ملوکیت اور خلافت میں فرق	۳۰۶
الزامی جواب	۲۸۵	حضرت معاویہ رضؓ کی خلافت آئینی تھی	۳۰۹
ایک ضروری تنبیہ	۲۸۵	بصورت تسلیم حضرت امیر معاویہ رضؓ	
اعتراض چہارم بسلسلہ صدور کبائر	۲۸۶	کی ملوکیت کی پوزیشن	۳۱۰
اور اس کا تحقیقی و الزامی جواب	۲۸۷	حضرت معاویہ رضؓ کی قابلیت پر	
"شیعہ اور صحابہ رضؓ"	۲۸۹	غیر مسلموں کی شہادت	۳۱۶
ایک رسالہ پر تبصرہ	〃	قضاء و عدالت اور علم و بردباری	۳۱۷
۵ قسم کے مطاعن	۲۹۰	کیا باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو سکتا ہے	۳۱۹
۱۔ آیات منافقین کا مصداق		کیا خلیفہ خود اپنے بیٹے یا عزیز	
۲۔ حضرت عمر رضؓ کا عمال سے سخت برتاؤ	۲۹۱	کو نامزد کر سکتا ہے؟	۳۲۰
۳۔ کثرت احادیث پر طعن	۲۹۲	حضرت معاویہ رضؓ کی یزید کو وصیت	۳۲۴
۴۔ شیعوں کے پانچ سوالات		حضرت معاویہ رضؓ کا خوف خداوندی	۳۲۵
اور ان کے جوابات	۲۹۳	حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ	۳۲۶
خاتمہ		حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	۳۲۸
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	۲۹۵	فضائل و مناقب اور اسلامی خدمات	۳۲۹
حضرت امیر معاویہ رضؓ کے احادیث سے مناقب	۲۹۶	خوف خداوندی ترکہ و میراث	۳۳۲
آپکی بدگوئی حرمت پر چند حوالہ جات	۳۰۱	مراجع و مصادر	۳۳۴

باب پنجم

ارشادات ائمہ اہلبیت رضؓ اور عدالت صحابہ کرام رضؓ

کالی گھنگور گھٹائیں سورج نیمروز کی روشنی کو کتنا ہی مکدر کر دیں مگر دن کو رات نہیں بنا سکتیں اور نہ ہی سورج کے غروب ہونے کا کسی کو یقین آتا ہے۔ روافض نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مکذوبات کے دفتر تیار کیے۔ صحابہ کرام رضؓ کی طعن و تشنیع میں افترآات کا انبار ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم — جو خالص اہل سنت والجماعت تھے — کی طرف منسوب کیا جو کچھ ان کی منقبت میں ائمہ نے فرمایا تھا اسے لاکھ چھپانے کی کوشش کی مگر مکمل کامیاب نہ ہو سکے اور بزرگان اہل بیت رضؓ کے کئی ارشادات آج بھی ان کے مکذوبات کے ذخیرے میں سے برآمد ہوتے ہیں جو صحابہ کرام رضؓ کی مدح و فضیلت اور عدالت پر مینارہ نور ہیں۔ اختصار کے ساتھ چند اقوال ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں۔ چونکہ شیعوں کے ہاں کائنات ارض و سما میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخصیت نہیں اور شریف الدین رضی کی کلام امیر رضؓ کے عنوان سے مرتبہ "نہج البلاغہ" سے بڑھ کر کوئی صحیح کتاب نہیں لہٰذا اسی سے افتتاح

لہ۔ یہ گروہ مخالف کی اصطلاح کا استعمال ہے ورنہ شیعوں کی مزعومہ امامت کا اعتراف نہیں البتہ علم و تقویٰ کی شہرت کی بنا پر امام کہہ سکتے ہیں جیسے امام سفیان ثوری امام ابن المبارک کہا جاتا ہے۔ بایں معنی اہلسنت کے ہاں سینکڑوں ائمہ ہیں۔

کیا جاتا ہے۔

جنگ جمل و صفین وغیرہ میں اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی اکثریت چونکہ منافقوں اور سبائیوں پر مشتمل تھی لہٰذا وہ آنجناب کی کئی مواقع پر نافرمانی کرتے۔ آپ سے اپنی بات منواتے اور اطاعت سے پہلوتہی کرتے تھے (اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا)

ایک موقع پر آپ ان کی کم ہمتی، درماندگی اور نافرمانی پر افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اپنے ان مخلص ساتھیوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں آپ کے شانہ بشانہ رہتے تھے۔

این القوم الذین دُعوا الی الاسلام فقبلوه وقرءوا القرآن فاحکموه وهیجوا الی القتال فولهوا وله اللقاح الی اولادها وسلبوا السیوف اغمادها واخذوا باطراف الارض زحفا زحفا وصفا صفا بعض هلك وبعض نجا لا یبشرون بالاحیاء ولا یعزون بالموتی مره العیون من البکاء خمص البطون من الصیام ذبل الشفاه من الدعاء صفر الالوان من السهر علی وجوههم غبرة الخاشعین اولئك اخوانی الذاهبون فحق لنا ان نظماء الیهم ونعض الایدی علی فراقهم

وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کیا اور قرآن پڑھا تو اسے خوب اپنایا جب قتال کی انہیں ترغیب دی گئی تو تلواریں اپنے میانوں سے سونت کر ایسے شوق سے میدان جنگ میں آ گئے۔ جیسے شیر دار ناقہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے آتی ہے وہ جتھہ جتھہ ہو کر زمین میں پھیل گئے اور جنگ کے لیے قطار در قطار ہو گئے کچھ شہید ہو گئے اور کچھ غازی بن کر واپس آئے۔ زندوں کی وجہ سے ان کو بشارت نہیں دی جاتی اور مردوں کی وجہ سے ان سے تعزیت نہیں کی جاتی (یعنی وہ اپنے اقربا کی زندگی پر ناخوش اور اللہ کی راہ میں ان کی شہادت پر خوش ہوتے ہیں) گریہ زاری کی کثرت سے ان کی آنکھیں سفید تھیں۔ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے ان کے پیٹ لاغر تھے کثرت دعا کی وجہ سے ان کے ہونٹ خشک تھے۔ شب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے زرد تھے ان کے چہروں پر خشوع و خضوع کرنے والوں کی اداسی تھی۔ یہ میرے وہ بھائی ہیں جو گزر چکے اب ہمارے ذمے واجب ہے کہ ان کے لیے پیاس محبت کا اظہار کریں اور ان کے فراق پر افسوس کے ہاتھ کاٹیں۔

۲۔ لقد رءیت اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم فما اریٰ منکم لیشبههم لقد کانوا یصبحون شعثا غبرا وقد باتوا سجدا وقیاما یراوحون بین جباههم وخدودهم ولیقفون علیٰ مثل الجمر من ذکر معادهم کانّ بین اعینهم رکب المعزیٰ من طول سجودهم اذا ذکر الله اهملت اعینهم حتیٰ تبل جیوبهم ومادوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفا من العقاب ورجاء للثواب۔

(نہج البلاغہ جلد ۱ صـــ ۱۹۰)

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا۔ میں تم میں سے کسی کو بھی ان جیسا نہیں پاتا وہ صبح کو دھول میں اٹے ہوتے تھے اور رات کو سجود اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے وہ کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے اور کبھی رخسار۔ وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو معلوم ہوتا کہ انگاروں پر کھڑے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے درمیان لمبے سجدے کرنے کے باعث مینڈھے کے گھٹوں جیسا گھٹا ہوتا تھا۔ جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برساتیں یہاں تک کہ گریبان تر ہو جاتے اور عذاب کے خوف اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور کپکپاتے جیسے تیز آندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے (اردو ترجمہ نہج البلاغہ جلد ۱ صـــ ۱)

یہ ٹکڑا ابن قتیبہ کی عیون الاخبار ۲/۳۰۱) شیخ مفید کی ارشاد صـــ ۱۳۸ اور مجالس بحار (۱۷/۴۲) اور شیخ الطائفہ کی امالی صـــ ۶۳ پر موجود ہے[1]

نیز "رجال لا تلهیهم تجارة الآیة" کی تفسیر و مصداق میں فرماتے ہیں۔

۳۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے فکر و دماغ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے مناجات کی ہے اور ان کی عقلوں میں ان سے کلام کیا ہے پس ان کے دل، آنکھیں اور کان نور بیداری اور ہدایت سے منور ہو گئے۔ وہ گزشتہ ایام میں اللہ کی اپنے اوپر کی ہوئی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے مقام جلالت سے خوف کھاتے ہیں وہ گویا بیابان جنگلوں

[1] نہج البلاغہ اردو صـــ ۱۷ ط لاہور

میں ہدایت کے نصب شدہ نشانات ہیں جو میانہ روی اختیار کرے اس کا طریقہ پسند کرتے ہیں اور اسے نجات کی بشارت دیتے ہیں اور جو شخص دائیں بائیں (غلط راستوں پر) چلتا ہے اس کے راستے کی مذمت کرتے ہیں اور ہلاکت سے ڈراتے ہیں۔

اسی طرح وہ ظلمات کے لیے چراغ تھے اور شبہات کو دفع کرنے والے دلائل تھے وہ ذکر اللہ والے تھے کہ دنیا کے بدلے اسے لے لیا۔ پس کوئی تجارت اور خرید و فروخت انہیں اس سے غافل نہ کر سکی۔ وہ زندگی کے دن اسی میں کاٹتے تھے اور غافلوں کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی محرمات سے ڈانٹ اور توبیخ سناتے تھے انصاف کا حکم کرتے اور خود بھی اس پر کاربند تھے۔ برائی سے روکتے تھے۔ گویا انہوں نے دنیا کو آخرت کی طرف پھینک دیا کہ دنیا میں رہتے ہوتے اس کے بعد کی چیزوں کا مشاہدہ کیا اور وہ اہل برزخ کی اس طویل اقامت کی پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو گئے تھے اور قیامت کا منظر ان کے سامنے تھا اور اس کا پردہ دنیا کے سامنے کھول دیا گویا یہ وہ اشیاء دیکھ رہے ہیں جو اور لوگ نہیں دیکھ سکتے (کچھ آگے فرماتے ہیں) میں نے ان کو ہدایت کے واضح جھنڈے اور اندھیروں کے لیے روشن چراغ پایا۔ رحمت کے فرشتے ان کو ... رہتے تھے۔ ان پر سکینہ و رحمت نازل ہوتی تھی۔ ان کے لیے آسمان کے دروازے ... ہے۔

بہت عالی شان ... ان کے لیے تیار کی گئیں اللہ تعالیٰ ان کے مرتبہ و مقام پر مطلع تھا ان کی نیکیوں اور قربانیوں کو قبول کر لیا اور ان کے مقام عالی کی تعریف کی۔

(نہج البلاغہ جزء دوم ص ۲۳۷)

۴۔ وکان احب اللقاء الیھم لقاء اللہ وانھم یتقلبون علی مثل الجمر من ذکر معادھم۔ نہج البلاغہ (بحوالہ مختصر التحفہ ص ۱۳۶)

ان کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہی سب ملاقاتوں سے بڑھ کر محبوب تھی وہ اپنی آخرت یاد کر کے ایسے بے چینی سے تڑپتے تھے گویا آگ کے انگارے پر تڑپ رہے ہیں

۵۔ اوہ اخوانی الذین قرءوا القرآن فاحکموہ وتدبروا الفرض فاقاموہ

کاش میرے وہ بھائی (آج ہوتے) جنہوں نے

...وا السنۃ واماتوا البدعۃ ... الی الجہاد فاماتوا و وثقوا ... بالقائد فاتبعوہ۔ (نہج البلاغہ جلد ۲ ص ۱۳۱)

قرآن پڑھا اس پر خوب عمل کیا۔ احکام شرعیہ میں غور کیا اور بجا لائے۔ سنت نبوی کو زندہ کیا اور بدعات کو ختم کیا۔ جب جہاد کی طرف بلاتے گئے تو اپنی جانوں کو قربان کیا۔ زندہ ہونے کی صورت میں اپنے قائد پر اعتماد کرتے ہوتے اس کی پوری اتباع کی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبی بنا کر بھیجا تو اس وقت اہل عرب میں نہ کوئی ...ب پڑھتا تھا اور نہ کوئی نبوت کا مدعی تھا تو آپ نے سیدھی راہ دکھانے کے لیے سب لوگوں کو ... کیا۔

...بوءھم محلتھم وبلغھم ...تھم فاستقامت قناتھم واطمانت ...صفاتھم اما واللہ انی کنت لفی ساقتھا۔ (نہج البلاغہ جلد ۱ ص ...)

تا آنکہ ان کو منزل مقصود پر پہنچا دیا اور نجات کے مقام تک لا چھوڑا۔ ان کی لاٹھی اور ان کی ایمانی چٹان اپنی جگہ ٹک گئی (یعنی وہ کامل ہدایت یافتہ اور پختہ ایمان والے ہو گئے) بخدا میں بھی اس قافلہ کے آخر میں تھا

یہ خطبہ اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی کو دین ایمان ...تعلیم دے کر منزل مقصود تک پہنچایا اور ہدایت یافتہ بنا دیا تھا ان کا دین پختہ اور ایمان مستقیم تھا اسی ...ثیرہ جماعت کے ایک فرد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ کے اس ارشاد سے ارتداد صحابہ رضی کے ...دہ کی نفی ہو گئی کیونکہ منزل مقصود تک پہنچ چکنے والا گمراہی کا شکار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی حضرت علی رضی ...زعم شیعہ عالم ماکان ومایکون ہوتے ہوئے مرتد ہونے والوں کے متعلق ایسی حتمی نجات یافتہ ہونے کی ...ادت دے سکتے ہیں ورنہ ایک خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان پر بھی حملہ کر سکتا ہے۔ ...نکہ آپ بھی اسی جماعت سے تھے ایک اور خطبہ میں آپ فرماتے ہیں۔

ہم گروہ صحابہ رضی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے آباء، بیٹیوں بھائیوں اور چچوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے اور اس سے ہمارے ایمان و یقین اور راہ راست پر گامزنی میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔ آلام و تکالیف شاقہ پر صبر اور دشمن سے جنگ پر شوق بڑھتا جاتا تھا۔

(نہج البلاغہ جلد ۱ ص ...)

ایک خطبہ میں اہل شام کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

۸۔ لیسوا من المہاجرین والانصار ولا من الذین تبوّء وا الدار والایمان۔ (نہج البلاغہ مع شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ صـ۲۸۶)

نہ تو وہ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور نہ ان نصرت کرنے والوں سے اور نہ ان لوگوں سے جنہوں نے مہاجرین کے آنے سے قبل ایمان قبول کر کے ان کی رہائش کا بندوبست کر رکھا تھا

معلوم ہوا کہ جمیع حضرات مہاجرینؓ و انصارؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ممدوح ہیں تبھی تو فریق مخالف کو الزام دے رہے ہیں کہ تم ان میں سے نہیں ہو۔

واضح رہے کہ تمام ان ارشادات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روئے سخن اپنی جماعت اور ساتھیوں کی طرف ہے مخالف کو خطاب نہیں لہذا اس میں تقیہ کے احتمال کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز نہج البلاغہ کی کئی شرح ــ امامیہ کی ہوں یا معتزلہ کی ــ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مکتوب مذکور ہے۔

۹۔ ماکنت الا رجلا من المہاجرین اوردت کما اوردوا واصدرت کما اصدروا وما کان اللہ لیجمعہم علی الضلال (بحوالہ تحفہ اثنا عشریہ صـ۱۹۵ فارسی ط ہند قدیم)

میں بھی مہاجرینؓ ہی کا ایک فرد ہوں جہاں وہ گئے میں بھی گیا جہاں سے وہ لوٹے میں بھی لوٹا (یعنی میں نے وہی کچھ کیا جو مہاجرینؓ نے کیا) اور اللہ تعالیٰ مہاجرین اور انصارؓ کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرتا۔

۱۰۔ وفی کلام لہ الزموا السواد الاعظم فان ید اللہ علی الجماعۃ وایاکم والفرقۃ فان الشاذ من الناس للشیطان کما ان الشاذ من الغنم للذئب۔ (ایضاً ص ۱۹۵)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔ سواد اعظم (صحابہؓ کی اکثریت) کا ضرور اتباع کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست نصرت جماعت پر ہے۔ تنہا پسندی (جماعت سے علیحدگی) سے بچو کیونکہ لوگوں سے الگ رہنے والا شیطان کا شکار ہے جیسے ریوڑ سے الگ بکری بھیڑیئے کا شکار بنتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ ہیں سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشادات جو ان کی عدالت، فضیلت، ایمان و اخلاص اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری پر صریح شہادتیں ہیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ چونکہ باعتقاد شیعہ سب ائمہ سے افضل اور ان کے والد ماجد ہیں اس لیے آپ

کے بعد گیارہ ائمہ بھی اسی عقیدے کے پابند تھے ان کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا تصور ہی نہیں ہو سکتا اور اصولاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام ہی گویا بارہ ائمہ کا کلام ہے اور فرداً فرداً باقی ائمہ اہل بیتؓ کے ارشادات نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ تاہم استیعاب کے طور پر کچھ اور ارشادات قارئین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں

۱۱۔ **صحیفہ کاملہ** ــ جو امام زین العابدینؒ کی دعوات کا مجموعہ ہے۔ میں حضرت علی بن حسینؓ اپنی دعا میں صحابہ کرامؓ پر درود بھیجتے ہوئے فرماتے ہیں

اللہم (وصل علی) اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم والذین احسنوا الصحبۃ والذین ابلوا البلاء الحسن فی نصرہ وکنفوہ واسرعوا الی وفادتہ وسابقوا الی دعوتہ واستجابوا لہ حیث اسمعہم حجۃ رسالتہ وفارقوا الازواج والاولاد فی اظہار کلمتہ وقاتلوا الاباء والابناء فی تثبیت نبوتہ ومن کانوا منطوین علی محبتہ یرجون تجارۃ لن تبور فی مودتہ والذین ھجرتھم العشائر اذا تعلقوا بعروتہ وانتفت القرابات اذ سکنوا ظل قرابتہ فلا تنسھم اللہم ما ترکوا لک وفیک وارضھم من رضوانک وبما حاشوا الخلق علیک دعاۃ لک والیک واشکرھم علی ھجرھم فیک دیار قومھم وخروجھم من سعۃ المعاش الی ضیقہ۔

اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ پر رحمت نازل فرما جنہوں نے بہت اچھی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی جو مصیبتوں کے وقت میں مبتلا کیے گئے اور آپ کی نصرت میں مشکلات برداشت کیں اور کما حقہ آپ کی حفاظت کی۔ آپ کی جماعت قوی تر بنانے میں بھاگ دوڑ کی۔ آپ کی دعوت قبول کرنے پر ایک دوسرے سے سبقت کی اور ایسے مقام پر دعوت کو قبول کیا کہ آپؐ نے اپنی رسالت کی واضح دلیل ان کو سنائی۔ کلمہ حق کے اظہار کے لیے اپنی بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا اور اپنے آباء اور اولاد سے جنگ کی تاکہ آپ کی نبوت ثابت قدم رہے۔ نیز یہ لوگ آپؐ کی محبت میں سرشار تھے اور آپ کی دوستی میں ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جس میں کوئی خسارہ نہیں اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ (دین کی نصرت کے لیے) رگوں کی مانند چمٹ گئے تو قوم قبیلوں نے انہیں چھوڑ دیا اور سب رشتے ناطے ختم ہو گئے۔ جب آپ کی رشتہ داری کے سایہ میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ اے اللہ تیری

رضا اور تیرے بغض میں انہوں نے جو چھوڑا اس کے
طفیل انہیں نہ بھلانا اور اپنی رضامندی سے انہیں راضی
رکھنا اور اس وجہ سے بھی ان سے راضی رہنا کہ انہوں نے
مخلوق کو تیرے دین پر جمع کیا ہے وہ تیری طرف اور تیرے
دین کے لیے مخلوق کو دعوت دینے والے تھے اے اللہ
تیری رحمت کے لیے ان لے اپنی قوم کو چھوڑ دینے کی قدر دانی
فرما اور کشادگی رزق سے نکل کر تنگی کی طرف آجانے
پر تو ان کو اجر خیر عطا فرما۔ امر

آگے تابعین کے لیے دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں اور اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی منقبت اور فضیلت بلکہ ان کا متبوع و مقتدا ہونا واضح ہے۔

۱۲- اے اللہ صحابہ رض کے بعد تو اپنی رحمت ان لوگوں تک پہنچا جو نیکی میں ان کی اتباع کرنے والے ہیں جو یہ دعا مانگتے ہیں "اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ ان کو ان لوگوں کی سی جزائے خیر دے جن کے نقش قدم پر چلنے کا انہوں نے قصد کیا۔ جن کے نصب العین کی طرف نگاہ رکھتے ہوئے ان کے نشانات اور آثار حسنہ کی وہ اتباع کرتے رہے۔ ان کے نور ہدایت کی پیروی کی۔ ان کے دین کو اصلی شکل میں اپنا دین بنایا مع ہذا نہ ان کے ارادے میں کوئی تردد ہوا اور نہ ان کے سینے میں کسی شک کا گزر ہوا۔ (بحوالہ مختصر التحفہ ص۱۳۵)

۱۳- اور صاحب الفصول کے حوالے سے باب دوم میں امام باقر رح (المتوفی ۱۱۴ھ) سے گزر چکا ہے کہ آپ نے مہاجرین رض وانصار رض کی بدگوئی کرنے والے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم مہاجرین رض وانصار رض سے ہو؟ تو انہوں نے کہا نہیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنے اقرار سے ان لوگوں سے نہیں ہو تو میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی نہیں ہو جو مہاجرین رض اور انصار رض کے بعد آئے اور ان کے لیے دعا و استغفار اور کینہ سے صفائی قلب کی دعا مانگتے ہیں۔ (ملخصاً)

شیعہ حضرات کے چھٹے امام ابو عبداللہ جعفر صادق رح (المتوفی ۱۴۸ھ) رحمہ اللہ سے مدح

میں عموماً و خصوصاً مروی ہے۔ چنانچہ اصول کافی باب السبق الی الایمان میں مہاجرین رض وانصار رض کے مومن اور افضل ترین امت ہونے پر جو بے نظیر استدلال مذکور ہے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مخالفین صحابہ رض کو اس سے ہدایت نصیب فرمائے۔

بروایت ابو زبیری حضرت امام جعفر صادق رح سے مروی ہے۔ میں نے (امام جعفر رح سے) پوچھا کہ ایمان کے مختلف منازل اور درجات ہیں اللہ کے ہاں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے بیان کیجیے تاکہ میں سمجھوں تو امام نے فرمایا

"اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں میں ایک دوسرے سے سبقت کا اس طرح جذبہ پیدا کیا ہے جیسے گھوڑ دوڑ کے دن گھوڑوں میں مقابلہ ہوتا ہے پھر حسب سبقت اللہ تعالیٰ ان کو درجہ دیتے ہیں۔ چنانچہ حسب سبقت ہر شخص کو درجہ ملتا ہے۔ سابق کا درجہ کم نہیں ہوتا اور نہ ہی مسبوق یا مفضول سابق اور فاضل سے مرتبے میں بڑھ سکتا ہے۔ اسی طرح امت کے پہلے اور پچھلے لوگوں میں درجہ میں فضیلت کا فرق ہے اگر سابق الی الایمان کو بعد میں ایمان لانے والے پر فضیلت نہ ہو تو امت کے پچھلے لوگ پہلوں کے ہم رتبہ ہو جائیں بلکہ تم ان سے بسا اوقات بڑھ جاؤ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سبقت ایمانی کی وجہ سے سابقین کو مقدم رکھا اور ایمان سے پیچھے ہٹنے کی وجہ سے پچھلوں کو درجہ میں پیچھے کر دیا۔ اس لیے کہ ہم بعد والے مومنوں میں ایسے لوگ پاتے ہیں جو ظاہری نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد، انفاق وغیرہ میں پہلوں سے بڑھے ہوتے ہیں۔ اب اگر سبقت ایمانی کا اعتبار نہ ہوتا تو کثرت عمل کی وجہ سے پچھلے پہلوں سے درجہ میں بڑھ جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کو تسلیم ہی نہیں کیا کہ بعد والے مومن پہلوں کا درجہ حاصل کر لیں یا جن کو اللہ نے مؤخر کر دیا وہ پہلوں سے بڑھ جائیں اور جن کو مقدم کیا وہ پچھلوں سے کم رتبہ ہو جائیں"۔

میں نے پوچھا کہ بتلائیے اللہ تعالیٰ نے سبقت الی الایمان کے بارے میں مومنین کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو امام نے یہ آیات تلاوت کیں۔

سَابِقُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ... اپنے رب کی مغفرت کی طرف لپک کر جاؤ اور

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۔ ط

(اٰل عمران ع ۱۴)

جنت کی طرف بھی جس کی وسعت آسمان وزمین جیسی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے ۔

۲۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ (الواقعہ ع ۱)

(ایمان واعمال خیر میں) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والے (خوب) آگے بڑھنے والے یہی لوگ اللہ کے مقرب ہیں

۳۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۔ الخ ۔

(توبۃ ع ۱۳)

ایمان واسلام کی طرف اول اول سبقت کرنے والے مہاجرین رض اور انصار رض اور جنہوں نے خلوص کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ۔ الخ

پس اللہ تعالیٰ نے ایمان میں سبقت کی بدولت مہاجرین رض کو اولاً ذکر کیا پھر ثانیاً انصار رض کو ذکر فرمایا ۔ پھر ثالثاً نیکی میں ان کے فرمانبرداروں (تابعین) کا ذکر فرمایا ۔ پس ہر گروہ کو اپنے اپنے مرتبے میں رکھا ۔ اھ

اس سب استدلال اور تقریر سے معلوم ہوا کہ سب امت سے بڑھ کر درجہ صحابہ کرام رض کا ہے ۔ خصوصًا مہاجرین رض و انصار رض کا ۔ کیونکہ سب امت سے سبقت الی الایمان و اعمال صالحہ انہیں کو نصیب ہوتی ۔ اب جس گروہ کے بارے میں خدائے علام الغیوب اور امام معصوم کی یہ شہادت ہو اس کا عادل ہونا اظہر من الشمس ہے ان کے ارتداد کے متعلق تصور بھی نہیں ہو سکتا ورنہ باری تعالیٰ اور امام معصوم کی تکذیب لازم آتی ہے نیز ایسے گروہ کا گمراہی اور باطل پر اجتماع نہیں ہو سکتا ۔ تو حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی، علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) چاروں حضرات کی بالترتیب خلافتیں برحق ثابت ہوئیں ۔ کیونکہ وہ مہاجرین رض و انصار رض کے اجماع سے منعقد ہوتی رہیں ۔ حضرت علی رض کے گزشتہ فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی سے محفوظ رکھا ۔ حضرت معاویہ رض کے سامنے اسی استدلال سے آپ نے اپنی خلافت کی حقانیت پیش کی ہے اب اگر بر عکس خالف مہاجرین رض

انصار رض کے اجماع و اتفاق سے کوئی خلافت صحیح نہیں ہو سکتی تو حضرت علی رض کی خلافت ہرگز ثابت ہو سکے گی جبکہ اس موقع پر نص کے شیعہ بھی قائل نہیں ۔ فتدبر ۔

شیعہ کی معتبر کتاب مفتاح الشریعت اور مفتاح الحقیقت میں ایک حدیث ہے جس کو مُلّا باقر علی مجلسی نے بحار الانوار میں اور قاضی نور اللہ شوستری وغیرہ نے امام جعفر صادق سے روایت کیا ہے آپ نے فرمایا ۔

۱۵۔ غیبت بہت بڑا گناہ ہے اور بہتان وافتراء اس سے بھی بڑھ کر ہے ۔ جب عام آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہے تو اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہو گا ۔ پس ان کے حق میں نیک اعتقاد رکھنا ضروریات دین میں سے ہے ۔ ان کے فضائل بیان کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیئے ۔ اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھنا چاہیئے کہ اس سے نفاق خفی دل میں پیدا ہوتا ہے

(بحوالہ آیات بینات از محسن الملک مہدی حسن)

حوالہ جات از تفسیر حسن عسکری

روافض کے گیارہویں امام حسن عسکری رح (متوفی ۲۶۰ ھ) کی طرف جو تفسیر منسوب ہے ۔ وہ شیعہ کے ہاں مستند ہے یہ صرف تقریبًا پہلے پارہ کی ہے ۔ راقم کو اس کی سرسری ورق گردانی کے دوران موضوع ہذا پر مفید باتیں ملی ہیں جو حاضر خدمت ہیں ۔ یہ طویل احادیث سے مطلوبہ اقتباسات ہیں

۱۶۔ قال اللّٰہ عزوجل یا موسٰی اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علی جمیع صحابۃ المرسلین کفضل اٰل محمد علی جمیع اٰل النبیین (الی ان قال) ولکن سوف تراھم فی الجنۃ جنات عدن والفردوس بحضرۃ محمد فی نعمہا

(حدیث قدسی میں ہے) رب تعالیٰ نے فرمایا ۔ اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی فضیلت تمام مرسلین کے صحابہ پر ایسی ہے جیسے آل محمد ص کی فضیلت تمام آل انبیاء علیہم السلام پر (تا آنکہ) تم ان کو جنات عدن اور فردوس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

یتقلبون وفی خیراتہا یتبجحون۔ (تفسیر حسن عسکری صـ۱۵) جنت کی نعمتوں میں گھومتے پھرتے اور عیش و عشرت کرتے دیکھوگے۔ (تفسیر حسن عسکری صـ۱۵)

۱۷- تمہیں یہ حکم ہے کہ تم ان لوگوں کے راستے پر چلو کہ جن پر یوں انعام ہوا کہ اللہ و رسول پر ایمان، حضرت محمد ﷺ، ان کی پاکیزہ آل اور ان کے صحابہ کرام جو افضل ترین امت اور منتخب شدہ تھے۔ سے محبت کی توفیق ہوئی (آگے فرمایا) جو مرد یا عورت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل اور آپ کے صحابہ رضؓ سے محبت رکھے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھے تو اس نے خدا کے عذاب سے بچاؤ کے لیے ایک مضبوط قلعہ بنالیا اور محفوظ رکھنے والی ڈھال بنالی۔ (صـ۲۵)

۱۸- پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے آپ کی اولاد نکالی جن میں انبیاء و رسل علیہم السلام اور اللہ کے بندوں کے کئی لشکر تھے۔ سب سے بہتر حضرت محمد ﷺ اور آل محمد تھے اور ان میں سے فاضل و بہترین حضرت محمد ﷺ کے اصحاب اور آپ ﷺ کی امت کے نیکوکار لوگ تھے۔ (۱۹۲)

۱۹- رب تعالیٰ نے فرمایا اے آدم! اگر آل محمد ﷺ کے نیکوکاروں کا کوئی آدمی تمام انبیاء کی آل کے ساتھ تولا جائے تو ان سے بھاری (درجہ میں افضل) نکلے۔ اور حضرت محمد ﷺ کے نیکوکار صحابہ رضؓ کا کوئی آدمی تمام انبیاء کرامؑ کے صحابہؓ کے ساتھ تولا جائے تو تمام پر بھاری ہو۔ اے آدم اگر ایک کافر یا سب کفار آل محمد ﷺ یا صحابہ کرام رضؓ کے کسی فرد سے محبت رکھیں تو اللہ تعالیٰ اسے یوں بدلہ دے گا کہ اسے توبہ اور قبول ایمان کی توفیق دے کر جنت میں داخل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ آپ کی آل اور آپ کے صحابہ کرام رضؓ سے محبت رکھنے والے پر اپنی رحمت برساتے ہیں کہ اگر اللہ کی روز اول سے لے کر تا اخیر کفار مخلوق پر بھی تقسیم کی جائے تو سب کو کافی ہو اور انہیں انجام خیر تک پہنچا دے جو قبولیت ایمان ہے تا آنکہ وہ جنت کے مستحق ہو جائیں۔
اور جو شخص آل محمد ﷺ یا صحابہ کرام رضؓ سے یا ان کے کسی فرد سے بغض رکھے تو اس کو اللہ تعالیٰ اتنا سخت عذاب دیں گے کہ اگر اس کو اللہ کی تمام مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب

ہی کو ہلاک کر ڈالے۔ (تفسیر حسن عسکری صـ۱۹۶)

۲۰۔ اصحابِ رقیم نے اپنے اعمالِ صالحہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں دعا مانگی تھی۔

۲۰۔ اللھم ان کنت تعلم انی انما فعلت ھذا رجاء ثوابك وخوف عقابك فافرج عنا بمحمد ن الافضل الاکرم سید الاولین والاخرین الذی شرفته وبآله افضل آل النبیین واصحابه اکرم اصحاب المرسلین وامته خیر الامم اجمعین۔

اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میں نے تیرے ثواب کی امید اور عذاب کے خوف سے کیا ہے تو تو افضل و اکرم سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ مصیبت ٹال دے اور آپ ﷺ کی آل، جو تمام انبیاءؑ کی آل سے افضل ہے اور آپ ﷺ کے صحابہ رضؓ جو تمام انبیاءؑ کے صحابہ سے افضل ہیں اور آپ ﷺ کی امت، جو خیر الامم ہے ان سب کے طفیل ہماری مصیبت ٹال دے۔

ہذا مروی عن امیر المومنین علی صـ۲۰۰، ۲۰۱

۲۱- ”فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ“ کی تفسیر میں ہے۔
پہلا غضب یہ تھا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے (جہنم کے مستحق ہوئے) دوسرا یہ کہ حضور علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اور ایک غضب یہ تھا کہ جب ان پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی آل اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضؓ کی تلواریں اللہ تعالیٰ نے مسلط کر دیں۔ تا آں کہ ان کو ذلیل کر دیا پھر یا تو اسلام میں بخوشی داخل ہوئے یا ذلیل و خوار ہو کر جزیہ ادا کیا۔ (صـ۲۰۲)

اس سے خلافت راشدہ خصوصًا دورِ فاروقی کی حقانیت ثابت ہوئی کیونکہ صحابہ کرام رضؓ کی تلواروں کا ان پر مکمل تسلط انہی کے زمانے میں ہوا۔

۲۲۔ وان ال محمد افضل ال النبیین واصحاب محمد افضل صحابة المرسلین وان امة محمد

آلِ محمد ﷺ تمام انبیاءؑ کے آل سے افضل ہیں اور اصحاب محمد ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہیں اور امتِ محمد ﷺ تمام امم سے

خیرالامم اجمعین (ص۳۳) ... افضل ہے۔

قارئین کرام! ان تمام حوالہ جات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح آپؐ کے جملہ صحابہ کرامؓ بلا استثناء بلکہ امتِ محمدیہ بھی تمام انبیاء علیہم السلام کے اصحاب اور امم سے افضل ہیں۔ ان ارشادات کا مصداق صرف تین صحابہؓ تو ہرگز نہیں ہوسکتے بلکہ سبھی ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ امام حسن عسکریؒ کا عقیدہ بھی اہل سنت والا تھا کہ سب صحابہ کرامؓ افضل ترین اور واجب الاحترام ہیں اور امتِ محمدیہؐ بھی افضل الامم ہیں ورنہ شیعہ کے نزدیک یہ امت بھی امتِ ملعونہ ہے۔

احادیث مرفوعہ

اس باب میں چند احادیث مرفوعہ بھی پیش خدمت ہیں۔

۲۳۔ شیعہ کی معتمد تفسیر "صافی" از محسن کاشانی ص۴۲۴ پر ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منھم وعملوا الصالحات .(پ۲۶)

امالی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپؐ سے سوال کیا گیا کہ یہ (مذکورہ بالا آیت کن لوگوں میں نازل ہوئی تو آپؐ نے فرمایا" جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک خوب نورانی جھنڈا گاڑا جائے گا اور ایک منادی آواز دے گا کہ مومنوں کے سردار اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے کھڑے ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا تھا۔ تو حضرت علیؓ ابن ابی طالب کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ سفید نور کا ایک جھنڈا انہیں دیں گے جس کے تحت تمام سابقین اولین مہاجرینؓ وانصارؓ موجود ہوں گے۔ کوئی غیر ان میں شریک نہیں ہوگا۔ پھر حضرت علیؓ عزت کے نورانی منبر پر تشریف فرما ہوں گے پھر تمام مہاجرینؓ وانصارؓ کا ایک ایک فرد آپ کے پاس آئے گا تو آپ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا فرمائیں گے۔ جب ... لے چکے گا تو سب مہاجرینؓ وانصارؓ سے کہا جائے گا تم جنت میں اپنا ٹھکانہ اور منزل پہچان چکے۔ یہی ہے وہ جو تمہارا پروردگار یوں فرماتا ہے۔ بیشک میرے پاس تمہارے لیے بخشش اور اجر عظیم یعنی جنت ہے۔

نیز تفسیر صافی ط ہند ص۱۸۷ پر ہے۔

والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار . الایۃ کی تفسیر میں مروی ہے کہ تفسیر قمی اور تفسیر عیاشی میں امام جعفر صادقؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرینؓ اولین کے درجہ سبقت کی بنا پر ان کے ذکر سے آغاز کیا۔ پھر نمبر دوم پر انصارؓ کا ذکر فرمایا۔ پھر نمبر سوم پر نیکی میں ان کے تابعین کا ذکر فرمایا۔ پس ہر جماعت کو اپنے ہاں ان کے درجات و مراتب کے لحاظ سے ذکر فرمایا۔ ان کے اعمال کو پسند کرکے اور ان کی عبادت کو قبول فرما کر ان سے راضی ہوگیا اور وہ بھی اس سے دینی و دنیوی نعمتیں پاکر راضی ہوگئے۔

۲۵۔ شیعہ کی معتبر کتاب حدیقۃ سلطانیہ جلد ۳ ص۳۲۸ پر جناب میرن صاحب فرماتے ہیں "کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت وفات قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جاکر اصحاب سے پوچھا میں کیسا پیغمبر تھا سبھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ صبر خدا کی راہ میں آپ نے گوارہ کیا۔ خدا اس کی جزائے خیر آپ کو دے۔ تب حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا خدا تمہیں بھی جزائے خیر دے۔ (آیات بینات)

۲۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَنْ سَبَّنِیْ فَاقْتُلُوْہُ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَاجْلِدُوْہُ۔

جس نے مجھے گالی دی اسے قتل کردو اور جس نے میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا اسے کوڑے لگاؤ

(بحوالہ آیات بینات جلد ۱)

۲۷۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر تقسیم غنائم کے سلسلے میں انصارِ مدینہ سے آپ نے جو خطاب فرمایا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی قدر و منزلت اور آپؐ کی ان سے محبت پر بہت بڑی دلیل ہے چنانچہ آخر میں فرمایا۔

فَلَا تَرْضَوْنَ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَنْ یَذْھَبَ النَّاسُ اِلٰی رِحَالِھِمْ بِالشَّاءِ وَالْبَعِیْرِ وَتَذْھَبُوْنَ

اے گروہ انصار! کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ لوگ اونٹ بکریاں گھر لے جائیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے کر جاؤ۔

بِرَسُوْلِ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) اِلٰی رِحَالِکُمْ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ النَّاسَ سَلَکُوْا شِعْبًا وَّسَلَکَتِ الْاَنْصَارُ شِعْبًا لَسَلَکْتُ شِعْبَ الْاَنْصَارِ وَلَوْلَا الْهِجْرَۃُ لَکُنْتُ اِمْرَءًا مِّنَ الْاَنْصَارِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَاَبْنَاءَ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءَ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر اور لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصارؓ دوسری وادی میں تو میں یقیناً انصارؓ کے ساتھ چلوں گا اگر ہجرت نہ کی ہوتی تو میں انصارؓ کا ایک فرد ہوتا۔ اے اللہ! تو انصارؓ پر انصارؓ کے بیٹوں پر اور انصارؓ کے پوتوں پر رحمت فرماتے رہنا۔

(تفسیر مجمع البیان للطبرسی جلد ۳ ص ۱۹)

۲۸۔ حدیث "اصحابی کالنجوم" شیعہ کی کتب معتبرہ میں ہے چنانچہ ابو علی حسن بن احمد حاکم کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن یحییٰ صوفی نے ان سے محمد بن موسیٰ نصر رازی نے اور ان سے ان کے والد نے روایت کی ہے فرماتے ہیں۔

سُئِلَ الرِّضَا عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمُ اهْتَدَیْتُمْ وَعَنْ قَوْلِهٖ دَعُوْا لِیْ اَصْحَابِیْ فَقَالَ صَحِیْحٌ۔

(عیون الاخبار)

کہ (آٹھویں امام) رضا علیہ السلام سے اس حدیث نبوی کے متعلق پوچھا گیا "میرے صحابہؓ ہادی ہونے میں تاروں کی مثل ہیں۔ جس کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پاؤ گے۔ اور اس حدیث کے متعلق بھی میرے لیے میرے صحابہؓ کی بدگوئی چھوڑ دو" تو امام نے فرمایا دونوں صحیح ہیں۔

شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں، علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر علی مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حیدر علی آملی اثنا عشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت کا اقرار کیا ہے۔

۲۹۔ اس کی تائید میں ایک اور روایت بھی ہے جسے ملا حیدر علی آملی نے جامع الاستفسار میں لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنَا کَالشَّمْسِ وَعَلِیٌّ کَالْقَمَرِ وَاَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ

میں ہدایت کا سورج ہوں علی چاند ہیں۔ اور میرے صحابہؓ ہدایت کے تارے ہیں جس

کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔ …مہ۔ (بحوالہ آیات بینات)

فائدہ:۔ شیعہ حضرات اس حدیث سے بہت چیں بچیں ہوتے ہیں اور کہتے ہیں …علیہ الصلاۃ والسلام نے کشتی نجات حضرات اہل بیتؓ کو صحابہؓ کی پیروی کا حکم دیا ہے …اعتراض تب ہوتا کہ اہل بیتؓ اور اصطلاحی صحابہ کرامؓ میں تغایر ہوتا حالانکہ آپ کے …رشتہ دار اور اہل بیت نبویؐ شرف صحابیت سے سرفراز اور نجوم ہدایت ہیں اس میں خطاب …امت کو ہے کہ وہ نجوم ہدایت کی پیروی کرے۔ الحمد للہ مسلمانان سواد اعظم اہل سنت والجماعت …رحمہم اللہ (بالفرض حدیث سفینہ کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں) دونوں حدیثوں پر عمل پیرا …ہیں صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ دونوں قسم کے بزرگان دین سے سچی عقیدت و محبت ہے۔ دونوں …کو شیر و شکر سمجھتے ہوئے ہر ایک کی اتباع کو باعث فخر جانتے ہیں کسی کے ساتھ بغض و عناد …اور اس کی بدگوئی کو گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ گویا اہل سنت کشتی نجات میں متوازن طور پر بیٹھے ہوئے …نجوم ہدایت کی روشنی میں سفر آخرت طے کر رہے ہیں اور اس سب عقیدہ و عمل میں حضور علیہ …السلام کی محبت بہ عزت اور آپ کے جذبات کا لحاظ جلوہ گر ہے۔

مگر اس کے برعکس شیعہ حضرات نے نجوم ہدایت صحابہ کرامؓ کو تو مانا ہی نہیں ان سے …ہدایت کیسے پاتے۔ البتہ اپنے دعوی میں سفینہ نجات سے تمسک کا اظہار تو کیا مگر درحقیقت اسے …راہ نجات نہیں جانا۔ کیونکہ حضرت علیؓ، فاطمۃ الزہراؓ، حسنین رضی اللہ عنہم اور ان کی …چند اولاد سے تو عقیدت رکھی۔ مگر ان کی مائیں اور حقیقی اہل بیت نبویؐ، امہات المومنین ازواج …مطہرات، آپؐ کی دیگر تین بیٹیاں، آپؐ کے خسر، داماد، اعمام و اخوال، پھوپھی زاد یا چچا زاد و اولاد …فاطمہؓ کے سوا، حضرت علیؓ کی بقیہ اولاد، حضرت حسینؓ کی اکثر اولاد و احفاد وغیرہم سے …ہرگز عقیدت و محبت نہیں رکھی بلکہ ہر ایک سے کسی نہ کسی درجے میں بغض و عناد رکھا بعض …کی تضلیل و تفسیق بلکہ تکفیر تک کو عین ایمان سمجھا۔ جیسا کہ حقیقت اپنے مقام پر عیاں ہے۔ اور …ان شاء اللہ ہم اپنی ایک تالیف میں الم نشرح کریں گے۔

جب کشتی نجات سے محبت کا یہ عالم ہو تو ایسی کشتی ساحل مراد تک ان کو کیسے پہنچائے گی …شیعہ کے نزدیک معصومین حضرات کے یہ تیس اقوال ان کے معتمد ترین مآخذ سے پیش کیے گئے ہیں۔

جو صحابہ کرامؓ کے ایمان و فضائل و مناقب اور عدالت پر اظہر من الشمس ہیں۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔ (واللہ الہادی)

باب ششم

مشاجرات صحابہؓ میں اہل سنت والجماعت کا موقف

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں صحابہ کرامؓ کی رفاقت جاں نثاری، جانبازی اور پاکیزہ سیرتوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے دلوں میں ایمان کو جلاء اور تازگی پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری میں فدائیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسی طرح جب ہم آپؐ کی وفات حسرت ناک کے بعد آپؐ کے جانشین خلفاء کرامؓ خصوصاً حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ عنہم) کے زمانہ خلافت میں جو اس وعدہ الٰہی کا ایفا تھا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ
فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ
الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ
مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ
يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا
وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ

جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا مستحکم و پائیدار کریگا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ ہی

الْفٰسِقُوْنَ ۔ (نور ع ۷) بدکردار ہیں۔

ان کے کارناموں، مقدس سیرتوں اور امن وامان و عدل وانصاف سے معمور دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ کہ سب مسلمان متحد ہو کر جدھر کا رخ کرتے ہیں کفر وشرک کا جنازہ نکال دیتے ہیں۔ ہر طرف فتوحات پر فتوحات کرتے جارہے ہیں تاآنکہ قیصر وکسریٰ کے ایوان اور فلک بوس عمارتیں پیوند زمین ہو جاتی ہیں

مگر افسوس صد افسوس کہ ملت اسلامیہ کی یہ اجتماعی قوت وسطوت نظر بد کا شکار ہو گئی۔ یہود ونصاریٰ و مجوس نے منافقانہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر خیبر، عراق اور ایران کی فتح کا بدلہ لینے کے لیے سازشیں کیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسی سازش کے تحت شہید کر دیا گیا۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورینؓ کی خلافت کے آخری زمانہ میں یہود کے ایک شاطر ومکار فرد عبداللہ بن سبا صنعانی نے منافقانہ طور پر اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کیں اور قسم قسم کے ہتھکنڈوں اور عیاریوں سے دارالخلافہ سے دور رہنے والے سادہ لوح دیہاتیوں کو اپنا ہم نوا بنایا اور محبت اہل بیتؓ کا دعویٰ کر کے خلافت اسلامیہ کو تاخت وتاراج کرنے کا منصوبہ بنایا چنانچہ اس کے پیروکار غنڈوں نے من گھڑت اور سطحی قسم کے اعتراضات بنا کر خلیفہ برحق پر یلغار کر دی اور نہایت ہی بیدردی سفاکی اور کمینگی سے خلیفہ ثالث برحق حاکم امت محمدیہ، محب ومحبوب رسولؐ، حضورؐ کے دوہرے داماد، چھ مرتبہ مبشر بالجنۃ، مسلمانوں کے ملجا وماویٰ، محسن اسلام، کامل الحیاء والایمان، ذوالنورین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تلاوت قرآن کریم اور روزہ کی حالت میں جام شہادت پلایا (اناللہ وانا الیہ راجعون)

یہ صرف فرد واحد کی شہادت نہ تھی بلکہ تمام ملت اسلامیہ کی موت تھی۔ ان کے اتفاق و اتحاد اور اجتماعی قوت کا جنازہ تھا۔ منصب خلافت کے عز وجلال کا خاتمہ تھا۔ خلیفہ مظلوم کی دردناک شہادت پر ارض وسما کانپ اٹھے، آسمانوں نے اشک باری کی، زمین کی سطح خونچکاں منظر سے تر ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ اور عبداللہ بن سلامؓ نے بلوائیوں سے کہا تھا "یعنی اگر تم خلیفہ کو ناحق قتل کر دو گے تو کبھی تلواروں کو نیاموں میں نہ کر سکو گے" وہی کچھ ہوا۔ باری تعالیٰ کی سیف انتقام بے نیام ہو گئی۔ مسلمان فرقہ بازی کا شکار ہو گئے اور آپس میں جنگیں ہوئیں

وہ تلوار جو کبھی کافروں کی گردنیں اڑاتی تھی مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے لگی۔ بہرحال رب تعالیٰ کے ارشاد۔

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً۔ (انفال ع ۳)
"اس فتنے سے ڈرو جو تم میں سے صرف ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔"

کے تحت کئی بے گناہ بھی فتنے کا شکار ہوتے۔ یہ تاریخ اسلام کا ایک دردناک اور دل سوز سانحہ ہے جس پر جتنی اشک باری کی جائے کم ہے مگر تقدیر کے سامنے سر تسلیم خم ہے

ع وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

ہم افسوس سے صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ کاش یہ حادثہ فاجعہ نہ ہوتا مگر قدرت کی حکمتوں اور باریک بینیوں تک کون پہنچ سکتا ہے۔ شاید اس کے علم میں یہی صورت اسلام اور مسلمانوں کے لیے بہتر ہو۔ مسلمانوں کی ان آپس کی خانہ جنگیوں کی وجہ سے بعد میں آنے والے مسلمانوں میں کئی غلط نظریات پیدا ہوگئے۔ معتزلہ نے کہا کہ سب صحابہؓ عادل تھے مگر جن کی حضرت علیؓ سے جنگ ہوئی وہ عادل نہ رہے۔ خوارج نے فریقین کے مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور شیعہ حضرات نے تو سب فرقوں کو اس تکفیری میدان میں شکست دیتے ہوئے وفات نبویؐ کے بعد ہی سے سب صحابہ کرامؓ کا صفایا کر دیا۔ "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔"

چنانچہ حضرت علیؓ اور ان کے متعلقین تین چار اصحابؓ کے سوا سب صحابہ کرامؓ پر ارتداد کا ایٹم بم پھینک دیا اور برسوں کی محنت سے اس تیار شدہ گلستان محمدی کو بزعم خود خاکستر کر کے اپنی خواہشات کی خاردار جھاڑیوں میں لٹکے ہوئے ہیں۔

لیکن اس نازک موقعہ پر جمہور امت مسلمہ، اہل سنت والجماعت، کثرہم اللہ، نے عقل و خرد کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اپنے متاع ایمانی کو خواہشات کا لقمہ نہیں بنایا۔ کہ صحابہ کرامؓ سے کسی قسم کی بدظنی رکھتے۔ بلکہ اس حالت میں بھی صحابہ کرامؓ کو اسی مرتبہ سے دیکھا جس کی اللہ علام الغیوب نے قیامت تک کے لیے تعلیم دی کہ وہ ان جنگوں کے بعد بھی قطعی جنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان سے اسی طرح ہے جیسے پہلے تھی۔ طرفین کے مقتولین شہداء ہیں۔ تمام صحابہؓ سے حسن ظن رکھنا واجب ہے ان کی اس اجتہادی غلطی سے ان کے دین اور

...فرق نہیں پڑا اور وہ گناہ گار نہیں ہوئے بلکہ نیک نیتی سے حسب مراتب عنداللہ ... حضرت ام المومنین عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم کی لڑائی لشکر علیؓ سے ... اس لئے نہیں ہوئی کہ وہ ان کو خلیفہ برحق نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے خون کا قاتلوں سے مطالبہ کیا جو حضرت علیؓ کی فوج میں بھرتی تھے مگر حضرت ... مصلحت سمجھتے ہوئے فی الفور قاتلین ان کے حوالے نہ کیے۔ جب آپ نے موقع پا کر ان ... فوج سے نکالنا اور قصاص لینا چاہا تو انہوں نے مکاری سے مسلمانوں کو لڑا دیا اور یوں طرفین ... لشکر رنجی اور بدگمانی پیدا ہوگئی۔

ہم اس باب میں حضرت عثمانؓ کی خلافت وشہادت، حضرت علیؓ کی خلافت، مسلمانوں ... خانہ جنگی کے اسباب اور طرفین کے شہداء اور محاربین کے متعلق اکابرین اہل سنت کے قیمتی اقوال پیش کرتے ہیں۔

امام نوویؒ شرح صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۷۲ پر لکھتے ہیں۔

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے آپ مظلوماً شہید کیے گئے اور آپ کو فاسقوں کی جماعت نے شہید کیا۔

۱۔ حضرت عثمانؓ سے کسی ایسے امر کا ارتکاب نہیں ہوا جو قتل کا سبب ہو۔
۲۔ اس لیے کہ قتل کے اسباب مشہور ہیں (ارتداد، قتل ناحق اور زنا)
۳۔ آپ کے قتل میں کوئی ایک صحابیؓ بھی شریک نہیں ہوا بلکہ آپ کو اطراف عرب

ع یہی صحیح ہے چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ المتوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۱۰ پر لکھتے ہیں "کچھ لوگ جو یہ ذکر کرتے ہیں کہ بعض صحابہؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلوائیوں کے سپرد کر دیا اور ان کے قتل پر خوش تھے تو یہ کسی صحابیؓ سے ثابت نہیں کہ وہ حضرت عثمانؓ کے قتل پر راضی ہو بلکہ سب نے اسے ناپسند کرتے ہوئے بدترین کام سمجھا اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی۔ البتہ بعض حضرات یہ چاہتے تھے کہ حضرت عثمانؓ خلافت سے الگ ہو جاتے جیسے عمار بن یاسرؓ، محمد بن ابی بکر اور عمرو بن الحمق وغیرہ۔

علامہ ابن ہمامؒ اور کمال الدین ابن شریفؒ نے بھی لکھا ہے۔ "حضرت عثمانؓ مظلوماً شہید ہوتے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

کے رذیل وکمینے قبیلوں کے شریر اور فسادی غنڈوں نے شہید کیا جو مصر وغیرہ سے جتھے بن کر آپ کو شہید کرنے آئے تھے اور مدینہ میں موجود صحابہ کرام رضؓ (بلوائیوں کی کثرت اور حضرت عثمان رضؓ کے روک دینے کی وجہ سے) ان کے دفاع سے عاجز آگئے پس ان فسادیوں نے آپ کا محاصرہ کر کے آپ کو شہید کر ڈالا۔ (رضی اللہ عنہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی بالاجماع صحیح ہے اور اپنے زمانے میں صرف وہی خلیفہ تھے خلافت کسی اور کی نہ تھی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو بڑے عادلوں اور برگزیدہ و ممتاز صحابہ رضؓ میں سے ہیں جو جنگیں ان حضرات کے درمیان ہوئیں (تو ان کا سبب یہ ہے) کہ ہر گروہ کا ایک شبہ تھا جس کی بنا پر ہر ایک نے اپنے آپ کو حق پر سمجھا۔ واضح ہو کہ

بقیہ حاشیہ۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضؓ کو آپ کے قتل سے بچائے رکھا۔ آپ کے قتل کا سرغنہ شیطان ہی تھا کسی صحابیؓ سے بھی آپ کے قتل پر رضامندی ثابت نہیں جو کچھ ان سے ثابت اور محفوظ ہے وہ اس کا انکار ہی ہے۔ (تحریر الاصول مع شرح تقریر الاصول جلد ۲ ص ۲۴۰)

قاضی ابوبکر بن العربیؒ "العواصم من القواصم" ص ۱۳۶ پر لکھتے ہیں

"قتل عثمان رضؓ کے سلسلہ میں یہی اشبہ اور صحیح ترین ہے اور اسی سے حقیقت حال واضح ہو جاتی ہے کہ اس مسئلے میں اہل حق کا مسلک یہ ہے کہ کسی صحابی رضؓ نے قتل عثمان رضؓ کے سلسلے میں بلوائیوں کی اعانت نہیں کی اور نہ عمداً آپ کی نصرت سے پہلو تہی کیا اگر حضرت عثمان رضؓ اپنی مدد چاہتے تو ایک ہزار یا چار ہزار نو وارد دبیس ہزار یا اس سے بھی زیادہ شہریوں پر غالب نہ ہو سکتے لیکن حضرت عثمان رضؓ نے خود اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا (کہ اپنی جان تو قربان کر دی مگر سب اہل مدینہ خدام اور اہل و اقارب تک کو بلوائیوں سے تعاقب کرنے کو منع کر دیا اور یہ بات تاریخی مسلمات سے ہے ثبوت کی محتاج نہیں)

پھر کچھ آگے ص ۱۳۹ پر لکھتے ہیں

"حضرت عثمان رضؓ (بلوائیوں کے) مظلوم اور بلاحجت و دلیل ملزم ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ سب صحابہ کرام رضؓ آپ کے خون سے بری ہیں۔

محب الدین الخطیب نے بھی "العواصم" پر اپنی تعلیقات میں یہی کچھ لکھا ہے۔ تمہید ابی الشکور رسالمی (حاشیہ جاری ہے)

صحابہ کرام رضؓ عادل ہیں اور اپنی جنگوں میں تاویل کرنے والے ہیں اور ان باتوں سے کوئی بات بھی کسی ایک کو عدالت سے نہیں نکال سکتی کیونکہ وہ مجتہد تھے۔ اجتہاد کرتے ہوئے مسائل میں اختلاف کیا جیسے کہ بعد والے مجتہدین خون قصاص وغیرہ کے مسائل میں اختلاف کرتے آئے ہیں تو اس اجتہادی اختلاف سے کسی ایک کا بھی نقص لازم نہیں آتا۔

نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان جنگوں کا سبب وہ قضیے (فیصلے) ہیں جو مشتبہ ہو گئے۔ چنانچہ ان میں شدید اشتباہ کی وجہ سے ان کے اجتہادات میں اختلاف ہو گیا اور وہ تین گروہ بن گئے۔ ایک گروہ کے یہاں یہ اجتہاد سے ظاہر ہوا کہ حق اس طرف ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے لہٰذا ان پر اہل حق کی نصرت اور اس کے مخالف سے لڑائی ان کے اعتقاد میں واجب ہوئی چنانچہ انہوں نے یونہی کیا اور ان لوگوں کے لیے جائز نہیں تھا کہ وہ مخالفین کے ساتھ لڑائی میں امام عادل کی نصرت سے پہلوتہی کرتے۔ اس کے برعکس دوسرے گروہ کو اجتہاد سے یہ معلوم ہوا کہ حق دوسری طرف ہے لہٰذا ان پر واجب تھا کہ اہل حق کی مدد کریں اور اس کے مخالف سے جنگ کریں۔

اور تیسرے گروہ پر یوں قضیہ مشتبہ ہو گیا کہ وہ اس میں حیران رہ گئے اور کسی ایک طرف کو ترجیح نہ دے سکے۔ لہٰذا وہ ان دونوں گروہوں سے الگ تھلگ رہے پس یہی کنارہ کشی ان کے حق میں واجب تھی کیونکہ کسی مسلمان سے لڑائی اس وقت تک جائز نہیں جب تک یہ واضح نہ ہو جائے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اگر ان حضرات کو کسی ایک طرف کا رجحان معلوم ہوتا یا یہ کہ حق فلاں جماعت کے ساتھ

ص ۱۶۴ پر ہے۔ ولو یکن معهم من الصحابة احد. حضرت عثمان رضؓ پر حملہ آوروں میں کوئی ایک صحابی رضؓ بھی نہ تھا۔ ان سب عبارات سے واضح ہوا کہ مورخین کا حضرت عمرو بن الحمق کو قاتلین عثمان رضؓ میں ذکر کرنا صحیح نہیں اور یہی اعتقاد رکھنا چاہیے کیونکہ مذکورہ بالا اکابر ان تاریخی روایات کی حیثیت سے ہم سے زیادہ واقف تھے۔ (واللہ اعلم) منہ

ہے تو امام حق کی حمایت میں مخالفین سے لڑائی کرنے میں ان کو پیچھے رہنا جائز نہ ہوتا۔ پس تینوں گروہ معذور تھے۔ (رضی اللہ عنہم) اس لیے اہل حق اور جن کے اجماع کا اعتبار ہے تمام اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ ان تمام صحابہؓ کی شہادات اور روایات کو قبول کیا جائے اور ان کی کمال عدالت کو تسلیم کیا جائے۔

(رضی اللہ عنہم اجمعین)

۲۔ امام ابوالحسن اشعریؒ المتوفی (۳۳۰ھ) مقالات الاسلامیین جلد ۲ ص ۱۴۸ پر لکھتے ہیں

فقال اهل الجماعة كان ابوبكر وعمر امامين وكان عثمان اماما الى ان قتل رحمة الله عليه ورضوانه وقتله قاتلوه ظلماً

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ امام برحق تھے اور حضرت عثمانؓ بھی تا دم شہادت امام برحق تھے اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمت اور رضامندی ہمیشہ رہے آپ کو قاتلوں نے ظلماً شہید کیا۔

۳۔ المسامرہ شرح مسایرہ ص ۳۱۳ پر ہے۔

وماجرى بين معاوية وعلى رضى الله عنهما من الحروب لسبب تسليم قتلة عثمان رضى الله عنه لمعاوية ومن معهما لما بينهما من بنوة العمومة كان مبنيًا على الاجتهاد من على منهما لا منازعة من معاوية رضى الله عنه فى الامامة اذ ظن على رضى الله عنه ان تسليم قتلة عثمان على الفور مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر يؤدى الى

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو اس وجہ سے جنگ ہوئی کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو معاویہؓ کے سپرد کیا جائے کیونکہ دونوں کے درمیان چچازاد بھائی ہونے کا رشتہ تھا۔ (اور حضرت عثمانؓ کے فرزندوں نے حضرت معاویہؓ کو قصاص کا وکیل بنایا تھا۔ کذا فی مختصر التحفہ ص ۲۷۸) وہ جنگ دونوں کے اجتہاد کے اختلاف پر مبنی تھی ورنہ حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ سے امامت میں اختلاف نہ تھا۔ کیونکہ حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ قاتلین کی برادری کی کثرت اور لشکر میں ملے جلے ہونے کے باوجود

اضطراب امر الامامة العظمى التى بها انتظام كلمة اهل الاسلام خصوصًا فى بدايتها قبل استحكام الامر فيها فرأى التاخير اصوب الى ان يتمكن التمكن منه ويلتقطهم اولا فاولا۔

فی الفور اگر انہیں معاویہؓ کے سپرد کیا جائے تو امامت کبریٰ کے زوال کا اندیشہ ہے جس سے اہل اسلام کا نظم ونسق وابستہ ہے خصوصاً آغاز خلافت میں اور استحکام سے پہلے ہی اگر ایسا کیا جائے چنانچہ حضرت علیؓ نے اس وقت تک تاخیر ہی مناسب سمجھی جب تک ان پر قابو پاکر ایک ایک کو ختم نہ کریں۔

۴۔ علامہ تفتازانیؒ المتوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد میں ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں۔

ويكف عن ذكر الصحابة الا بخير لما ورد من الاحاديث الصحيحة فى مناقبهم ووجوب الكف عن الطعن فيهم۔

اچھائی کے سوا سب صحابہ کرامؓ کے ذکر سے بچنا چاہیے کیونکہ ان کے فضائل اور طعن وتشنیع سے رکنے کے وجوب پر بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہوتی ہیں۔

پھر احادیث فضائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات فسبهم والطعن فيهم ان كان مما يخالف الادلة القطعية فكفر كقذف عائشة والا فبدعة وفسق۔

اور جو کچھ ان کے درمیان جنگیں اور اختلافات ہوئے ان کے لیے مناسب محمل اور تاویلیں ہیں پس ان کی بدگوئی کرنا اور ان میں عیب نکالنا اگر ادلہ قطعیہ کی مخالفت کی قسم سے ہو تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت ورنہ بدعت اور گناہ کبیرہ تو ہر حال میں ہے۔

۵۔ اور علامہ سفارینیؒ المتوفی ۱۱۴۸ھ فرماتے ہیں۔

قال السفارينى ان توقف على عن طلب الثأر لعثمان اما لعدم العلم بالقاتل واما خشية تزايد

سفارینیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے سے حضرت علیؓ کا توقف یا تو قاتل کا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے تھا یا فساد کے بڑھ

الفساد وان طلحة والزبير ومعاوية ومن معهم اجتهدوا وقلدهم آخرون في محاربة علي فهم متأولون وان تلك الحروب كان سببها اشتباه وجه الحق ولهذا اتفق اهل الحق ومن يعتد به في الاجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وثبوت عدالتهم۔

(بحوالہ مقدمہ صواعق محرقہ صـ ۱)

جانے کے اندیشے سے تھا حضرت طلحہ زبیر معاویہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں نے حضرت علیؓ کے لشکر کے ساتھ جنگ میں اجتہاد کیا اور لوگوں نے ان کی پیروی کی۔ تو یہ سب لوگ تاویل کرنے والے تھے اور ان جنگوں کا واحد سبب علت حق کا اشتباہ تھا لہذا اہل حق جماعت اور جن کا اجماع معتبر ہے سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرامؓ کی روایات اور شہادات قبول کی جائیں اور ان کے لیے عدالت ثابت کی جائے۔

۶۔ فذكر مثل ذالك الائمة كالطحاوي في عقيدته والكمال في المسايرة والزبيدي في شرح الاحياء وابن العربي في عواصمه وابن الاثير في كامله والزرقاني في شرحه على المواهب والشهاب الآلوسي في الاجوبة العراقية وغيرهم كثير۔ ايضاً۔

پس یہی کچھ اور ائمہ نے کہا ہے جیسے طحاویؒ نے اپنے "عقیدۃ الطحاویہ" میں کمال الدین ابن ہمامؒ نے مسایرہ میں علامہ زبیدیؒ نے "احیاء العلوم" کی شرح میں ابن عربی نے "العواصم والقواصم" میں ابن اثیر نے تاریخ کامل میں، زرقانی نے "مواہب لدنیہ" کی شرح میں اور علامہ شہاب الدین آلوسیؒ نے "اجوبۃ العراقیہ" میں اور دیگر بہت سے علماء یہی کچھ فرمایا ہے۔

۷۔ مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ "نبراس شرح شرح عقاید" صـ ۵۲۹ پر لکھتے ہیں۔

والمجمل انهم كانوا يطلبون الحق ولكن يصيب بعضهم في الاجتهاد ويخطئ بعضهم

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ (اختلافات میں) حق ہی طلب کرتے تھے مگر بعض کا اجتہاد صحیح ہوجاتا تھا اور بعض چوک جاتے تھے اجتہاد

[ال]مخطئ في الاجتهاد غير [مأ]خوذ بل ماجور وهكذا جرت [عا]دة السلف بحمل افعال الصحابة [ع]لى مقاصد صحيحة

میں خاطی ماخوذ نہیں بلکہ ماجور ہوگا سلف صالحین کی یہی عادت چلی آرہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے افعال کو صحیح مقاصد پر محمول کرتے تھے

[۸]۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ المتوفیٰ (۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں۔

وآنچه از بعض ایشاں در مشاجرات و محاربات تقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبویؐ و رعایت ادب بایشاں نقل کنند۔ بعد از تسلیم صحت آں اخبار ازاں اغماض کنند و تغافل ورزانند (گفته شنیده انگارند) زیرا که صحبت ایشاں با پیغمبر یقینی است و تعلمات دیگر ظنی و ظن بالیقین معارض نگردد۔ و یقینی بظنی متروک نشود و بالجملہ سرحد در اسلام سنت با معاویه و عمرو بن العاص و مغیرہ بن شعبه و اشباہ و امثال ایشاں است ہر کہ براہ اتباع مشائخ سنت رود گو زبان را از سب و لعن ایشاں بربندد۔

تکمیل الایمان بحوالہ حاشیہ نبراس صـ ۵۵۰

اور جو کچھ بعض صحابہؓ سے اختلافات اور جنگوں میں اہل بیت نبویؐ کے حفظ حقوق اور ان کے ادب کی رعایت میں کمی مخالفین روایت کرتے ہیں (جو زیادہ قابل تسلیم نہیں) بالفرض ان کی صحت تسلیم کرچکنے کے بعد ان سے درگزر دانی اور چشم پوشی کریں اور ان سنی کردیں اس لیے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ان کی صحبت یقینی ہے اور یہ دیگر نقول ظنی اور ظن یقین کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور یقینی چیز ظنی کی وجہ سے چھوڑی نہیں جاسکتی خلاصہ یہ کہ اسلام اور سنت کی سرحد حضرت معاویہ عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہؓ سے قائم ہے۔ جو شخص اہل سنت والجماعت کے بزرگان دین کے نقش قدم پر چل رہا ہے اسے کہو کہ ان حضرات کی بدگوئی اور لعن طعن سے زبان بند رکھے۔

اہل سنت کہلانے والے جماعت اسلامی سے منسلک حضرات کو یہ عبارت غور سے پڑھنی چاہیئے کہ کیا ان کے امیر نے ترجمان القرآن اور خلافت و ملوکیت وغیرہ میں ان حضرات پر زبان طعن دراز کرکے اہل سنت والجماعت کی اتباع کی ہے یا روافض کی سنت کو تازہ کیا ہے۔

شرح مقاصد بحث صحابہؓ میں ہے۔

يجب تعظيم الصحابة والكف عن مطاعنهم وحمل مايوجب بظاهره الطعن فيهم على محامل وتاويلات سيما المهاجرين والانصار واهل بيعة الرضوان ومن شهد بدرا والحديبية فقد انعقد على علو شانهم الاجماع وشهدت بذالك الأيات الصراح والاخبار الصحاح وتفاصيلها فی کتب الحديث والسير والمناقب ولقد امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بتعظيمهم وكف اللسان عن الطعن فيهم حيث قال اكرموا اصحابی فانهم خياركم وقال لا تسبوا اصحابی فلوان احدكم انفق مثل احد ذهبا مابلغ مداحدهم ولا نصيفهم وغيره من الاحاديث۔

صحابہ کرام رض کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن وتشنیع سے رکنا واجب ہے اور جو چیزیں بظاہر ان میں طعن پیدا کرتی ہیں انہیں نیک محامل اور تاویلات پر محمول کرنا واجب ہے خصوصاً مہاجرین اور انصار اور بیعت رضوان کے شرکاء اور جو بدر اور صلح حدیبیہ میں شامل ہوئے اور ان کی علو مرتبت پر اجماع قائم ہو چکا ہے اور واضح ترین آیات اور صحیح احادیث اس بات کی گواہی دیتی ہیں جنکی تفصیل کتب حدیث، سیر اور کتب مناقب میں ہے۔ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعظیم کا حکم فرمایا ہے اور ان کی بدگوئی سے زبان کو روکا ہے چنانچہ فرمایا میرے صحابہ رض کی عزت کرو کیونکہ وہ تم سے بہتر ہیں نیز فرمایا میرے صحابہ رض کو برا بھلا نہ کہو، اگر تمہارا کوئی فرد احد پہاڑ جتنا سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو صحابی رض کے ایک مد (اناج) یا اس کا نصف خرچ کرنیکے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔" (وغیرہ احادیث)

یہ عبارت اور دیگر عبارات یہ واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ بالفرض صحابہ رض کے بارے میں قابل طعن روایت مروی ہو تو اہل سنت کے ذمے واجب ہے کہ نہ صرف ان کی بدگوئی اور طعنہ بازی سے رکیں بلکہ اس کا جائز اور صحیح محمل تلاش کریں تاکہ صحابی رض پر طعن وارد ہی نہ ہو۔
مگر بانی جماعت اسلامی مرحوم پر تعجب ہے کہ مدعی اہل سنت ہونے کے باوجود بجائے

...ئے کہ صحابہ رض کی شان میں عیب لگانے والی سبائی روایات کی تردید کرتے یا ان کا جائز محمل بتلاتے ...انہی کے ذریعہ صحابہ رض پر بڑے بھیانک انداز میں مطاعن استنباط کیے اور صحابہ رض کی ایک جماعت پر ...کو خوب چسپاں کیا۔ دیکھیے خلافت وملوکیت باب چہارم ص ١٠٥ تا ص ١٥٣ اور باب پنجم میں ...١٥٤ تا ص ١٧٩ وغیرہ ؎

...خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد ۔۔۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔

...١۔ امام احمد بن محمد قرطبی اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں اہل سنت والجماعت کا مسلک ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

ایک چھوٹی سی جماعت جس کا کچھ بھی اعتبار نہیں یہ اعتقاد رکھتی ہے (اس سے مراد روافض ہیں) کہ صحابہ کا حال بھی دوسرے لوگوں کی طرح ہے کہ ان کی عدالت کی بحث بھی لازمی ہے اور بعض وہ ہیں جنہوں نے ابتدائی اور آخری حال میں فرق کیا اور کہا کہ وہ شروع شروع میں تو عادل تھے پھر ان کے حال میں تبدیلی آگئی پس ان کے مابین خونریز لڑائیاں ہوئیں لہذا بحث عدالت ضروری ہے۔ (یہ معتزلہ کا مسلک ہے اور خلافت وملوکیت میں تقریباً اس کی ترجمانی کی گئی ہے م) اس پر علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔

وهذا مردود فان خيار الصحابة وفضلاءهم كعلی وطلحة والزبير وغيرهم رضی اللہ عنهم ممن اثنی اللہ عليهم وزكاهم ورضی عنهم وارضاهم ووعدهم الجنة بقوله مغفرة واجرا عظيما وخاصة العشرة المقطوع لهم بالجنة باخبار الرسول هم القدوة مع علمهم بكثير من الفتن والامور

یہ مذہب مردود ہے اس لیے کہ صحابہ کرام رض کے فضلاء حضرت علی وطلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم جیسی بہترین شخصیتیں اس جماعت سے تعلق رکھتی ہیں جن کی اللہ نے تعریف کی اور ان کو آلودگیوں سے پاک کیا اور ان سے راضی ہوا اور انہیں راضی کر دیا اپنے اس فرمان" اللہ نے ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے" ان کے بموجب ان سے جنت کا وعدہ فرمایا خصوصاً عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہادت

الجارية عليهم بعد نبيهم و باخباره لهم بذالك وذالك غير مسقط من مرتبتهم و فضلهم اذ تلك الامور مبنية على الاجتهاد وكل مجتهد مصيب

(تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۲۹۹)

سے قطعی ہے وہی امت کے پیشوا ہیں باوجو
خدا و رسول کو بہت سے وہ فتنے اور حالات م
تھے جو ان پر حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد
پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے جنتی ہونے کی خبر
تو یہ اختلافات وغیرہ ان کے مرتبے اور فضیلت
ساقط نہیں کر سکتے اور یہ سب امور مبنی بر اجتہ
ہیں اور ہر مجتہد (ثواب کے لحاظ سے) مصیب ہ

۱۱۔ تحریر الاصول اور اس کی شرح تقریر الاصول جلد ۲ ص ۲۶۰ پر ہے۔

جو کچھ صحابہ کرام رض کے مابین ہوا ہم اسے ان کے پروردگار عز و جل کے سپرد کرتے ہیں اور جو ان میں اعتراض کرے اس سے براءت کرتے ہیں اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ طعن کرنے والا ذلیل کرنے والی گمراہی اور کھلے خسارے میں ہے۔ یہ بھی ہمارا اعتقاد ہے کہ حضرت عثمان رض امام برحق تھے وہ مظلوماً شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رض کو آپ کے قتل کے ارتکاب سے محفوظ رکھا۔ جو قتل کا سرپرست بنا وہ شیطان تھا کسی صحابی رض سے بھی حضرت عثمان رض کے قتل پر رضامندی ثابت نہیں۔ ہاں جو کچھ ان سے ثابت اور محفوظ ہے وہ قتل عثمان رض کی ناپسندیدگی اور مذمت ہے۔ واضح ہو کہ قصاص کا مسئلہ اجتہادی تھا۔ حضرت علی رض کرم اللہ وجہہ نے تاخیر میں مصلحت دیکھی۔ جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جلدی قصاص لینے میں مصلحت دیکھی۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اجر ملے گا۔

اور یہ بھی واضح ہو کہ (اپنے زمانے میں) امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت تاویل کرنے والی تھی۔ صحابہ کرام رض کی ایک جماعت فریقین کی حمایت کرنے سے باز رہی اور دونوں گروہوں سے الگ تھلگ رہی۔ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین عادل ہیں وہی اس دین کے نقل کرنے والے اد

اس کے حامل ہیں جن کی تلواروں سے اسلام غالب ہوا اور جن کی تبلیغ سے اشاعت پذیر ہوا۔ اگر ہم ان کی فضیلت میں آیات اور احادیث کی تلاوت شروع کر دیں تو سلسلہ کلام لمبا ہو جائے گا۔

پس یہ عقیدہ کے سلسلے میں چند کلمات ہیں جو ان کے خلاف عقیدہ رکھے گا وہ گمراہی اور بدعت کا مرتکب ہوگا۔ دین کا احترام کرنے والے کو چاہیئے کہ ان کلمات کو گرہ باندھ کر محفوظ رکھے نیز وہ ان کے مابین ہونے والے واقعات سے زبان بند رکھے کیونکہ ۔

فتلك دماء طهر الله منها ايدينا فلا نلوث بهم السنتنا والحاصل انهم خير الامة وان كلا منهم افضل من كل من بعده۔

یہ وہ خون ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے محفوظ رکھا پس ہم کو (ان کی بدگوئی یا کسی ایک جماعت کی تغلیط کر کے) اپنی زبانوں کو ملوث کرنا نہیں چاہیئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ وہ سب امت سے بہتر ہیں اور ان کا ہر ہر فرد مابعد والوں کے ہر ہر فرد سے بہتر ہے۔

۱۲:۔ فقیہ شام امام اوزاعی رح المتوفیٰ (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں

عن بقية بن الوليد قال قال لى الاوزاعى يا بقية لا تذكر احدا من اصحاب محمد نبيك صلى الله عليه وسلم الا بخير۔

بقیہ بن ولید کہتے ہیں کہ مجھ سے امام اوزاعی رح نے کہا کہ اے بقیہ! اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رض کا ذکر بھلائی کے ماسوا نہ کرنا۔

(جامع بیان العلم وفضلہ جلد ۲ ص ۲۹)

۱۳۔ مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ نبراس بحث الصحابہ میں لکھتے ہیں۔

اور باقی صحابہ کرام رض یا سب کے سب بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیے جائیں اگرچہ ان میں سے کسی سے وسوسہ ڈالنے والے امور مذکور ہوں جیسے حضرت معاویہ عمرو بن العاص مغیرہ بن شعبہ اور بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہم اور ان کے کام اجتہاد پر محمول کیے جائیں بلکہ افضل یہ ہے کہ ان کے ذکر سے خاموشی اختیار کی جائے تاکہ دین وساوس سے

محفوظ ہے اس لیے کہ ان میں سے کسی ایک پر طعن بھی دین وایمان میں شگاف پیدا کرنا ہے۔ اور مغفرت اور ثواب کی امید دوسرے مومنین کی بہ نسبت ان کے لیے زیادہ ہے بلکہ غزوہ بدر اور بیعت رضوان والوں کے لیے جنت کی بشارت صحیح ہے بلکہ ہر اس صحابی رضؓ کے لیے بشارت قطعیہ ہے جس نے (ایمان لاکر) اللہ کی راہ میں انفاق اور قتال کیا جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے

" لَا يَسْتَوِي مِنكُمْ مَّنْ أَنفَقَ الآیہ

۱۴:- امام محمد غزالیؒ المتوفیٰ (۵۰۵) احیاء العلوم جلد ۱ ص۸۲ پر رقم طراز ہیں۔

وان يحسن الظن بجميع الصحابة ويثنى عليهم كما اثنى الله عز وجل ورسوله صلى الله عليه وسلم

تمام صحابہ کرامؓ سے ایک مسلمان حسن ظن رکھے اور ان کی تعریف کرے جیسے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مدح وثنا کی ہے۔

پھر ص۲۲ پر لکھتے ہیں

وماجرى بين معاوية وعلى رضى الله عنهما كان مبنيًا على الاجتهاد ولا منازعة من معاوية فى الامامة

حضرت معاویہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مابین جو کچھ ہوا وہ مبنی بر اجتہاد تھا۔ حضرت علیؓ کی امامت کے بارے میں حضرت معاویہ کو اختلاف نہ تھا

۱۵:- علامہ ابن حجر ہیتمیؒ تطہیر الجنان ص۴۹ پر لکھتے ہیں۔

فالمراد بالزلة خلاف الاكمل لاما فيه اثم لان الصحابة رضى الله عنهم كلهم عدول مجتهدون على الصواب الذى لا يجوز لاحد ان يعتقد غيره ولكنهم مع ذالك قد يقع من احد هم مالا يليق بمقامه فيعذر اليه بالنسبة اليه۔

لغزش سے مراد خلاف اولیٰ کام کرنا ہے نہ وہ کام جس کا کرنا گناہ ہے اس لیے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب عادل اور راستی کے لیے اجتہاد کرنے والے تھے کسی کو اس کے برخلاف عقیدہ رکھنا جائز نہیں لیکن اس علو منصبی کے باوجود کبھی کسی سے ایسا کام بھی ہو گیا جو اس کے منصب سے فروتر تھا تو اس کو اس کی وجہ سے معذور سمجھا جائے گا

…یدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المتوفیٰ ۵۶۱ھ فرماتے ہیں۔

…ضرت علیؓ کے وفات پا جانے اور حضرت حسنؓ کے خلافت ترک کر دینے کے بعد …ضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ پر خلافت کا مقرر ہونا درست اور صحیح ہے" نیز فرماتے ہیں" اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا واجب ہے اور ان کے حق میں برے کلمات کہنے سے پرہیز کیا جائے اور واجب ہے کہ ان کے فضائل اور نیکیاں بیان کی جائیں۔

(غنیۃ الطالبین ص۱۱۸)

…- امام بخاریؒ المتوفیٰ (۲۵۶ھ) فرماتے ہیں۔

فضل بن زیادؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ (امام بخاریؒ) سے سنا جبکہ آپ سے ایسے شخص کے متعلق پوچھا گیا جو حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کی شان میں کمی کرے اسے رافضی کہا جائے گا۔؟

…ال انه لم يجترئ عليهما الا وله …بيئة سوء ما انتقص احد …دا من الصحابة الا وله داخلة …وء (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۳۹)

تو امام بخاریؒ نے فرمایا ان دونوں حضرات پر طعن کی وہی جرأت کرے گا جو بد باطن ہوگا۔ صحابہؓ میں سے کسی پر بھی جو طعن کرے گا وہ ضرور باطن میں برا ہوگا۔

…- ابوزرعہ رازیؒ کا مشہور قول آپ آغاز کتاب میں ملاحظہ فرما چکے ہیں یہاں ایک اور قول ملاحظہ فرمائیں۔

- امام ابوزرعہ رازیؒ سے مروی ہے ان سے ایک آدمی نے کہا میں حضرت معاویہؓ سے بغض رکھتا ہوں آپ نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اس لیے کہ اس نے حضرت علیؓ سے لڑائی کی ہے تو امام ابوزرعہؒ (م ۲۶۱ھ) نے فرمایا تو ہلاک ہو تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت معاویہؓ کا رب بہت مہربان ہے اور حضرت معاویہؓ کے مقابل (حضرت علیؓ) صاحب کریم مقابل ہیں ان دونوں کے مابین تو کون ہے دخل دینے والا۔؟ رضی اللہ عنہما (البدایہ جلد ۸ ص۱۳۰)

١٩ - امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے۔

سئل الامام احمد عما جری بین علی ومعاویة فقرء تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ (ایضاً)

حضرت معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے مابین ہونے والے حادثے کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا تو آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ،، یہ جماعت گزر چکی ہے جو کچھ انہوں نے کمایا وہ انہی کا حصہ ہے اور تمہارے لیے وہی ہے جو تم نے کمایا۔ تم سے ان کے اعمال کے متعلق بازپرس نہ ہوگی۔

٢٠ - امام حسن البصریؒ المتوفیٰ (١١٠ھ) سے منقول ہے۔

قال الاوزاعی سئل الحسن عما جری بین علی و عثمان فقال کان لهذا سابقة ولهذا سابقة ولهذا قرابة ولهذا قرابة فابتلیا جمیعا (البدایه والنهایه ج ٨ ص ١٣)

مشہور محدث فقیہ امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ حسن بصری سے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں اختلاف کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا اسکی بھی اسلام اور اعمال صالحہ میں سبقت ہے اور اس کی بھی اس کی بھی حضور علیہ السلام سے رشتہ داری ہے اور اس کی بھی (ہم کسی کے برخلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے)۔ دونوں کو آزمائش سے واسطہ پڑا۔

٢١ - حضرت عثمانؓ کے انتخاب اور خلافت کے متعلق امام احمدؒ سے مروی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ حضرت عثمان کی خلافت میں طعن کرنا تمام مہاجرینؓ اور انصار پر طعن کرنا ہے۔

(علامہ ابن حجر ہیتمیؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں) آنجناب نے سچ کہا کیونکہ حضرت عمرؓ نے خلافت کو چھ آدمیوں میں منحصر کر دیا جو یہ حضرات تھے عثمانؓ، علیؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہ زبیرؓ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ موخرالذکر تین حضرات نے اپنا حق چھوڑ دیا اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے بھی اپنے لیے خلافت نہ چاہی بلکہ یہ ارادہ کیا کہ علیؓ و عثمانؓ میں سے جو افضل ہو اس کی بیعت کرے۔ مگر اپنے دین میں احتیاط برتتے ہوتے۔ تین دن اور تین رات تک سوئے بغیر مسلسل

[مہ]اجرینؓ اور انصارؓ کے گھروں میں آتے جاتے رہے۔ اور ان سے مشورہ لیتے تھے کہ [ع]لیؓ و عثمان رضی اللہ عنہما میں سے کس کو مقدم کریں۔ ان کے پاس خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی مردوں کے ہاں بھی اور عورتوں کے ہاں بھی آتے جاتے رہے۔ اور ہر ایک سے اس معاملہ میں اس کا عندیہ بھی معلوم کرتے رہے تا آنکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب پر تمام کا اتفاق رائے ہو گیا۔ چنانچہ پھر آپ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ کی بیعت مہاجرینؓ اور انصارؓ کے قطعی اجماع سے واقع ہوئی۔ تو حضرت عثمانؓ میں طعن کرنا دراصل مہاجرینؓ و انصارؓ دونوں گروہوں میں طعن کرنا ہے۔ تبھی تو امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہنا زندقہ (اور بے دینی) ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بظاہر تو یہ اتنا کفر نہیں مگر بباطن کفر ہے کیونکہ اس سے فریقین کی تکذیب لازم آتی ہے۔"

تکذیب یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کو "اُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ" یہی لوگ سچے ہیں۔ فرمایا ہے" یقیناً حضرت عثمانؓ کی خلافت پر ان کا اتفاق سچا اور حق ہے۔ [پس] جو شخص حضرت عثمانؓ کی خلافت میں کیڑے نکالتا یا آپ کی برائی کرتا اور نااہل کہتا ہے تو اس نے [گویا] مہاجرینؓ و انصارؓ کو جھٹلایا۔ حالانکہ ان کو جھٹلانا نص قرآنی کا کھلا انکار اور کفر ہے۔

[٢٢] - حافظ ابن تیمیہؒ المتوفیٰ (٧٢٨ھ) الصارم المسلول ص ٥٨٣ پر لکھتے ہیں۔

[وه]ذا مما لا نعلم فیه خلافا [بین] اهل الفقه والعلم من اصحاب [رس]ول الله صلی الله علیه وسلم والتابعین [له]م باحسان وسائر اهل السنة و [الجم]اعة فانهم مجمعون علی ان [الواج]ب الثناء علیهم والاستغفار لهم [و]الترحم علیهم والترضی عنهم واعتقاد [مح]بتهم وموالاتهم وعقوبة من اساء [ال]قول فیهم۔

یہ وہ عقیدہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اور تابعین سے لے کر تمام اہل سنت والجماعت سمیت تمام فقہاء اور ائمہ دین کا ہم کوئی اختلاف نہیں جانتے کیونکہ یہ سب اس پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ کی ثناء ان کے لیے استغفار اور رحمت کی دعا، ان پر خدا کے راضی ہونے کی شہادت ان کی محبت کا عقیدہ اور ان سے دوستی رکھنا واجب ہے اور جو ان کی بدگوئی کرے اس کو سزا دینا بھی واجب ہے

٢٣ - امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ المتوفی (١٠٣٢ھ) لکھتے ہیں

دوم یہ کہ اہل سنت والجماعۃ شکر اللہ سعیہم حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابؓ کے لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرتے ہیں اور ہوا و تعصب سے دور جانتے ہیں کیونکہ ان کے نفوس خیر البشر کی صحبت سے پاک ہو چکے تھے اور ان کے روشن سینے عداوت و کینہ سے پاک صاف ہو گئے تھے (مکتوبات جلد ٣ ص ٢٩)

نیز لکھتے ہیں

بدانکہ در اصحاب کرامؓ در آمدن و در میان ایشاں حکمہا نمودن از کمال بے ادبی و فرط بے سعادتی است و طریق اسلم آنست کہ منازعات و اختلافاتیکہ در میان ایشاں واقع شدہ بعلم حق سبحانہ متعلق سازند و ہمہ ایشاں را جز بنیکی یاد نہ کنند و حب ایشاں را حب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام دانند. مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ حدیث صحیح است

معلوم ہونا چاہیئے کہ صحابہ کرامؓ کے اختلافات میں دخل دینا اور ان میں صحیح و غلط کا حکم لگانا کمال بے ادبی اور بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔ سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ان میں جو اختلافات اور جھگڑے ہوئے ہیں انہیں حق تعالیٰ کے علم کے سپرد کرنا چاہیئے اور تمام صحابہؓ کو نیکی کے بغیر یاد نہ کرنا چاہیئے اور ان سے محبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ حدیث صحیح ہے جس نے صحابہؓ سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی۔ وجہ سے ان سے محبت کی

رسالہ تائید مذہب اہل سنت ص ٥٩

٢٤ - قال الشافعی وھو منقول عن عمر بن عبد العزیز تلک دماء طھر اللہ عنھا ایدینا فلنطھر عنھا السنتنا۔ (ایضاً)

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے اور یہی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ ان خونوں سے جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو محفوظ رکھا تو ہمیں اپنی زبانیں بھی (ان کے نامناسب ذکر سے) پاک رکھنی چاہیئں

٢٥ - علامہ آمدی سیف الدینؒ المتوفی (٦٣١ھ) رقم طراز ہیں۔

وعند ذالک فالواجب ان یحمل کل ما جری بینھم من الفتن علی احسن حال وان کان ذالک ادی الیہ اجتہاد کل فریق من اعتقادہ ان الواجب ما صار الیہ۔ (الاحکام فی الاصول جلد ٢ ص ١٢٩)

اور اختلافات کے سلسلے میں واجب ہے کہ جو کچھ ان کے مابین فتن وغیرہ ہوئے انہیں بہتر حال پر محمول کیا جائے کہ ہر فریق نے اپنے اعتقاد کے مطابق اجتہاد کر کے جو کچھ کیا، یہی اس کے حق میں واجب تھا۔ الاحکام فی اصول الاحکام جلد ٢ ص ١٢٩

٢٦ - علامہ ابن حاجبؒ المتوفی (٦٤٦ھ) شرح مختصر المنتہی جلد ٢ ص ٦٧ پر لکھتے ہیں۔

مخالفین نے جو کچھ فتنوں وغیرہ کا ذکر کیا ہے تو وہ اجتہاد پر محمول ہے یعنی ان معاملات میں ہر ایک نے اجتہاد کیا۔ ہر ایک کے اجتہاد نے اس سے وہ کچھ کرایا جو اس نے کیا۔ تو اس صورت میں کوئی اشکال کی بات ہی نہیں۔ خواہ ہم یہ کہیں کہ ہر مجتہد مصیب ہوتا ہے اور یہی ظاہر ہے یا ہم یہ کہیں کہ مصیب تو ایک ہے (دوسرا غیر مصیب) کیونکہ اس بالاتفاق اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اور واجب پر عمل کرنے کی صورت میں کسی کو فاسق (گناہ گار) نہیں کہا جاسکتا۔

٢٧ - علامہ ابن اثیر جزریؒ جامع الاصول جلد ١ ص ٤٠٣ پر فرماتے ہیں۔

جمہور معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم اور تمام اہل عراق و شام فاسق ہیں کیونکہ انہوں نے امام برحق حضرت علی رضی اللہ عنہم سے جنگ کی۔ . . . . مگر یہ سب سلف صالحین پر حملہ ہے جو سنت نبویؐ کے خلاف ہے کیونکہ جو کچھ ان کے مابین ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا اور ہر ایک شخص راست روی کرنے والا تھا راست رو تو ایک تھا جسے ثواب ملا۔ اور خطا کار کو بھی ثواب ملا۔ البتہ خطا کار کو معذور سمجھا جائے گا۔ اور اس کی گواہی رد نہیں کیجائے گی۔

٢٨ - صاحب نبراس ص ٥٣١ پر لکھتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صحابہؓ کی برائیوں کے سلسلے میں جو کچھ مخالفین نے ذکر کیا ہے وہ (تقریباً سب) موضوع ہے اور جو کچھ صحیح ہے تو وہ خطاء اجتہادی سے ہے اور مجتہد اپنی خطا میں بھی ماجور ہے ماخوذ نہیں۔ اور اگر بالفرض ان سے گناہ کا صدور تسلیم بھی کیا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں کیونکہ خلافت میں عصمت شرط

نہیں اور ان کے لیے یہ وعدہ کافی ہے جو اللہ نے ان سے بخشش اور جنت کا فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہے خصوصًا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی غیبت تو اور بھی بدتر گناہ کبیرہ ہے۔

۲۹۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ المتوفیٰ (۸۵۲ھ) حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں ابن عبد البر رحمۃ اللہ کا کلام نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

وقد طول الشيخ ترجمته ولا طائل فيها من كتاب ابن عبد البر وفيها خطاء و شناعة والرجل قد ثبتت صحبته وله ذنوب امرها الى الله تعالىٰ والصواب السكوت والله تعالىٰ اعلم۔	شیخ مزّی نے (تہذیب الکمال میں) ابن عبد البر رحمۃ اللہ سے ولید رضی اللہ عنہ کا ترجمہ طویل نقل کیا ہے۔ مگر نقل بے سود ہے کیونکہ اس میں غلطی اور صحابی رضی اللہ عنہ کی برائی ہے ان کی صحبت تو یقینًا ثابت ہے اور گناہوں کا معاملہ اللہ کے سپرد صحیح مذہب صحابہ رضی اللہ عنہم کے عیوب سے خاموشی ہے۔
(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۴۴)	

۳۰۔ حافظ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ تطہیر الجنان کے مقدمہ ص ۴ پر فرماتے ہیں۔

اے وہ مسلمان جس کا دل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے معمور ہے تجھ پر یہ واجب ہے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے ان پر وہ انعام کیا ہے جس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا۔ اور تجھ پر یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدول ہیں جس پر تمام متقدمین و متاخرین بزرگان دین کا اجماع ہو چکا ہے۔ اور ان میں سے بعض حضرات کی جو لغزشیں نقل کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے اس فرمان سے ان تمام کو معاف فرما دیا ہے ”رضی اللہ عنهم ورضوا عنه“۔ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا اور وہ اس سے راضی ہو گئے) اور اس وجہ سے بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بہت مدح فرمائی ہے کہ ان کی تنقیص اور عیب گوئی سے روکا ہے۔ اور بغیر کسی تفصیل و تعیین کے کسی ایک کی بھی تنقید و تنقیص پر سخت سزا سنائی ہے۔ چونکہ آپ کا مقام امت

کی طرف نازل شدہ کلام کی تفسیر کرنا ہے پس اگر اس رضوان اور بشارت جنت سے عموم مراد نہ ہوتا تو آپ اسے مجمل نہ چھوڑتے“۔

قارئین کرام! اس قسم کے حوالہ جات بے شمار ہیں مگر آپ کے اکتانے اور مضمون کی طوالت کے خوف سے تیس ۳۰ اقتباسات پر اکتفا کر کے بقیہ کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

وفيها الكفاية لمن له الدراية

مذکورہ بالا اقتباسات کا تجزیہ

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع صحیح ہے تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم نے تین دن تک غور و فکر کرنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت کا سب سے بڑھ کر مستحق اور اہل ترین سمجھا۔ آپ کی خلافت پر اعتراض کرنا یا آپ کی اہلیت میں شک کرنا گویا اجماع قطعی کو جھٹلانا اور تمام مہاجرین رضی اللہ عنہم و انصار رضی اللہ عنہم پر طعن کرنا ہے۔ آپ کی اہلیت خلافت پر اعتراض کرنا گویا آپ کو گالی دینا ہے اور یہ صریح زندقہ ہے۔

نیز بشرط اہلیت آپ کی حکام کی انتخابی پالیسی کو بلاشبہ غلط کہنا ــــ جبکہ قائل کے اعتراف کے باوجود اس میں ذرہ بھر بھی شرعًا غلطی یا گناہ نہیں ــــ بذات خود غلط ہے۔ جو بلوائیوں کی تائید اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر صریح طعن ہے۔ اللہ تعالیٰ قارئین خلافت و ملوکیت کو ہدایت عطا فرمائے۔

(۲) آپ ظلمًا شہید ہوتے۔ آپ سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا جس کی وجہ سے یہ ہنگامہ آرائی اور بلوائی جائز ہوتا اور آپ کا خون مباح قرار دیا جاتا۔

۳۔ جن لوگوں نے آپ کو شہید کیا وہ فساق و فجار تھے۔ تہذیب و شرافت سے کوسوں دور تھے۔ مدینہ طیبہ کے مقامی باشندے نہ تھے بلکہ مصر، بصرہ اور کوفہ سے ایک سازش کے تحت فساد پھیلانے آتے تھے۔ محض سطحی اور من گھڑت الزامات آپ پر لگاتے تاکہ فساد کے لیے کوئی بہانہ بنے۔

کوئی صحابیؓ بھی ان کی رائے اور فساد میں شریک نہ تھا نہ کسی صحابیؓ نے قتل میں اعانت کی۔ البتہ حافظ ابن کثیرؒ کے البدایہ والنہایہ میں بیان کے مطابق بعض صحابہؓ اختلاف رکھتے ہوئے یہ چاہتے تھے کہ آپ از خود منصب خلافت چھوڑ دیں جیسے عمار بن یاسرؓ و عمرو ابن الحمقؓ

۵۔ مدینہ منورہ میں موجود صحابہؓ حضرت عثمانؓ سے دفاع کرنا چاہتے تھے مگر حضرت عثمانؓ نے انہیں بالکل روک دیا۔ سرزمین حرم نبویؐ میں اپنی جان تو قربان کر دی مگر کسی کلمہ گو کا ایک قطرۂ خون نہیں گرنے دیا۔ اگر آپ اجازت دیتے تو بلوائیوں کا صفایا کیا جا سکتا تھا۔

۶۔ خلیفہ مظلوم کو شہید کرنے والے بلوائیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہا آپ نے بھی وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے اس عہدہ کو قبول کر لیا اور اہل حل و عقد، مہاجرین و انصارؓ کی اکثریت نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ گو صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت نے آپ کی بیعت نہیں کی۔ آپ کی خلافت بھی بالاجماع صحیح ہے کیونکہ للاکثر حکم الکل، اکثریت کل کا حکم رکھتی ہے۔ اکثریت کے اتفاق سے اقلیت کا انحراف خلافت کی صحت کو مانع نہیں۔ آپ کو خلافت کا اہل یا اس کی صحت کو تسلیم نہ کرنے والا غلطی پر ہے مگر حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت نے آپ سے خلافت اور اس کی اہلیت میں اختلاف نہیں کیا۔ بلکہ وہ تو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے قصاص سے متعلق تھا۔ حضرت طلحہ، زبیر، ام المومنین و اہل بیت نبوی، حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم یہ چاہتے تھے کہ آپ فوراً ان بلوائیوں سے خلیفہ مظلوم کا قصاص لیں یا انہیں اپنے لشکر سے نکال کر ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم خلیفہ مظلوم کی دردناک شہادت کا بدلہ لیں۔ ورنہ تاخیر سے بلوائی فتنہ فساد برا اور جری ہو جائیں گے اور یہ چیز تاریخی مسلمات میں سے ہے۔

نیز حضرت معاویہؓ کا یہ قول بھی مشہور اور تاریخ سے ثابت ہے کہ ہم حضرت علیؓ کو ہی خلافت کا مستحق سمجھتے ہیں مگر قاتلان عثمانؓ سے قصاص کے بعد اگر وہ خود قصاص لیں، یا قاتلان عثمانؓ ہمارے حوالے کر دیں تو اہل شام کی طرف سے حضرت علیؓ کی بیعت کرنے والا پہلا شخص معاویہؓ ہوگا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۵۹)

مگر حضرت علیؓ کی فوج میں معقول تعداد بلوائیوں کی تھی اگر آپ بلوائیوں سے خود قصاص لیتے

یا حضرت معاویہؓ کے سپرد کرتے تو پھر فتنہ فساد کا قوی امکان تھا اس لیے آپ نے تاخیر مناسب سمجھی اور کہا کہ استحکام خلافت پر ان سے قصاص لوں گا۔ دراصل یہی وہ اجتہادی اختلاف تھا جس کے سبب یہ ہولناک حادثات پیش آئے۔ اور ہم عنقریب واضح کریں گے کہ لڑائی کی آگ بھڑکانے میں سب کچھ بلوائیوں نے کیا ورنہ جنگ جمل کے موقعہ پر یہ اختلاف ختم ہو گیا تھا اور حضرت علیؓ نے جمہور کی رائے کو تسلیم کر لیا تھا۔ اسی طرح صفین میں بھی صلح صفائی ہو جاتی اگر بلوائی سفارت کے بھیس میں طرفین کو دھمکیاں دے کر فضا کو مکدر نہ کرتے۔

۷۔ اکثر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اس نظریاتی اختلاف میں حضرت علیؓ کی رائے اصوب اور بہتر تھی۔ اور دوسرے حضرات کی رائے بھی اگرچہ حق تھی مگر خلاف اولیٰ اور مرجوح تھی اور جو کچھ ان کے مابین ہوا وہ اجتہادی خطا ہے کہ انہوں نے اس کام کو نیک نیتی سے کیا تھا مگر نتیجہ میں خطا ظاہر ہوئی۔ اس خطاء اجتہادی میں ان کو کوئی گناہ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک گونہ عند اللہ ماجور تھے کیونکہ صحیحین وغیرہ کی یہ حدیث نبوی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ وَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَاِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ وَاَخْطَاَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ (متفق علیہ) (کذا فی مشکوٰۃ ص ۳۲۸)	حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حاکم فیصلہ کے وقت اجتہاد کرے اور وہ درست نکلے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر اجتہاد کیا مگر چوک گیا تو اس کو ایک گن ثواب ملے گا۔

یہ حدیث حاکم (جج) کے علاوہ ہر شرعی " مجتہد " کو شامل ہے اور حضرت علیؓ سے اختلاف رکھنے والے چاروں حضرات بلاشبہ مجتہد تھے۔ لہٰذا اس حدیث کی بنا پر کسی پر کچھ انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی کیونکہ مجتہد کی غلطی معاف ہے اور عوام صحابہؓ یا تابعین ان کے مقلد ہونے کی حیثیت سے انہیں کے حکم میں تھے۔ (فافہم)

خطاء اجتہادی کی چند مثالیں۔

۱۔ اسی طرح احادیث صحیحہ میں ایک قصہ مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو بنو قریظہ کی بستی کی طرف بھیجتے ہوئے یہ تاکید کی کہ نماز عصر بستی میں جا کر پڑھنا راستے میں نہ پڑھنا

مگر راستے میں ہی نماز کا وقت ہوگیا کچھ حضرات نے نماز پڑھ لی اور یوں اجتہاد کیا کہ آپ کا مقصد اس جملہ سے نماز سے روکنا نہیں۔ بلکہ جلدی سفر طے کرکے بنو قریظہ میں پہنچنا ہے۔ دوسرے گروہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے راستہ میں نماز نہ پڑھی اور بنو قریظہ پہنچ کر قضا ہی پڑھی۔ آپؐ کے علم میں جب یہ بات آئی تو آپؐ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی۔ البتہ راستہ میں پڑھنے والوں کی مدح کی۔

(بخاری و مسلم جلد ۲ ص ۹۶)

اب دوسرے گروہ سے اجتہاداً چوک ہوئی مگر عنداللہ ماجور ہوتے۔ اس خطاء اجتہادی کی نظیریں قرآن کریم میں بھی ہیں

۲۔ بھیڑوں کے ایک مقدمہ کے سلسلہ میں حضرت داودؑ علیہ السلام نے ایک فیصلہ دیا مگر اس سے بہتر اور صواب فیصلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے دل میں ڈالا۔ چنانچہ عملدرآمد حضرت داودؑ کے فیصلہ کے بجائے حضرت سلیمانؑ کے فیصلے پر ہوا۔ قرآنی الفاظ یہ ہیں۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا۔

(سورۃ انبیاء ع ۶)

اور داودؑ اور سلیمان (کا حال بھی سن لو کہ) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے۔ جس میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کو چر گئیں (اور اسے روند گئیں) تھیں اور ہم ان کے فیصلے کے وقت موجود تھے تو ہم نے فیصلہ (کرنے کا طریق) سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور ہم نے دونوں کو حکم (یعنی حکمت و نبوت) اور علم بخشا تھا (از فتح محمد جالندھری)

معلوم ہوا کہ "ہم نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا" سے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی تائید کی اور حضرت داودؑ علیہ السلام کے فیصلے سے سکوت کیا جس سے معلوم ہوا کہ حق دونوں تھے مگر اصوب اور بہترین فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا۔

۳۔ متعدد مقامات پر قرآن کریم میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا یہ قصہ مذکور ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے اور قوم کو حضرت ہارون علیہ السلام کی موجودگی میں بچھڑے۔ جو ان کے نزدیک مروجہ تعزیہ اور ضریح کی طرح تقرب خداوندی کا ذریعہ تھا۔

کی عبادت کرتے دیکھا تو برداشت نہ کرسکے۔ تورات کی تختیاں جلدی سے پھینک دیں اور طیش میں آکر حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا (کہ شائد انہوں نے قوم کو فہمائش میں کوتاہی کی) تو حضرت ہارون علیہ السلام نے آپ کو اپنی ماں کا بیٹا کہہ کر روکا اور کہا کہ دشمنوں کو خوش کرتے ہوئے مجھ سے ایسا سلوک نہ کرو جو ظالموں سے کیا جاتا ہے۔

سورۃ اعراف ع ۱۸ میں یہ قصہ یوں ہے۔

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

اور جب موسیٰ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد بہت ہی بداطواری کی۔ تم نے اپنے پروردگار کا حکم (یعنی میرا اپنے پاس آنا) جلد چاہا (یہ کہا) اور (شدت غضب سے) تورات کی تختیاں ڈال دیں اور اپنے بھائی کے سر کے (بالوں) کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ انہوں نے کہا بھائی جان! لوگ تو مجھے کمزور سمجھتے تھے۔ اور قریب تھا کہ قتل کردیں تو ایسا کام نہ کیجیے کہ دشمن مجھ پر ہنسیں اور مجھے ظالم لوگوں میں مت ملائیے۔

ظاہر بات ہے کہ اپنے سے بڑے بھائی اور پیغمبر برحق کے ساتھ یہ توہین آمیز سلوک ایک بڑی بات تھی مگر اللہ تعالیٰ نے کوئی نکیر نہیں فرمائی اور نہ ہی کسی کو گنجائش ہے۔ کیونکہ یہ سب کچھ نیک نیتی اور اخلاص سے اجتہاداً صادر ہوا۔

۴۔ اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام نے منہی عنہ درخت کے متعلق یہ سمجھا کہ خاص درخت مراد ہے حالانکہ عنداللہ پورے نوع سے نہی تھی چنانچہ خطاء اجتہادی سے کھا بیٹھے۔ پھر استغفار کیا تو اللہ نے معاف فرمادیا۔

۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ تبوک کے موقعہ پر منافقین نے جھوٹے حیلے بہانے تراش کر نہ جانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرماتے ہوئے معاف کردیا۔

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا

خدا تمہیں معاف کرے۔ تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی

وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ۔	تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت
(توبہ ع ۷)	کیوں دی۔

بہر حال ایسی کئی اور مثالیں مل سکتی ہیں کہ کاملین تک سے اجتہاد میں خطا ہوئی جسے بالکل اللہ تعالیٰ نے نظر انداز کر دیا یا معمولی سی تنبیہ کے بعد بالکل معاف فرما دیا۔

اسی طرح صحابہ کرام رض کے معاملے میں سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اجتہادی لغزشوں کو بالکل معاف فرما دیا۔ باوجودیکہ ان کے درمیان ہونے والے واقعات کا علام الغیوب کو علم تھا مگر پھر بھی تمام کو رضامندی اور جنات نعیم کی بشارت دی۔ ان پر کوئی طعن نہیں فرمایا۔ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عزت و تکریم کو ہم پر واجب کر دیا۔

اور خود سیدنا حضرت علی رض سے بتواتر ثابت ہے کہ آپ کو جب حضرت طلحہ رض کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ ان کے صاحبزادے محمد رح سے فرمایا کرتے تھے میں اور تمہارا باپ جنت میں ہوں گے اور یہ آیت ہمارے ہی حق میں نازل ہوئی ہے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ	اور ان کے دلوں میں جو کدورت ہو گی ہم اس کو نکال
غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِيْنَ۔	(صاف کر دیں گے (گویا) بھائی بھائی تختوں پر
(حجر ع ۴) (بحوالہ مختصر التحفہ ص ۲۷۰)	ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں۔

اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی آیت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جب عمرو بن جرموز نے لشکر سے باہر نماز و سجدہ کی حالت میں حواری رسول ص حضرت زبیر بن عوام کو شہید کیا اور خوشی سے آکر حضرت علی رض کو اطلاع دی تو آپ نے غصہ سے فرمایا۔

ابشر یا قاتل ابن صفیۃ بالنار فقال	اے قاتل ابن صفیہ (حضرت زبیر رض) تجھے جہنم کی
عمرو نقتل اعداءکم وتبشروننا بالنار	خوش خبری ہو۔ عمرو کہنے لگا۔ تعجب ہے ہم تمہارے
(الاخبار الطوال ص ۱۴۹ لابی حنیفۃ	دشمنوں کو قتل کریں اور تم ہمیں جہنم کی بشارت دو۔
الدینوری المتوفی ۲۸۲ھ)	(پھر عمرو نے خودکشی کر لی)

نیز آپ نے بروایت یزید بن اصم صفین کے شہداء کے متعلق فرمایا۔

قتلای وقتلی معاویۃ فی الجنۃ	میرے لشکر کے مقتول اور معاویہ رض کے لشکر کے مقتول

دونوں جنت میں ہوں گے۔

رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا وفی بعضہم خلاف

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۵۸)

نیز فرمایا ان میں سے جو شخص بھی صفائی قلب کے ساتھ مرا ہو گا وہ جنت میں جائے گا

(مقدمہ ابن خلدون ص ۳۸۵ فصل ۳۰)

نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۱۲۵ طبع مصر کے ایک خطبہ میں جس میں جنگ صفین کی روئیداد بیان کی ہے۔ یہ واضح کیا ہے کہ یہ کفر و اسلام کی لڑائی نہ تھی اور نہ ہی خون عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا، دین، ایمان یا کسی اور شرعی مسئلے کا نزاع تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ومن کتاب لہ علیہ السلام	حضرت علی رضی اللہ عنہ (آپ پر سلامتی ہو) نے جو
کتبہ الی الامصار یقص فیہ	شہروں کی طرف جو گشتی مراسلہ لکھا تھا جس میں اپنے اور
ماجری بینہ وبین اھل	اہل صفین کے مابین جنگ کا تذکرہ کیا اس کا مضمون
صفین وکان بدء امرنا التقینا	یہ ہے "ہمارے معاملے کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہم اور شامی
والقوم من اھل الشام والظاھر	جماعت برسر پیکار ہو گئے حالانکہ کھلی بات ہے کہ
ان ربنا واحد ونبینا واحد	ہمارا پروردگار ایک، ہمارا نبی ایک، ہماری اسلام کی
ودعوتنا فی الاسلام واحدۃ	طرف دعوت ایک۔ نہ ہم ان سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے
ولا نستزیدھم فی الایمان	اور حضور علیہ السلام کی تصدیق میں زیادتی کے خواہاں
باللہ والتصدیق برسولہ	ہیں اور نہ وہ ہم سے یہ چاہتے ہیں۔ ہر بات ایک اور
ولا یستزیدوننا الامر واحد	متفق علیہ ہے بجز اس کے کہ حضرت عثمان رضی اللہ
الا ما اختلفنا فیہ من دم	عنہ کے خون میں ہمارا اختلاف ہوا۔ اور ہم اس سے
عثمان ونحن منہ براء۔	بری ہیں۔

حضرت علی رض کا یہ فرمان حضرت معاویہ رض اور اہل شام کے برحق اور کامل مومن ہونے پر صریح دلیل ہے

۸۔ اہل سنت والجماعت کے بہت سے محتاطین علماء کا مسلک یہ ہے کہ ان کے منازعات میں فیصلہ دینے سے کف لسانی واجب ہے اور کسی کو ترجیح نہیں دینی چاہیئے۔ دونوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے

ہمیں دونوں کو حق پر سمجھ کر حسن ظن رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم جیسے فضلاء و اکابر صحابہ بھی ہیں ـــــ ان منازعات کہ سے الگ تھلگ ہی رہے ہے۔

(دیکھیئے مقدمہ ابن خلدون ص ۳۷۸ فصل ولایۃ العہد)

۹۔ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خلافت علوی کے زمانے میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے خلافت کا دعویٰ کیا۔ خلافت صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تھی البتہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے خلافت سے دستبردار ہونے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق سمجھ کر ان سے صلح کرنے اور بیعت کر لینے کے بعد سے وہ خلیفہ برحق ہوگئے۔ جن کی اطاعت واجب ہوگئی۔ اور خلفاء ثلاثہؓ کے بعد یہ سعادت صرف انہی کے حصہ میں آئی کہ تمام امت مسلمہ ان کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی۔ اس سن کا نام "عام الجماعۃ" رکھا گیا۔

مسلمانوں کے اس اتحاد سے پھر سے خلافت اسلامیہ کی فتوحات کا دروازہ کھل گیا اور آپ کی خلافت کے بیس سالہ امن و امان کے دور میں وہ ایک بڑی قوت بن گئے۔ اس لیے اس خلافت کو عام بادشاہی کہنا صحیح نہیں ہے اور یہ جو مرفوع حدیث آئی ہے "میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی پھر بادشاہت ہوگی" یہ ظاہری معنی کے لحاظ سے قابل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوۃ کے خصائص اور مراتب سے کم رتبہ دکھانا ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں۔ خاتمہ میں اس حدیث پر مستقل بحث آرہی ہے (انشاء اللہ)

بہرحال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات کی طرح آپ کی خلافت پر بھی طعن نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس کی برکات و فوائد اور آپ کے بے مثل کارناموں کا اظہار اہل سنت پر واجب ہے۔

۱۰۔ مثالب اور عیوب صحابہ رضی اللہ عنہم میں جتنی حکایتیں اور تاریخی روایات بیان کی جاتی ہیں ان کا اکثر حصہ بلاشبہ موضوع اور من گھڑت ہے جو دشمنان اسلام و صحابہؓ، روافض، کی ایجادات ہیں مسلمانوں کو ان کا سننا اور بیان کرنا حرام ہے اور غیر معتبر تاریخی مجموعہ میں جو کچھ قابل التفات ہیں ان میں بھی شیعہ راویوں کو دخل ہے اور وہ بالکل ضعیف اور شاذ ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے مقابلے میں ان روایتوں پر اعتماد کرنا اور ان کے ذریعے صحابہ کرامؓ پر طعن کرنا اور انہیں شہرت

ے ضعف و کذب پر متنبہ کراتے جانے کے باوجود ان کی صداقت پر اصرار اور صحابہ کرام رضی اللہ ب گوئی کرتے رہنا ایک بہت بڑا زندقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاصرین اور دیگر مسلمانوں کو ے محفوظ رکھے۔

اسی لیے تمام اہل سنت والجماعت مسلمانوں کا عہد صحابہؓ سے لے کر تا ہنوز یہ اجماع چلا آرہا ہے جرات صحابہؓ میں اپنی زبان کو لگام دینی چاہیئے اور عوام کے سامنے ان کو بیان نہ کرنا چاہیئے اور کسی ں ان پر طعن و نکیر نہ کرنی چاہیئے اور مخالفین کی مشہور کردہ باتوں کو ان سنی اور نظر انداز کر دینا ے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا یہی ہے کیونکہ اس سے ان کا دین ناقابل ٹھہرتا ہے۔ جبکہ بلاشبہ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے راویان اول صرف وہی ہیں۔ نیز وہ عام مسلمانوں کی غیبت اور اشاعت عیوب کو بدترین گناہ گردانتے ہیں اور ان کی ستر پوشی کو ب قرار دیتے ہیں تو وہ اپنے دین کی اشاعت کرنے والی جماعت کی طرف منسوب خود ساختہ برائیوں اشاعت کو کیسے برداشت کرسکتے ہیں جبکہ ان کی تعظیم و تکریم کا حکم خدا اور رسول اللہ صلی علیہ سے بتواتر ثابت ہے۔

خلافت و ملوکیت کے مؤلفؒ کا بعض صحابہؓ کے متعلق رویہ

قارئین کرام! قرآن کریم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کی و عدالت، عزت و توقیر اور ان کے متعلق بھلائی کے سوا زبان بند رکھنے اور حتی الامکان ان سے کرنے، ان کی طرف منسوب بعض مکروہ افعال کی نیک توجیہ کرنے پر ہر طبقے کے ائمہ مسلمین جیسیوں اقوال آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب ایک مدعی اہل سنت "صاحب خلافت و ملوکیتؒ" کے نظریات بھی مشتے نمونہ از خروارے ظہ فرمائیں تاکہ آپ کو قدماء اہل سنت اور نئے مدعی اہل سنت کے درمیان فرق معلوم ہو جائے "تیسرے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اٹھ ڑے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہؓ اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ اور دوسری طرف حضرت معاویہؓ

ے۔ بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔

ان دونوں فریقوں کے مرتبہ و مقام اور جلالت قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے بھی یہ کہے بغیر چار
دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں مانی جا سکتی (خلافت و ملوکیت ص ۱۲۴)
اس سے بھی زیادہ غیر آئینی طریق کار یہ تھا کہ پہلے فریق نے بجائے اس کے کہ وہ مدینے جا کر اپنا مطا
کرتا جہاں خلیفہ اور مجرمین اور مقتول کے ورثاء سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جا سکتی تھی
کا رخ کیا اور فوج جمع کر کے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی کوشش کی جس کا لازمی نتیجہ یہ
کہ ایک خون کے بجائے دس ہزار مزید خون ہوں اور مملکت کا نظام الگ درہم برہم ہو جاتے۔ شر
تو درکنار دنیا کے کسی آئین و قانون کی رو سے بھی اسے ایک جائز کارروائی نہیں مانا جا سکتا۔ اس
بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرز عمل دوسرے فریق یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تھا جو معاو
سفیان کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے ا
مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا گورنری کی طاقت اپنے مقصد کے لیے استعمال کی (ص ۱۲۵)
..... گورنر کی حیثیت سے انہیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پر باقاعدہ آئینی طریقے پر
ہو چکی تھی جس کی خلافت کو ان کے زیر انتظام صوبے کے سوا باقی پوری مملکت تسلیم کر چکی تھی اس کی
سے انکار کر دیتے اور اپنے زیر انتظام علاقے کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلے میں استعمال
اور ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کے طریقے پر یہ مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالتی کارروائی کے بجائے
قصاص کے حوالے کر دیا جائے تاکہ وہ خود ان سے بدلہ لے لیں (ص ۱۲۶) ..... حضرت
رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ ھ کے بعد حضرت نعمان بن بشیر ان کا خون سے بھرا
قمیص اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس
لے گئے اور انہوں نے یہ چیزیں منظر عام پر لٹکا دیں تاکہ اہل شام کے جذبات بھڑک اٹھیں۔ یہ
بات کی کھلی علامت تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خون عثمانؓ کا بدلہ قانون کے راستے سے
بلکہ غیر قانونی طریقہ سے لینا چاہتے ہیں (ص ۱۳۲) ..... حضرت جریر بن عبد اللہؓ نے دمشق
کے با اثر لوگوں سے ملاقاتیں کر کے ان کو یقین دلایا کہ خون عثمانؓ کی ذمہ داری سے حضرت علی
اللہ عنہ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس سے تشویش لاحق ہوئی اور ا
نے ایک صاحب کو اس کام پر مامور کیا کہ کچھ گواہ ایسے تیار کریں جو اہل شام کے سامنے یہ شہ

رت علی رضی اللہ عنہ ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ وہ صاحب
تیار کر کے لے آئے اور انہوں نے لوگوں کے سامنے یہ شہادت دی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
رت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے[2] (ص ۱۲۵) (الاستیعاب)
اس وقت حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اب
فوج نیزوں پر قرآن اٹھالائے اور کہے کہ هذا حكم بيننا و بينكم (یہ ہمارے اور
درمیان حکم ہے) اس کی مصلحت خود حضرت عمروؓ نے یہ بتائی کہ اس سے علیؓ کے لشکر میں پھوٹ
گی ...... ہم مجتمع رہیں گے اور ان کے ہاں تفرقہ برپا ہو جائے گا۔ اگر وہ مان گئے تو ہمیں
مل جائے گی[1]۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ محض ایک جنگی چال تھی قرآن کو حکم بنانا سرے سے
ود ہی نہ تھا۔ (ص ۱۲۹)

مورخین کا بیان ہے کہ اس کے بعد یزیدؒ نے اپنے بہت سے اعمال سے اصلاح کر لی جو قابل
امن تھے۔ مگر اس روئیداد سے دو باتیں بالکل واضح ہیں۔ ایک یہ کہ یزیدؒ کی ولی عہدی کے لیے ابتدائی
کسی صحیح جذبے کی بنیاد پر نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک بزرگ (حضرت مغیرہ بن شعبہؓ) نے اپنے ذاتی
ات کے لیے دوسرے بزرگ (حضرت امیر معاویہؓ) کے ذاتی مفاد سے اپیل کر کے اس تجویز (ولیعہدی
) کو جنم دیا اور دونوں صاحبوں نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح امت محمدیہ کو کس راہ
ال رہے ہیں۔ (ص ۱۵۰)

خلفاء کے طرز زندگی میں تبدیلی۔ دوسری نمایاں تبدیلی یہ تھی کہ دور ملوکیت کے آغاز ہی
بادشاہ قسم کے خلفاء نے قیصر و کسریٰ کا سا طرز زندگی اختیار کر لیا اور اس طریقے کو چھوڑ دیا جس پر
لی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ خلفاء راشدینؓ زندگی بسر کرتے تھے۔ انہوں نے شاہی محلات میں رہنا
ع کر دیا۔ شاہی حرس (باڈی گارڈ) ان کے محلوں کی حفاظت کرنے اور ان کے جلو میں چلنے لگے۔ حاجب
دربان ان کے اور عوام کے درمیان حائل ہو گئے (ص ۶) ...... لیکن ملوکیت کا دور شروع ہوتے
اس نمونے کو چھوڑ کر روم و ایران کے بادشاہوں کا نمونہ اختیار کر لیا گیا۔ اس تبدیلی کی ابتدا حضرت
ویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہو چکی تھی۔ بعد میں یہ برابر بڑھتی ہی چلی گئی (ص ۱۶۱)
لیکن ملوکیت کے دور میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں۔ اب

[1] طبری [2] الاستیعاب

قاعدہ یہ ہوگیا کہ منہ کھولو تو تعریف کے لیے کھولو ورنہ چپ رہو۔ اور اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قید اور قتل اور کوڑوں کی مار کے لیے تیار ہوجاؤ۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں سے ٹوکنے پر باز نہ آتے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہوجائے۔ اس نئی پالیسی کی ابتداء حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں حضرت حجر بن عدیؓ کے قتل سے ہوئی۔ الخ (ص ۱۶۴)

مگر جب ملوکیت کا دور آیا تو بادشاہوں نے اپنے مفاد اپنی سیاسی اغراض اور خصوصاً اپنی حکومت کے قیام و بقاء کے معاملہ میں شریعت کی عائد کی ہوئی کسی پابندی کو توڑ ڈالنے اور اس کی باندھی ہوئی کسی حد کو پھاند جانے میں تامل نہ کیا۔ اگرچہ ان کے عہد میں بھی مملکت کا قانون اسلامی قانون ہی رہا۔ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آئینی حیثیت کا ان میں سے کسی نے بھی کبھی انکار نہیں کیا۔ عدالتیں اسی قانون پر فیصلے کرتی تھیں اور عام حالات میں سارے معاملات شرعی احکام ہی کے مطابق انجام دیئے جاتے تھے لیکن ان بادشاہوں کی سیاست دین کے تابع نہ تھی۔ اس کے تقاضے وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے پورے کرتے تھے اور اس معاملہ میں حلال و حرام کی تمیز روا نہ رکھتے تھے۔ مختلف خلفاء بنو امیہ کے عہد میں قانون کی پابندی کا کیا حال رہا۔ اسے ہم آگے کی سطور میں بیان کرتے ہیں۔ (ص ۱۷۲)

حضرت معاویہؓ کے عہد میں:- یہ پالیسی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ پھر زہری کے بیان سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے کافر کو مسلم کا وارث نہ قرار دینے اور ابن کثیر کے بیان سے کافر کی دیت کو آدھا کرنے اور آدھی خود لے لینے کا ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۷۳)

ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کرتے تھے حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عین روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے[۱] کسی کے مرنے کے بعد اسے گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین

اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ (ص ۱۷۴)

مال غنیمت کی تقسیم کے معاملہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ (ص ۱۷۴)

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ان افعال میں سے ہے جس میں انہوں نے سیاسی اغراض کے لیے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ (ص ۱۷۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ (ص ۱۷۵)

اس سے بڑھ کر ظالمانہ افعال بسر بن ابی ارطاۃؓ (یہ بھی صحابی ہیں) نے کیے۔ جسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے حجاز و یمن کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضے سے نکالنے کے لیے بھیجا تھا اور پھر ہمدان پر قبضہ کرنے کے لیے مامور کیا تھا اس شخص نے یمن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گورنر عبید اللہ ابن عباسؓ کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ ان بچوں کی ماں اس صدمے سے دیوانی ہوگئی ...... اس کے بعد اسی ظالم شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمدان پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا جو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا۔ وہاں اس نے دوسری زیادتیوں کے ساتھ ایک ظلم عظیم یہ کیا کہ جنگ میں جو مسلمان عورتیں پکڑی گئی تھیں انہیں لونڈیاں بنالیا[۲]

حالانکہ شریعت میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ یہ ساری کارروائیاں گویا عملاً اس بات کا اعلان تھیں کہ اب گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کھلی چھٹی ہے اور سیاسی معاملات میں وہ شریعت کی کسی حد کے پابند نہیں ہیں۔ (ص ۱۷۶، ۱۷۷)

بطور نمونہ یہ چند اقتباسات ہیں جن میں چار کے بیے اصل واقعہ کی نشاندہی کے لیے کتاب کا حوالہ موجود ہے گو اس کی تعبیر یا تخلیص (بات کا بتنگڑ بنا کر) سب عبارتیں اور انداز تحریر مصنف کا اپنا ہے۔

ہم نے ان کو تردید یا جواب دہی کے لیے نقل نہیں کیا نہ ہی یہ ہمارا موضوع ہے کیونکہ بہت سے حضرات[۳] نے ان لغویات کا پردہ چاک کر دیا اور صحیح حقیقت حال مغالطہ آمیزی کی تہوں سے برآمد کی ہے ہمارا مقصود صرف بتانا ہے کہ اہل سنت کی سابقہ بیسیوں تصریحات کی روشنی میں آپ ملاحظہ کریں کہ دونوں کے انداز فکر میں کتنا بعد المشرقین ہے۔ ع ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

[۲] الاستیعاب[۳] جنہوں نے تصنیف و رحین کتابیں "خلافت و ملوکیت" کے رد میں لکھی ہیں۔

اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ مقامِ صحابیت کا کیا یہی تقاضہ ہے کہ اس بھیانک انداز میں سخت الفاظ کے ساتھ صحابہ رضؓ کی عملی تصویر پیش کی جاتے ان پر سنگین الزامات لگاتے ہوتے پیسے عنوان قائم کیے جائیں جو آج کا فاسق بھی برداشت نہ کر سکے گا۔ ان کو غیر آئینوں کا مرتکب کہہ کر داغدار ثابت کیا جاتے یوں معلوم ہوتا ہے کہ قائل خدائی جانب سے تعینات سپریم کورٹ کا جج ہے جو اپنے کٹہرے میں کھڑا کر کے معاذ اللہ ان مجرموں کو فیصلہ سنا رہا ہے۔

کیا ارشادات نبوی ۔ اکرموا اصحابی فانھم خیارکم [۱] و اذا ذکر اصحابی فامسکو [۲] ۔ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذ وھم غرضاً من بعدی الخ [۳] ۔ لا تسبوا اصحابی [۴] لا یبلغنی احد من اصحابی عن احد شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر [۵] احفظونی فی اصحابی [۶] ۔ وغیرھا من الاحادیث۔

کا یہی تقاضا ہے جو اس کتاب میں پیش کیا گیا؟ عہد صحابہ رضؓ سے لے کر آج تک جو سب ائمہ امت یہ چلاّ رہے ہیں "کہ بھلائی کے سوا صحابہ رضؓ کے ذکر سے زبان بند رکھنی چاہیئے اور مشاجرات میں کسی پر طعن نہیں کرنا چاہیئے۔ کیا ان کی سینکڑوں تصریحات پر عمل کی یہی صورت ہے؟

راقم نے اس کتاب کو غور سے پڑھا ہے۔ براہ راست اقتباسات لیئے۔ روافض (قبحھم اللہ) کی تحریرات بھی نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ اگر ہمیں خارجی دلائل سے کتاب کا مصنف معلوم

---

[۱] ۔ میرے صحابہؓ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سے بہتر ہی ہیں [۲] ۔ جب میرے صحابہؓ کا تذکرہ ہو تو بدگوئی سے رک جانا۔ [۳] میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اللہ سے ڈرنا میرے بعد کسی کو مطاعن کا نشانہ نہ بنانا۔ [۴] ۔ میرے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہنا [۵] مجھے کوئی شخص میرے صحابہؓ کے بارے میں بری بات نہ پہنچاتے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ صاف دل تمہارے پاس آیا جایا کروں۔

[۶] ۔ لوگوں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں میری عزت کا لحاظ رکھنا۔ وغیرہا احادیث (حوالہ جات حدیث کے باب میں گزر چکے ہیں۔)

ہو تو کتاب کے باب چہارم اور پنجم کو پڑھ کر ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا مصنف سنی ہے بلکہ بیک نظر رافضی ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انداز تحریر بعض روافض سے بھی سخت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی اشاعت سے شیعوں کو بہت خوشی ہوئی حتیٰ کہ ان کے کئی ایک پرچوں مثلاً "رضاکار" "لاہور" وغیرہ نے لکھا کہ یہی کچھ ہم شروع سے کہتے آتے ہیں۔ اگر ہم آج کہتے تو صحابہ پر سب وشتم قرار دیجاتی۔ شکر ہے کہ اہل سنت کے ایک عالم نے یہ لکھ کر ہماری ترجمانی کی۔ بمعناً

بہرحال آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مصنف کی بعض دیگر خدمات دینیہ کی افادیت سے قطع نظر اس موضوع (جو شیعیت وسنیت کا مابہ الامتیاز ہے) میں ان کو اہل سنت یا اہل تشیع سے کتنا تعلق ہے۔؟

ایک سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خلافت وملوکیت کا تقریباً سب مواد کتب تاریخ ہی سے ماخوذ ہے تو کیا مورخین بھی اسی جرم کے مرتکب ہوتے اور ان کی کتب بھی ناقابل اعتماد ٹھہریں؟

الجواب :۔ یہاں تین تنقیحات پر غور کرنا ضروری ہے۔

ا۔ خلافت وملوکیت اور عام کتب تاریخ میں فرق کیا ہے۔

ب ۔ تاریخی کتب اور ان کی روایات کی پوزیشن کیا ہے۔

ج ۔ کیا تاریخی روایات سے صحابہؓ پر جرائم کے الزامات لگاتے جا سکتے ہیں یا نہیں۔؟

ا۔ ہماری تاریخوں میں رطب ویابس ہر قسم کا مواد موجود ہے۔ صحابہؓ پر الزام لگانے والی یہاں کچھ روایات ہیں اس کے سیاق وسباق میں نسبتاً قوی اور بہتر وہ روایات بھی ہیں جو ان کو الزام سے بری ثابت کرتی ہیں مگر خلافت وملوکیت میں صرف وہ مواد جمع کیا گیا ہے جو الزامات کا موئید ہے۔ لہٰذا ایسی روایات سے صحابہؓ پر الزام لگانا علمی تحقیق نہیں بلکہ علمی خیانت ہے۔

ب۔ یہ مواد ایک دو جملوں کی حیثیت سے یا ضمنی طور پر اور بالعموم صیغہ ضعف (قیل ویقال وذکر) کے ساتھ مذکور ہونے کی حیثیت سے کتب تاریخ میں منتشر اور پراگندہ ملتا ہے۔ اس کے اثرات ونتائج وہ ہرگز نہیں جو اسے خلافت وملوکیت میں یکجا کرنے سے حاصل ہوتے۔ جیسے

مفردات ادویہ کی تاثیر الگ ہے اور مرکبات کی جدا۔ خلافت وملوکیت میں ایک خاص ترتیب سے جمع کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ خالی الذہن قاری یا صحابہ کی ایک جماعت سے کافی بدظن ہو جاتا اور ان کی بدگوئی پر اتر آتا ہے جیسے جناب مصنف کے حواریین کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ یا فی العفو اسے مصنف کی کجروی اور مغالطہ آمیزی معلوم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس عام کتب تاریخ میں ان جزوی واقعات اور جملوں کو پڑھ کر قاری نہ صحابہؓ سے متنفر ہوتا ہے نہ مورخ کی گمراہی پر استدلال کرتا ہے۔

۳۔ خلافت وملوکیت میں مولف نے ایک خاص نظریہ پہلے سے قائم کرکے اپنی ذمہ داری سے اس پر ان حوالہ جات کو بطور دلائل وشواہد جمع کیا ہے۔ بیان واقعہ کی حیثیت سے نہیں اس کے برعکس کتب تاریخ میں بیان واقعہ اور سوانح نگاری کے طور پر مخالف وموافق روایات جیسے ان تک اگلوں سے پہنچیں۔ ان کی ذمہ داری سے درج کر دیں اور سند بتا کر خود بری الذمہ ہو گئے۔ اول الذکر بڑی نوعیت کا جرم اور ایک گمراہی ہے۔ ثانی کو محض بے احتیاطی یا غلطی کہہ سکتے ہیں۔

ب۔ تاریخی روایات کی پوزیشن

معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے تاریخی سرمایہ میں جہاں لعل وگوہر ہیں وہاں ان میں کنکر بھی ملے ہوتے ہیں نہ ہی وہ سو فیصد قابل قبول ہے کہ ہر روایت قبول کرنی پڑے اور نہ ہی وہ سو فیصد رد کر دینے کے قابل ہے کہ کسی بات پر اعتماد نہ کیا جا سکے۔ بلکہ یہ بھی کتب تفسیر وکتب احادیث کے مجموعوں کی طرح ایک مجموعہ ہے۔

متقدمین کی روش ایک مدت تک یہی رہی کہ حدیث، تفسیر، تاریخ وغیرہ میں انہوں نے جو تالیف کی تو تنقید اور چھان بین کرکے محض اپنی ذمہ داری پر اس کو تالیف نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے اساتذہ اور شیوخ سے سنا اسے مسنداً جمع کر دیا اور سند پیش کرکے صحیح وسقیم کی چھان بین قاری کے حوالے کر دی۔ تفسیر وتاریخ کا تقریباً یہی انداز ہے بلکہ چند مشہور ومعروف کتب حدیث ــــ جو صحاح کہلاتی اور صحت کے التزام سے مرتب کی گئی ہیں ــــ کے سوا احادیث کی بھی ہزاروں کتابیں اسی انداز پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں صحیح احادیث بھی ہیں اور

ضعیف وموضوع بھی۔ علم رجال میں ماہر عالم ہر روایت کا پتہ چلا سکتا ہے اور درایت کے سوا کسی روایت کی صحت وتغلیط کا یہی بڑا معیار ہے۔ جیسے یہاں یہ لازم نہیں آتا کہ سب کتب تفسیر و حدیث کی ہر روایت کو تسلیم کیا جائے یا سب کا انکار کیا جائے۔ تو تاریخ میں بھی یہ لازم نہیں آتا کہ سب مجموعہ کو یا تسلیم کر دیا سب کو مردود کر دو اس کا قائل کوئی سادہ لوح ہی ہوگا۔

تاریخ کی سب سے بڑی قدیم اور مستند کتاب علامہ ابن جریر طبری المتوفیٰ (۳۱۰ھ) کی کتاب "تاریخ الامم والملوک" ہی ہے۔ یہ گویا تاریخی روایات کی ایک ڈکشنری ہے مگر خود اس کا یہ عالم ہے کہ اس میں صحت کا التزام بالکل نہیں۔ صحیح، ضعیف غلط وموضوع ہر قسم کی روایات اس میں موجود ہیں۔ خود مصنف کو اس کے ایک حصہ پر اعتماد نہیں اور نہ ہی اسے صحیح یا قابل اعتبار سمجھتے ہیں۔

چنانچہ وہ اپنی تاریخ کے آغاز ص ۷، ۸ پر لکھتے ہیں۔

" ہماری یہ کتاب دیکھنے والے کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھنے کا میں نے التزام کیا ہے اس میں میں نے اپنی ان مرویات پر اعتماد کیا ہے جن کو ذکر کرنا مناسب سمجھا۔ کیونکہ گزشتہ اسلاف کے واقعات کا علم اور زمانہ قریب کے لوگوں کا علم ہونا ــــ ان لوگوں تک جنہوں نے نہ ان کا مشاہدہ کیا اور نہ زمانہ پایا ــــ مخبرین کے خبر دینے اور ناقلین کے نقل کرنے کے سوا نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی عقل وفکر کے دوڑانے اور استنباط کرنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ پس میری اس کتاب میں اسلاف کے متعلق ایسی اخبار ہوں جنہیں قاری قبول نہ کر سکے یا سامع چونک اٹھے۔ کیونکہ وہ اس کی وجہ صحت نہیں جان سکتا اور نہ ان کا کوئی حقیقی معنی معلوم ہوتا ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ مواد ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ ہم تک نقل کرنے والوں کے ذریعے پہنچا ہے ہم نے تو اسی طرح آگے پہنچا دیا ہے جیسے ہم تک پہنچا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ایسی غلط روایات کی ذمہ داری علامہ طبری نے اپنے ناقلین اور رجال سند پر ڈال دی ہے۔ علم جرح وتعدیل اور کتب رجال سے ہر ایک کا حال مل سکتا ہے لہٰذا قاری

کو خود تفتیش کر لینی چاہیئے۔

تاریخ مذکور کے مقدمہ نگار جناب محمد ابو الفضل ابراہیم یہی کچھ کہتے ہوئے آگے فرماتے ہیں۔ " تاریخ طبری میں بہت سی واہیات روایتیں اور جھوٹے قصے ہیں جیسے اسرائیلیات اور اہل فارس کی کچھ خبریں۔ اسی طرح اس میں بہت سی موضوع احادیث بھی ہیں۔ مثلاً باب "بدء الخلق" اور "سیر انبیاء" میں وہ حدیثیں ہیں جن کو محدثین پسند نہیں کرتے ــــ

علامہ طبری کی طرف سے عذر وہی ہو سکتا ہے جو رواۃ حدیث کے ہاں مسلم ہے۔ کہ روایت و حدیث کو سند اور سلسلہ رجال سمیت ذکر کرتے ہیں اور صحت و ضعف کا حکم قاری پر چھوڑ دیتے ہیں اور یوں علم کی یہ امانت ادا کر کے ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے ہیں۔

(مقدمہ الطبری لمحمد ابی الفضل ص۲۵ دائرۃ المعارف مصر)

معلوم ہوا کہ تاریخ طبری کی ہر روایت تو قابل اعتبار نہیں۔ اب صحیح و سقیم کا فیصلہ کیسے ہوگا تو اس کے لیے وہی عام اصول ہیں جو روایت احادیث میں استعمال کیے جاتے ہیں جیسے سند روایت میں راوی کی عدالت، عقیدہ کی صحت، ضبط و اتقان صحت سماع وغیرہا شرائط کو پرکھا جائے اور متن روایت میں درایت کی رو سے قرآن و سنت، اجماعی عقیدہ و اصول شرع عقل سلیم اور عام روایات سے مطابقت کو پرکھا جائے۔

ان اصولوں پر جب روایت کی چھان بین ہو گی تو انشاء اللہ صحابہؓ کی شان میں قادح ایک روایت بھی نہیں بچ سکے گی اور یہ کوڑے کا ڈھیر سب خاکستر ہو جائے گا۔

یہ تو طبری کی حیثیت ہوئی اس کے علاوہ تاریخ الکامل لابن اثیر، تاریخ ابن کثیر، تاریخ ابن خلکان، تاریخ ابن خلدون وغیرہا تقریباً سب کتب تاریخ طبری ہی سے ماخوذ ہیں۔ تو اصولاً مخدوش روایات کی یہاں بھی وہی حیثیت ہے جو طبری میں تھی ان مورخین کے نقل کر دینے سے وہ درجہ صحت کو تو نہیں پہنچ گئیں؟۔

اور ایسا کرنے پر وہ ایک حد تک معذور بھی تھے کیونکہ تاریخ اور سوانح نگاری میں تسلسل

اور جامعیت ضروری ہے اس کی خانہ پری کے لیے ان کو وہ مواد لانا پڑا جو خود ان کی نظر میں بھی مخدوش تھا مگر دوسروں کی روش کی اتباع میں لے آتے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۲ پر سانحہ کربلا کا ذکر کر کے لکھتے ہیں

وفی بعض ما اوردناہ نظر ولولا ان	جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کا کچھ حصہ مخدوش
ابن جریر وغیرہ من الحفاظ والائمۃ	ہے۔ اگر ابن جریر وغیرہ ائمہ و حفاظ نے اسے ذکر
ذکروہ ما سقتہ واکثرہ من روایۃ	نہ کیا ہوتا تو میں بھی بیان نہ کرتا۔ اس موضوع کا
ابی مخنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعیا	اکثر حصہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ سے مروی ہے
وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ	جو شیعہ اور کمزور حدیثوں والا تھا۔ لیکن وہ تاریخ و
ولکنہ اخباری حافظ عندہ من	اخبار کا حافظ ہے۔ واقعہ کربلا سے متعلق اس
ھذہ الاشیاء ما لیس عند غیرہ	کے پاس اتنا کچھ ہے جو دوسروں کے پاس نہیں
ولھذا۔ یترامیٰ علیہ کثیر من المصنفین	یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے اس موضوع کے
فی ھذا الشان ممن بعدہ۔	مصنفین اس سے خوب استفادہ کرتے ہیں

نیز طبری کی مشاجرات صحابہؓ کے متعلق کئی روایات اسی لوط بن یحییٰ المتوفی ۱۷۰ھ سے ہیں جس کے کذاب ہونے پر ائمہ رجال کی شہادتیں ہیں اور اس سے اوپر کا سلسلہ سند یا بالکل غائب ہے یا منقطع و مخدوش۔ نیز کافی حصہ سیف بن عمر سے مروی ہے جو بہت ضعیف ہے دیکھیئے میزان الاعتدال وغیرہ)

اسی طرح طبقات ابن سعد کی موضوع مذکور سے متعلق بہت سی روایات محمد بن عمر واقدی (المتوفیٰ ۱۸۷ھ) سے ہیں جو بہت متکلم فیہ ہے۔ بعض محدثین نے کذاب تک کہا ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال جلد ۳ ص۱۲۳ پر اس کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے۔

واستقر الاجماع علی وھن الواقدی   واقدی کے کمزور ہونے پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔

البتہ مغازی اور سیر کا امام سمجھا جاتا ہے اس لیے بعض حضرات نے بشرط تائید روایات صحیحہ اور عدم مخالفت ثقات استدلال کیا ہے۔ تقریب ص۳۱۳ میں ہے وسیع معلومات کے باوجود متروک ہے۔

اور مذکورہ بالا رواۃ کے متعلق فیصلہ کن قول یہی ہے کہ حدیث میں بالاتفاق ضعیف ہیں۔

البتہ چونکہ تواریخ و سیر میں امام سمجھے جاتے ہیں اس لیے قرآن و حدیث اور عام اخبار کے مطابق یا غیر مخالف روایت تو ایک حد تک قبول ہو گی مگر معارض و مخالف بلاشبہ رد کر دی جائے گی۔

ج ۔ تیسری تنقیح کہ آیا ان روایات سے صحابہؓ پر الزام لگائے جا سکتے ہیں؟۔ معلوم ہونا چاہیے کہ صحابہ کرامؓ، ان کی عظمت و عدالت اور بھلائی کے ساتھ تذکرہ جات کوئی عام تاریخی کہانیاں یا کافر بادشاہوں کے قصے نہیں جس کے قبول کرنے میں روایات کی چھان بین سے قطع نظر تساہل سے کام لیا جائے اور محض اسی حیثیت سے "تاریخ" کا صحت و قبولیت میں معیار "حدیث" سے کم مانا گیا ہے۔ بلکہ یہ تو اسلام کے اولین راویوں اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے تربیت کردہ مبلغینِ شریعت کی سیرت اور کردار کا مسئلہ ہے جس کا اثر لامحالہ ان سے مروی دین پر پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے اسی لیے علماء امت نے اسے باقاعدہ عقائد کی کتابوں کا جزو بنایا ہے عقیدہ کے اثبات کے لیے جہاں خبرِ واحد مفید نہیں بلکہ نص قطعی یا تواتر کی ضرورت ہے اسی طرح کسی عقیدہ کے منافی اخبارِ آحاد سے استدلال بر خود غلط ہے صحابہ کرامؓ کی عظمت سیرت و کردار کی پاکیزگی، دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے قربانیوں وغیرہ کا ثبوت چونکہ نصوصِ قطعیہ کے علاوہ اجماعِ امت کی تصریحات سے ثابت ہے اس لیے اصولاً ان کے کردار میں نقص ثابت کرنے والی تاریخی روایات کو پرِ کاہ کی حیثیت بھی نہیں دی جا سکتی۔ خواہ بڑے سے بڑے مورخین ہی نے کیوں نہ لکھا ہو۔ اس لیے کہ کسی عقیدہ کے ابطال کے لیے اسی کے ہم وزن بلکہ اس سے قوی تر دلیل چاہیے اور یہ دلیل تاریخی مواد کو صحت کے ساتھ متواتر مان لینے سے بھی نہیں بن سکتی چہ جائیکہ وہ مواد شواذ و مکذوبات اخبارِ آحاد کا پلندہ ہو۔

مفتیِ اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ "مقامِ صحابہؓ" ص۱۵ میں رقمطراز ہیں

" اسلام میں اعتبار و اعتماد کا جو مقام قرآن کریم اور احادیثِ متواترہ کا ہے وہ عام احادیث کا نہیں جو حدیثِ رسولؐ کا درجہ ہے وہ اقوالِ صحابہؓ کا نہیں۔ اسی طرح تاریخی روایات کے اعتماد و اعتبار کا وہ درجہ نہیں ہے جو قرآن و سنت یا سندِ صحیح سے ثابت شدہ اقوالِ صحابہؓ کا ہے، بلکہ جس طرح نصِ قرآنی کے مقابلہ میں اگر کسی غیر متواتر حدیث سے اس کے خلاف کچھ معلوم ہو تو اس کی تاویل واجب ہے یا تاویل سمجھ میں نہ آئے تو نص کے مقابلہ میں اس حدیث کا ترک واجب

۵ عام روایتوں کے خلاف جھوٹی ایک ایک فرد کی روایتیں:

ہے اسی طرح تاریخی روایات اگر کسی معاملے میں ثابت شدہ کسی چیز سے متصادم ہوں تو وہ بمقابلہ قرآن و سنت کے متروک یا واجب التاویل قرار دی جائیں گی خواہ وہ تاریخی اعتبار سے کتنی ہی معتبر و مستند روایات ہوں"۔

یہ بھی واضح رہے کہ جن مورخین نے مشاجراتِ صحابہؓ کو تلخ انداز میں لکھا ہے اور بلا روک ٹوک ایسی روایات کا ذکر کیا ہے۔ علماءِ امت نے ان پر ناراضگی کی ہے جیسے حافظ ابن عبدالبرؒ نے ـــ اللہ انہیں معاف کرے ـ الاستیعاب میں اس قسم کی روایات جو بکثرت لی ہیں اس پر محققین نے خوب نکیر کی ہے چنانچہ علامہ ابن صلاحؒ، حافظ تقی الدین عراقیؒ، علامہ سخاویؒ اور امام نوویؒ، اور حافظ جلال الدینؒ سیوطی رقمطراز ہیں۔

ومن احسنها واكثرها فوائد الاستيعاب لابن عبد البر لولا ما شانه بذكره ما شجر من الصحابة وحكايته عن الاخباريين) والغالب عليهم الاكثار والتخليط فيما يروونه۔

(تقریب مع شرح تدریب الراوی ص۳۹۵)

سوانح صحابہؓ میں سے سب سے بہتر اور کثیر الفوائد علامہ ابن عبدالبرؒ کی الاستیعاب ہوتی اگر مشاجراتِ صحابہؓ کو بیان نہ کرتے اور مورخین سے ان کو نقل نہ کرتے کیونکہ مورخین پر اس دھن کا غلبہ ہوتا ہے کہ بکثرت روایات کا ذکر کریں اور وہ صحیح و سقیم کو گڈمڈ کر دیتے ہیں۔

بہرحال ہمیں یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں کہ یہ دو چار مورخین بھی معصوم نہ تھے۔ ایسی روایات کو اگر صحیح سمجھ کر نقل کیا ہے تو ان کی کوتاہی اور غلطی ہے جو ہمارے لیے سند نہیں بن سکتی۔ ان کی اس غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے ہم ان کے لیے دعائے مغفرت ہی کر سکتے ہیں۔ گڑھے مردے اکھاڑنا اور لعن طعن کے انداز میں ان کی اغلاط کی فہرستیں شائع کرنا اور ان پر فتوے چسپاں کرانا ہماری شان اور دین و ایمان سے فروتر ہے۔ جماعت اسلامی کو ہی یہ زیبا ہے کہ جب وہ صحابہ کرامؓ پر الزام تراشی سے تھک جائیں گے تو ان بزرگوں پر برسنے لگیں گے۔ اس لیے کہ اسلاف پر تنقید اور ان کی برائیوں کا شمار اس صالحین جماعت کا خاص شعار اور ان کے دستورِ عقائد میں شامل ہے۔

واللہ الهادی

باب ہفتم

صحابہؓ کی تعظیم میں امت کا اہتمام

ہر زمانہ میں قانونی طور پر بھی " اکرام صحابہؓ "، کے عقیدہ کا تحفظ کیا گیا۔ اور ان کی عزت و تکریم کو واجب قرار دے کر خلاف ورزی کرنے والے کو سزا دی گئی۔ امت کے اجلہ علماء نے طاعنین کے جوابات دیئے۔ ہر طرح ان کی عزت کے لقاء و تحفظ کی خاطر جہاد جاری رکھا اگرچہ انہیں مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اور علماء حقانی کا یہی فریضہ ہے۔

چنانچہ خطیب بغدادی نے " الجامع بین آداب الراوی والسامع " میں مرفوعاً روایت کی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" جب فتنے ظاہر ہو جائیں یا یہ کہا کہ بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے صحابہؓ پر طعن و تشنیع کی جائے تو عالم پر واجب ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی کسی قسم کی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہیں کریں گے۔

اسی سلسلے میں ایک عالم دین کا واقعہ سنیئے۔

عمرو بن حبیب کہتے ہیں کہ میں خلیفہ ہارون الرشید (المتوفی ۱۷۸ھ) کی مجلس میں حاضر تھا حاضرین ایک مسئلہ میں بحث کرنے لگے۔ ایک شخص نے حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت سے استدلال کیا تو دوسرے نے کہا یہ روایت مقبول نہیں کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ روایت حدیث میں متہم ہیں

حاضرین نے روایت جھٹلانے کی تصریح کی۔ میں نے دیکھا کہ ہارون بھی ان کی طرف مائل ہے تو میں نے کہا اس حدیث کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہے اور حضرت ابوہریرہؓ آپ سے روایت میں صدوق اور صحیح النقل ہیں۔ یہ سن کر ہارون نے میری طرف غضب ناک ہو کر دیکھا میں اٹھ کر گھر چلا آیا تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ دروازے پر ایک آدمی نے دستک دے کر کہا آپ قتل ہونے کے لیے امیر المومنین کے دربار میں حاضر ہوں اور خوشبو و کفن و دفن کا انتظام کریں۔ میں نے کہا یا اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ سے دفاع کیا ہے اور تیرے نبیؐ کو اس سے برتر سمجھتا ہوں کہ اس کے اصحاب میں طعن کیا جائے یا اللہ! مجھے اس فتنہ سے بچانا

پھر میں ہارون الرشید کے پاس گیا وہ آستین چڑھائے سونے کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار اور سامنے مقتول کے لیے چمڑے کا بچھونا تھا۔ جب مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے عمرو بن حبیب میری بات کو آج تک کسی نے رد نہیں کیا جیسے تو نے کیا ہے تو میں نے کہا اے امیر المومنین! جو بات تو نے کہی اور اس میں مجھ سے نزاع کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیش کردہ دین پر عیب آتا ہے۔ جب آپؐ کے صحابہ کرامؓ (معاذ اللہ) جھوٹے ہوں تو شریعت باطل ہے اور نماز، روزہ طلاق، نکاح اور حدود وغیرہ میں تمام فرائض اور احکام مردود ہوں گے اور مقبول نہ ہوں گے۔ ہارون الرشید نے (یہ سن کر) سرد سانس لیا اور کہا اے عمرو بن حبیب! تو نے مجھے زندہ کر دیا اللہ تجھے زندہ رکھے، اور مجھے دس ہزار درہم انعام دینے کا وعدہ کیا۔[1]

علامہ خفاجیؒ شرح شفا القاضی عیاضؒ جلد ۴ ص ۶۱۳ پر لکھتے ہیں

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نذر مانی کہ عبید اللہ بن عمر کی زبان کاٹ دیں جب اس نے حضرت مقداد بن اسودؓ کو گالی دی تھی تو آپ سے سفارش کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے کچھ نہ کہو اس کی زبان کاٹنے دو تاکہ اس کے بعد کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ کے صحابہؓ کو برا بھلا نہ کہے

حافظ ابن حجر الاصابہ جلد ا ص ۱۱ پر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی تعظیم خلفاء راشدینؓ کے ہاں بھی واجب تھی۔ چنانچہ محمد بن قدامہ المروزی کی کتاب " الخوارج کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ حکایت نقل کرتے ہیں اور اسے حافظ ابن تیمیہؒ نے " الصارم المسلول علی شاتم الرسول " کی آخری فصل میں نقل کیا ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ

([1] تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص ۲۹۹)

بھی موجود تھے ایک بدوی نے ہمیں دعوتِ طعام میں ایک بکری کھلائی جب صدیق اکبر رضؓ کو بدوی کا علم ہوا تو سب کچھ قے کر ڈالا۔ ابوسعید خدری رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بدوی کو دیکھا کہ وہ ایک دفعہ حضرت عمر رضؓ کی خدمت میں لایا گیا۔ اور اس نے انصار رضؓ کی ہجو و مذمت کی تھی تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (تھوڑی دیر کی) زیارت وصحبت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں اس بدوی کو سزا دینے میں تم سب کی طرف سے کافی تھا لیکن اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے (اس لیے درگذر کرتا ہوں)

یہ لفظ تو علی بن جعد کے ہیں اور اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے اس کو سرزنش کرنے میں بھی توقف کیا چہ جائیکہ سزا دیتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس اعرابی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی ہے۔ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں واضح طور پر یہ دلیل موجود ہے کہ تمام صحابہ کرام رضؓ کا عقیدہ تھا کہ صحبتِ نبوی کے برابر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اھ

اس حدیث سے جیسے صحابی رضؓ کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اسی طرح ان کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا بھی معلوم ہوئی۔

حافظ ابن تیمیہ رحؒ "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" ص ۵۷۴ پر لکھتے ہیں

"حارث بن عتبہ رحؒ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحؒ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے حضرت عثمان رضؓ کو گالیاں دی تھیں آپ نے پوچھا تمہیں حضرت عثمان رضؓ کو گالی دینے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ اس نے کہا (نہیں) بلکہ میں تو آپ سے بغض رکھتا ہوں تو حضرت عمر رحؒ نے فرمایا اگر تو نے کسی شخص سے بغض رکھا (گویا) تو نے اسے گالی دی چنانچہ اس کی سزا کا حکم سنایا تو اسے تیس کوڑے لگائے گئے۔ ابراہیم بن میسرہ رحؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز رحؒ کو کسی شخص کو مارتے نہیں دیکھا بجز ایک شخص کے جس نے حضرت معاویہ رضؓ کو برا بھلا کہا تھا تو اسے کئی کوڑے لگائے۔

موخر الذکر واقعہ کا مولانا عبدالعزیز فرہاروی نے بھی نبراس ص ۵۵۰ پہ ذکر کیا ہے۔

صحابہ کرام رضؓ پر سب و شتم کرنے والے کا حکم

باب سوم میں اس عنوان کے تحت مذکور کئی احادیث میں سب و شتم کی حرمت واضح ہے۔

...ور علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کی سزا بھی بتلائی ہے اب یہاں علماء و فقہاء امت کے ساب ...بہ کے متعلق چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں تاکہ ایسے شخص کا فقہی حکم بھی معلوم ہو جائے۔ مگر ...ں سے قبل سب و شتم کا معنیٰ اور مصداق سمجھ لینا چاہیے۔

سب و شتم کا لغوی معنیٰ

سبّ (تشدید با کے ساتھ) کے لغوی معنی میں برائی کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسے سَبَّہٗ، سبًّا ...سِبِّیْبیٰ، سخت گالی دینا، مقعد میں نیزہ مارنا وغیرہ اَلسُّبَّۃُ۔ جس کو لوگ بہت گالی دیں۔ نیز ...ار اور بے عزتی کے معنی بھی ہیں۔ (کذا فی مصباح اللغات ص ۳۵۵ مطبوعہ دیوبند)

شتم کے بھی یہی معنیٰ ہیں جیسے شَتَمَہٗ، شَتْمًا وَشِتَامًا وَمَشْتَمَۃً گالی دینا ...شَتُمَ شَتَامَۃً بدصورت اور کریہ صفت ہونا تَشَاتَمَ الْقَوْمُ۔ ایک دوسرے کو ...الی دینا اَلشَّتَامُ وَالشُّتَامَۃُ۔ برے چہرے والا بدخلق (مصباح اللغات ص ۴۱۶)

معلوم ہوا کہ سب و شتم کے معنی گالی دینے عار دینے کی بات کرنے اور بے عزتی کرنے ...کے ہیں۔

سب و شتم کا اصطلاحی مفہوم و مصداق

حافظ ابن تیمیہ رحؒ "الصارم المسلول" ص ۵۳۴ پر رقم طراز ہیں

کچھ احادیث میں سب و شتم کا ذکر آیا ہے اسی طرح صحابہ کرام رضؓ اور فقہاء کے تذکرہ میں سب ...و شتم کا ذکر آیا ہے جب اصل لغت میں کسی اسم کی خاص تعریف نہ ہو جیسے زمین و آسمان، سمندر، ...سورج، چاند وغیرہ کی خاص تعریف ہے۔ اور نہ اس لفظ کا شریعت میں مخصوص معنی اور تعریف ہو ...جیسے نماز، روزہ، حج اور ایمان کے الفاظ کا خاص معنی اور مفہوم ہے تو ایسے الفاظ و اسماء کی تعریف ...و تعیین میں عرف عام کا اعتبار ہوگا جیسے کسی چیز پر قبضہ، حفاظت، خرید و فروخت، رہن، کرایہ ...ری وغیرہا کا مفہوم عرف عام سے متعین ہوتا ہے تو اسی طرح واجب ہے کہ اذیٰ، تکلیف اور سب و ...شتم کو بھی عرف عام کی طرف لوٹایا جاتے پس اہل عرف (اور عوام الناس) جس لفظ کو گالی، تنقیص

شان، عیب گیری اور اعتراض وغیرہ میں شمار کرتے ہوں تو ایسا لفظ سبّ میں داخل ہوگا۔
نیز ص۵۷۷ پر فرماتے ہیں
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی بروئے کتاب اللہ وسنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) حرام ہے کتاب اللہ سے اس لیے کہ رب تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا — تمہارا کوئی آدمی دوسرے کسی کی غیبت نہ کرے

سابِّ صحابہ کا کمترین مرتبہ یہ ہے کہ ان کی غیبت (برائیوں کا ذکر) کرے۔

(وقال) وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ — ہر عیب چین اور طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت ہے۔

(وقال) وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۔ (احزاب) — (نیز ارشاد ہے) جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بلا وجہ ایذا دیتے ہیں تو انہوں نے بہت بڑے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے سر پر اٹھایا۔

اور یہ گالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتی ہے۔ جیسے امام مالکؒ فرماتے ہیں

لہ۔ صاحب خلافت وملوکیت اور ان کے حواریین اپنے ان الفاظ پر غور کریں کہ کیا عرف عام میں یہ الفاظ گالی تنقیصِ شان اور عیب گیری کا معنیٰ نہیں دیتے۔ غیر آئینی اور ناجائز شرع کا مرتکب ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کے طریقہ پر قصاص کا طالب، اپنے مفاد اور سیاسی اغراض کے لیے شریعت کی پابندی کو توڑ ڈالنے والا، مکروہ بدعت کا مرتکب، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبّ وشتم کی بوچھاڑ کرنے والا، شریعت وانسانی اخلاق کے خلاف فعل کا مرتکب، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی صریح خلاف ورزی کرنے والا، شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف منکر ظلم کی کھلی چھٹی دینے والا۔ الخ۔
یہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف ہیں۔ بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ظالم شخص کہا ہے وغیرہ (ملاحظہ ہو باب چہارم وپنجم) کیا یہ الزامات امیر جماعتِ اسلامی یا عام آدمی پر ہی لگتے جائیں۔ وہ اسے اپنے حق میں گالی یا توہین تصور نہیں کرے گا۔؟ اور عرفِ عام میں تنقیصِ شان وطعن کے بغیر ان کا کوئی اور مفہوم بھی ہو سکتا ہے۔

...ں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں طعن کرنا چاہا مگر جب اس میں کامیاب نہ ہو سکے تو آپؐ ...بہؓ میں زبان درازی کرنے لگے تاکہ کہا جا سکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) اچھے آدمی ...گر نیک ہوتے تو اس کے صحابہؓ بھی نیک ہوتے۔ اھ (الصارم المسلول ص۵۸۵)
احقر مولّف کے نزدیک مندرجہ ذیل آیت امام مالکؒ کے استدلال کی موید ہے۔ وَالشُّعَرَاءُ ...هُمُ الْغَاوُونَ۔ (پ۱۹ ع۱۵) اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ ہی کرتے ہیں۔ کفار کے ...علی الرغم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر نہ ہونے کی یہ دلیل دی جا رہی ہے کہ شاعروں ...ی تو گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ ہمارا نبی شاعر نہیں کیونکہ اس کے پیروکار ہدایت یافتہ اور صالح ہیں

سابِّ صحابہؓ کے متعلق ائمہ امت کے فتاویٰ جات

...ام ابوحنیفہؒ :۔ علامہ ابن حجر ہیتمی الصواعق المحرقہ ص۲۵۵ پر لکھتے ہیں۔

...ذهب ابي حنيفة ان ...انكر خلافت الصديق ...هو كافر — امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت (کے حق ہونے) کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

وجہ اس کی ظاہر ہے کہ آں جناب کی خلافت تمام صحابہ رضی کے اجماع سے ہوئی۔ جو بنص قرآنی ...دق، عادل، راشد اور متقیؓ تھے ان کا امر باطل پر اجتماع محال تھا۔ اب صدیق اکبرؓ کی خلافت ...نکار کرنا دوسرے لفظوں میں صحابہ کرام رضی کی ان قرآنی صفات کا انکار کرنا اور انہیں گالی دینا ...تو ایسے شخص کا کفر واضح ہے۔

...ام مالکؒ :۔ قاضی عیاضؒ شفا میں فرماتے ہیں۔

...ال مالك من شتم احدا ...اصحاب رسول الله صلى ...الله عليه وسلم ابابكر او عمر ...عثمان (او عليا) او معاوية او ...و بن العاص فان قال كانوا على — امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کو گالی دی خواہ ابوبکر و عمر و عثمان (اور علی) رضی اللہ عنہم ہوں یا حضرت معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ ہوں۔ پس اگر یوں کہا کہ یہ لوگ کافر اور گمراہ تھے

كفر وضلال قتل وان شتمهم من مشاتمة الناس نكل نكالا شديدا (شرح شفا لملاعلی قاری ج۲ ص۵۵۵)

تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر انہیں عام لوگوں جیسا برا بھلا کہا (اور ایسے الزام لگائے) تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ ص ۱۲۸ اور تفسیر ابن کثیر جلد ۴ سورۃ فتح کے آخر میں ہے۔

"مواہب لدنیہ میں مذکور ہے کہ اس آیت (محمد رسول اللہ ﷺ الخ) سے امام مالکؒ نے روافض کی تکفیر مستنبط کی ہے جو صحابہ کرامؓ سے بغض اور کینہ رکھتے ہیں کیونکہ وہ صحابہ کرامؓ سے جلتے ہیں اور جو صحابہ کرامؓ سے جلتا ہو وہ کافر ہے۔ اور بہت سے علماء نے اس استنباط میں امام مالکؒ کی موافقت کی ہے۔ اھ

۵۷۹

نیز روح المعانی اور تفسیر قرطبی جلد ۱۶ ص ۲۹۶ پر ہے

"کہ امام مالکؒ کی مجلس میں ایک شخص کا ذکر ہوا جو صحابہ کرامؓ کی تنقیص اور تنقید کرتا تھا۔ تو امام مالکؒ نے یہ (مذکورہ) آیت تلاوت فرمائی اور کہا جس شخص کے دل میں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض ہو تو یہ آیت اس پر چسپاں ہوگی۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے خصوصیت کے ساتھ روافض کی تکفیر کا مسئلہ معلوم ہو جاتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ :- حافظ ابن تیمیہؒ الصارم المسلول ص ۵۷۳ پر آپ سے نقل کرتے ہیں۔

لا يجوز لاحد ان يذكر شيئا من مساويهم ولا يطعن على احد منهم بعيب ولا نقص فمن فعل ذالك فقد وجب تاديبه وعقوبته ليس له ان يعفوا عنه بل يعاقبه ويستتيبه فان تاب منه قبل منه وان ثبت اعاد عليه العقوبة وخلده في الحبس حتى يموت

کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ صحابہ کرامؓ کی برائیوں کا کچھ بھی تذکرہ کرے اور کسی عیب یا نقص کے ذریعے ان پر اعتراض کرے جس نے ایسا کیا تو اس کی گوشمالی اور سزا دہی واجب ہے۔ اسے معاف نہیں کیا جا سکتا بلکہ اسے خوب سزا دی جائے گی اور اس سے توبہ کا مطالبہ ہوگا۔ اگر بدگوئی سے توبہ کر لی تو قبول ہوگی اور اگر باز نہ آیا تو اسے پھر سزا دی جائے گی تا آنکہ مر جائے یا بدگوئی

بازآجائے۔ او یرجع۔

محدث میمونی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ کچھ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے کیوں پڑے رہتے ہیں ہم اللہ سے سلامتی ہی چاہتے ہیں پھر مجھ سے فرمایا۔ اے ابوالحسن! جب میں کسی شخص کو صحابہ کرامؓ کے کسی فرد کا برائی سے تذکرہ کرتے دیکھتا ہوں تو میں اسے اسلام ہی میں متہم (مطعون) سمجھتا ہوں۔ الصارم ص ۵۶۸

بروایت ابوطالب امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ جب ایک شخص نے حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہا کہ یہ زندقہ ہے اور مروزی کی روایت میں ہے کہ جس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہا میں اسے مسلمان نہیں سمجھتا ہوں الصارم ص ۵۷۱

شوافعؒ :- حافظ اسحاق بن راہویہؒ فرماتے ہیں جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو برا بھلا کہا اسے سزا دی جائے اور قید کر دیا جائے۔ یہی ہمارے بہت سے شوافع حضرات کا مسلک ہے۔ جن میں ابوموسیٰؒ بھی ہیں۔

علم جرح و تعدیل اور فن رجال کے مشہور امام یحییٰ بن معینؒ المتوفی ۲۳۳ھ تلید بن سلیمان محاربی کے متعلق کہتے ہیں۔

كذاب كان يشتم عثمان وكل من شتم عثمان او طلحة او احدا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم دجال لا يكتب عنه وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۵۰۹)

یہ بڑا جھوٹا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالی بکتا تھا جو بھی حضرت عثمانؓ یا طلحہؓ یا کسی اور صحابیؓ رسول ﷺ کو برا بھلا کہے وہ دجال ہے اس سے حدیث ہرگز نہ لکھی جائے۔ اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

ابن حبیب مالکیؒ کہتے ہیں کہ جو شخص شیعوں میں غالی ہو کر حضرت عثمانؓ کے بغض تک جا پہنچے اور آپ سے برأت کرے تو اسے سخت سزا دی جائے اور جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو اس کو سخت ترین سزا دی جائے اور بار بار اس کی پٹائی کی جائے اور قید کیا جائے حتیٰ کہ وہ مر جائے

ابن ابی زیدؒ سے منقول ہے کہ جس شخص نے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہا کہ وہ کافر اور گمراہ تھے تو اسے قتل کیا جائے اور جو بھی عام صحابہ کرامؓ کو کافر و ضال کہے تو اسے

سخت سزا دی جائے (الصواعق المحرقہ ص۲۵۶)

قاضی عیاضؒ شفاء کی آخری فصل یوں بیان کرتے ہیں

وسب اهل بيته وازواجه مهات المومنين واصحابه وتنقصهم حرام ملعون فاعله

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ، آپؐ کی ازواج مطہراتؓ جو سب مومنوں کی مائیں ہیں۔ اور آپؐ کے اصحاب کرامؓ کی بدگوئی اور تنقیص شان حرام ہے۔ اس کا مرتکب لعنتی ہے۔

پھر ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے صحابہؓ کو گالیاں دے تو اس کی توہین اور سزا کے لیے پٹائی کرو تاکہ وہ اور اس جیسے اور لوگ صحابہؓ کی بدگوئی سے رک جائیں۔ اور ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ جو شخص میرے صحابہؓ کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ۔ نیز حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی وضاحت فرمادی ہے کہ صحابہؓ کو گالی دینا اور تکلیف پہنچانا آپؐ کو ایذا پہنچاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی بالاتفاق حرام ہے (تو صحابہؓ کی بدگوئی بھی حرام ہوئی) نیز آپؐ نے فرمایا میرے صحابہؓ کے بارے میں مجھے تکلیف مت پہنچاؤ۔ جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے یقیناً مجھے تکلیف پہنچائی (شرح شفاء للخفاجی جلد ۴ ص۶۰۶)

قاضی ابو یعلیٰؒ کہتے ہیں کہ سب صحابہ کے متعلق فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ قائل اگر جائز سمجھتے ہوئے سب وشتم کرے تو کافر ہوگا اور اگر حلال نہ سمجھے تو فسق اور کفر ہے خواہ ان کو کافر کہے اور باوجود ان کے مسلمان ہونے کے ان میں عیب چینی کرے۔ اور فقہاء کوفہ کی ایک جماعت نے قطعیت کے ساتھ یہ فیصلہ کیا ہے کہ ساب صحابہؓ مستحق قتل ہے اور رافضہ کافر ہیں۔

محمد بن یوسف فریابیؒ سے جب حضرت صدیق اکبرؓ کو گالی دینے والے کے متعلق پوچھا گیا۔ فرمایا کافر ہے۔ پوچھا گیا کیا اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے؟ تو کہا نہیں۔ پھر سائل نے پوچھا اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے حالانکہ وہ بظاہر لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہے۔ تو فرمایا اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔ لکڑی سے گھسیٹ کر گڑھے میں دفن کرو۔ (الصارم ص۵۷۵)

اہل سنت کے بہت سے لوگوں نے خوارج کے کفر کی صراحت کی ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت [عثما]نؓ سے برأت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور روافض کے کفر کی بھی تصریح کی ہے جو جمیع صحابہ کرامؓ کو [برا] کہنے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جمیع صحابہ کرامؓ کو کافر و فاسق ٹھہرا کر گالیاں دیتے ہیں۔
[کسی] معظم شخص کو گالی دینا اس کے ساتھ جنگ کرنے سے بدتر ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [اس] شخص کے قتل کا حکم دیا جو آپؐ کو گالیاں دیتا تھا۔ حالانکہ آپؐ سے لڑنے والوں کو آپؐ نے امان دے دی [تھ]ی تو معلوم ہوا کہ گالی گلوچ اور بدگوئی جنگ سے سخت ہے یا کم از کم اس کی مثل تو ہے جب جنگ کرنے [وا]لا واجب القتل ہے تو گالی دینے والا بدرجہ اولیٰ قتل کا مستحق ہے (کذا فی الصارم ص۱۶۵)

اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے۔

[ج]راحات السنان لها التیام ولا یلتام ما جرح اللسان

[ن]یزوں کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں مگر زبان کے زخم مندمل نہیں ہوا کرتے۔

حنفی علامہ سرخسیؒ اصول سرخسی جلد ۲ ص۱۳۴ پر لکھتے ہیں۔

[فم]ن طعن فیهم فهو ملحد منابذ للاسلام دواءه السیف ان لو یتب

جس نے صحابہ کرامؓ میں طعن کیا تو وہ بے دین ہے اسلام کو پس پشت ڈالنے والا ہے اگر توبہ نہ کرے تو اس کا علاج تلوار ہی ہے

مولانا عبدالعزیز فرہارویؒ نبراس ص۵۴۴ پر لکھتے ہیں۔

[ا]لفسقة (جمع فاسق) واهل [الا]هواء ای من یتبع فی الاعتقاد [م]ا یهواه للنفسه ولا یتبع [ال]سنة والجماعة۔

فاسق کی جمع فسقہ ہے فساق اور اہل ہوا وہ لوگ ہیں جو اعتقاد کے سلسلے میں اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہیں اور سنت نبویؐ اور صحابہ کرامؓ کی جماعت کی پیروی نہیں کرتے۔

نیز موصوف والا فبدعة وفسق کے تحت ص ۵۵۰ پر رقم طراز ہیں

"صحابہؓ کو گالی دینے والے کے حکم کے متعلق فقہاء (حنفیہ) کا اختلاف ہے بعض کا فتویٰ ہے کہ [ش]یخینؓ کو گالی دینے والے کو حد میں قتل کیا جائے اور اس کی توبہ قبول ہوگی بعض نے کہا ہے کہ کافر [ہونے] کی وجہ سے (ارتداداً) قتل کیا جائے تو (اس صورت میں) تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ بعض کہتے

ہیں کہ قتل نہ کیا جائے بلکہ اسے سنگین سزا دی جائے اور شیخین کے سوا اور صحابہ رض کو گالی دینے والے کو قاضی حسب مرضی سزا دے گا۔ (اس میں قتل نہیں ہوگا۔)

درمختار میں بھی فقہاء حنفیہ کے اقوال مختلف ہیں۔ بحر الرائق اور جوہرۃ النیرہ (شرح قدوری) کے حوالے سے امام شہید رح سے منقول ہے کہ جس نے شیخین رض کو گالی دی یا ان میں سے کسی ایک کو یا مطعون کیا تو وہ کافر ہو گیا اور اس کی توبہ مقبول نہیں۔ فقیہہ دبوسی رح اور ابو اللیث سمرقندی کا یہی قول ہے اور فتویٰ اسی پر پسندیدہ ہے۔

اس پر علامہ ابن عابدین شامی کہتے ہیں" میں کہتا ہوں کہ مذکورہ بیان درست ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں بھی خلاصہ سے یہی نقل کیا ہے۔ کہ رافضی اگر شیخین رض کو گالی دیتا ہو یا لعنت کرتا ہو تو وہ کافر ہے اور اگر حضرت علی رض کو شیخین رض پر فضیلت دیتا ہو تو مبتدع ہے مگر اس جرم سے توبہ کی عدم قبولیت لازم نہیں آتی۔ علاوہ ازیں ایسے شخص پر کفر کا حکم لگانا بھی مشکل ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار جلد ۴، ص ۳۳۶، ۳۳۷) عنوان: مطلب مهم في حكم سب الشيخين = مطبع استانبول

احقر مولف کے نزدیک فیصلہ کن بات یہ ہے کہ جن فقہاء کو سابّ شیخین رض کی تکفیر میں تردد ہے تو محض اس فعل پر ہے ورنہ اگر یہ دیکھا جائے کہ سب شیخین رض کس گروہ سے صادر ہوتا ہے تو ان کا کفر یقینی ہے کیونکہ وہ لوگ تحریف قرآن کے قائل خدا کی صفات و افعال میں اہل بیت نبوی رض کو شریک کرنے والے ارتداد جمیع صحابہ رض کے قائل اور دیگر کئی نصوص قطعیہ کے منکر ہوتے ہیں اور روئے زمین پر ان کے بغیر کوئی بھی سابّ شیخین نہیں ملے گا۔ تو سب شیخین رض ایسے گروہ کا امتیازی علم اور وصفِ عنوانی ہے جیسے لا الٰہ الا اللہ مسلم کا وصف عنوانی ہے یا جیسے حدیث میں ہے

مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ لا الٰہ الا اللہ کا قائل جنت میں جائے گا تو یہ کلمہ دیگر اعمال و عقائد کے لیے بطور عنوان ہے ورنہ دیگر عقائد سے منکر کو محض لا الٰہ الا اللہ کہنے سے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا۔ (فافہم ولا تتحیر)

حافظ ابن تیمیہ رح مختصر الفتاوی المصریہ ص ۴۷۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔

جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی رض پر لعنت کی، جیسے حضرت معاویہ رض، عمرو بن العاص رض یا جو ان سے افضل ہوں جیسے حضرت ابو موسیٰ اشعری رض، حضرت ابو ہریرہ رض یا جو ان سے بھی افضل ہوں جیسے طلحہ رض اور زبیر رض اور عثمان و علی یا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دے وہ بالاتفاق تمام مسلمانان سنگین سزا کا مستحق ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ اس کی سزا قتل ہوگی یا قتل سے کم تر ہوگی۔

حافظ موصوف "الصارم المسلول" ص ۵۹۲ پر لکھتے ہیں

" جس نے سب و شتم سے بھی بڑھ کر یہ اعتقاد رکھا کہ چند نفوس کے سوا جو دس سے بھی نہیں بڑھتے سب صحابہ رض معاذ اللہ مرتد ہو گئے یا ان کی اکثریت فاسق اور نافرمان ہو گئی۔ تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے کہ اس نے قرآن کریم کے بہت سے مقامات کی تکذیب کی۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان سے رضامندی کی خبر دی اور بہترین تعریف کی۔ بلکہ ایسے شخص کے کفر میں جو شک کرے اس کا کفر بھی متعین ہے۔ اس لیے کہ اس عقیدہ کا حاصل ہی یہ ہے کہ کتاب و سنت کے ناقلین اور رواۃ (صحابہ کرام رض) معاذ اللہ فاسق یا کافر تھے"۔

نوٹ۔ واضح رہے کہ سابّ صحابہ رض کی یہ تعزیرات، قتل، سزا، قید وغیرہ خالص قانونی چیز ہے۔ اسلامی حکومت کی شرعی عدالت ہی اس کا نفاذ کرے گی۔ جیسے قصاص، حدود وغیرہ تعزیرات اسی کے اختیار میں ہیں انفرادی طور پر کسی شخص کو ایسا کرنے کی قانوناً اجازت نہیں۔

اس عنوان میں کئی عبارات سے واضح ہو چکا کہ صحابہ کرام رض کی بدگوئی اور ان پر لعن طعن حرام ہے اس کے مرتکب کی سزا سنگین ہے ایسا شخص کم از کم فاسق و مبتدع یقینی ہے اور اہل سنت کا مخالف ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھلائی کے سوا صحابہ رض کا ذکر جائز ہی نہیں۔ اب اس کی روشنی میں صحابہ رض پر تنقید و تنقیص کے شوقین بانی جماعتِ اسلامی مرحوم کے غالی مداحین کو اپنے نظریہ و عمل پر غور تو کرنا چاہیے کہ وہ جو صحابہ کرام رض کی تنقیص، طعنہ بازی اور ان کے جرائم کی فہرست بنا کر شائع کرنے اور انہیں صحیح ثابت کرنے کے لیے خدا اور رسول ص کی حرمت سے لاپروا ہو کر ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ کیا اس سے کہیں فاسق اور اہل سنت والجماعت کے مخالف تو نہیں بنتے؟

صحابہ کرام رض گناہوں سے محفوظ ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ قطعی عصمت صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ قطعیت کا معنی یہ ہے کہ قانوناً اور عادۃً ان سے گناہ کا صدور محال ہے گو ان میں ایجابی اور

سلبی دونوں قوتیں ہوتی ہیں اور گناہ پر قدرت بھی ہوتی ہے مگر وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی بندگی میں محو ہوتے ہیں کہ خواہشاتِ نفسانی ان کے آگے مجبور محض اور لاشئے ہوتی ہیں اور حق تعالیٰ ان کی بلندی منصب کی بدولت ان کی ایسی حفاظت فرماتا ہے کہ خطرناک سے خطرناک گھاٹی سے بھی وہ گناہوں سے بچ نکلتے ہیں۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو قطعی معصوم کہنا صحیح نہیں۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے اوروں کے متعلق نص صریح کر دی ہو کہ ان سے صدور گناہ محال ہی ہے ایسی کوئی جماعت نہیں بلکہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ غیر نبی یقیناً خطا کار اور گناہ گار بھی ہو اس لیے کہ قطعی عصمت کی گارنٹی کا اللہ تعالیٰ سے عطا ہونا اور بات ہے اور محض بفضلِ الٰہی اور ایک ملکہ کے تحت گناہ سے بالکل بچے رہنا اور عمر بھر بھی گناہ کا صدور نہ ہونا اور بات ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔

بہت سے اولیاء اللہ عمر بھر تائیدِ ایزدی سے گناہ سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی سے اگر اتفاقاً کوئی سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور گناہوں سے پاک ہو کر مرتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ باقی تمام اولیاء اللہ میں سے افضل ترین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لہٰذا ان کا گناہوں سے محفوظ رہنا نہ مستبعد ہے۔ نہ خلافِ قانون ہے۔

علامہ دوست محمد کابلیؒ تحفۃ الاخلاء فی عصمۃ الانبیاء ص ۱۶ پر لکھتے ہیں۔

قال فی الدراسات ما حاصله ان العصمة	دراسات میں جو کچھ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے
عبارة عن استحالة صدور الذنب والخطاء	کہ دلیل عقلی کی رو سے کسی سے گناہ اور خطاء کا صدور
بالدليل العقلی والحفظ عبارة عن عدم	محال ہو۔ حفاظت کا معنی یہ ہے کہ گناہ وخطاء کا
صدور الذنب والخطاء ولکن لا یدل	صدور اتفاقاً نہ ہو۔ لیکن اس کے محال ہونے پر
الدليل على الاستحالة	کوئی دلیل نہ ہو۔ پہلی صفت (عصمت) انبیاء
الاولى صفة الانبياء والثانية	کی شان ہے اور دوسری (حفاظت) اولیاء اللہ
صفة الاولياء	کی صفت ہے۔

پھر اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

پس عصمت کی دو قسمیں ہیں حقیقیہ اور اضافیہ۔ اضافیہ (کی دو صورتیں ہیں) یا تو عصمت

حقیقیہ کے مشابہ ہوگی یا اس سے کم ہوگی۔ پہلی قسم (حقیقیہ) انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہے۔ غیر رسل میں نہیں پائی جاتی اور دوسری (اضافیہ مشابہ بالحقیقیہ) اولیاء اللہ کے اعلیٰ افراد (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ) میں پائی جاتی ہے۔ تیسری اولیاء اللہ کے غیر اعلیٰ افراد میں بھی حسب مراتب پائی جاتی ہے۔

صاحبِ صیانۃ الاناس فرماتے ہیں کہ محافظت کی تین قسمیں ہیں۔

ایک گناہوں سے بایں طور محفوظ ہونا کہ ان کا صدور ممتنع ہو اور اس کو عصمت خاصہ بالانبیاء علیہم السلام کہتے ہیں۔ دوسری یہ کہ گناہوں سے بایں طور محفوظ ہونا کہ صدور ممکن تو ہو (مگر بالفعل واقع نہ ہو) اور یہ صدیقین کے ساتھ مختص ہے اور اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ بالفعل گناہ کے صادر نہ ہونے میں یہ پہلی کے مشابہ اور مماثل ہے مگر امکان میں اس کے مغایر ہے تیسری قسم یہ کہ گناہوں سے اکثر محفوظ ہونا اگرچہ گناہ صادر ہو جائے۔ یہ مرتبہ صدیقین کے سوا عام صلحاء کو حاصل ہوتا ہے۔" اھ

اس سے معلوم ہوا کہ حفاظت کی قسم ثانی (امکان کے باوجود گناہ کا عدم صدور) جو صدیقین کے ساتھ خاص ہے بایں معنیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گناہوں سے محفوظ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صدیق فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ	جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے
هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ	تو یہی لوگ صدیق ہیں اور اپنے رب کے ہاں شہید
لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ۔ (حدید ع ۳)	ہیں ان کے لیے ان کا ثواب اور نور (ہدایت) ہے

علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر احکام القرآن جلد ۱۶ ص ۲۸۶ پر اللہ تعالیٰ کے فرمان فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ (پس تمہیں بلا علم تکلیف پہنچانے کی وجہ سے مشقت ہوتی) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

تفضيل للصحابة واخبار عن صفتهم	اس آیت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی فضیلت کا بیان ہے اور
الكريمة من العفة عن المعصية	ان کی اس بہترین صفت کی خبر دی ہے کہ وہ نافرمانی
والعصمة عن التعدى حتى انهم لو	سے پاک دامن ہیں اور ظلم کرنے سے معصوم ہیں
اصابوا من ذالك لكان عن غير قصد	حتیٰ کہ ان سے اگر ایسا ہو بھی جاتا تو بلا ارادہ ہوتا

چونکہ گناہ کی تعریف میں قصد و ارادہ بھی شرط ہے یعنی بالارادہ نافرمانی کی جائے تو گناہ ہو گا ورنہ خطا، زلت اور لغزش ہوگی جیسے ارشاد ربانی ہے۔

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔ (احزاب ع۱)

جس چیز کا ارتکاب تم بھول چوک سے کرو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں لیکن جسے تم عمداً کرو (وہ گناہ ہے) اور اللہ (اسے بھی) بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

لہذا اگر کوئی ناجائز کام بھول چوک سے ہو گیا یا نیت ایک اور تھی مگر نتیجہ غلط نکلا۔ جیسے تادیب کی نیت سے کسی کو مارنا اور اس کا مر جانا۔ تو یہ سب صورتیں گناہ سے خارج ہیں۔ اسی قسم کی چند خطاؤں اور زلات کو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کی طرف قرآن کریم میں منسوب کیا گیا ہے۔ جن کے صدور میں نافرمانی کے قصد نہ ہونے پر کئی قرائن موجود ہیں مگر قصد و ارادہ کے ثبوت پر ایک قرینہ بھی نہیں۔ ایسی آیات میں غور و فکر کرنے والا یقیناً ہمارے دعویٰ کی تصدیق کرے گا۔

تو مذکورہ بالا آیت میں "بِغَيْرِ عِلْمٍ" کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض ان سے کسی مکے کے مسلمان کو تکلیف پہنچتی تو لاعلم ہونے کی وجہ سے اور قصد گناہ نہ ہونے کی بنا پر ان (مدینہ سے آنے والے صحابہؓ) کو گناہ نہ ہوتا۔

مسئلہ عصمت پر بحث کرتے ہوئے صاحب نبراس فرماتے ہیں۔

"محققین نے عصمت کی دو تعریفیں بیان کی ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کا بندے میں گناہ پیدا ہی نہ کرنا۔ اس تعریف پر معصوم وہ شخص ہو گا جس میں گناہ نہ پیدا کیا جائے (یعنی بالفعل اس سے صدور نہ ہو) اور غیر معصوم وہ ہو گا جس میں گناہ پیدا کیا جائے تو یہ گناہ گار کے مساوی اور ہم معنیٰ ہو گا۔

(۲) عصمت نفس میں وہ حاصل شدہ ملکہ ہے جو گناہ نہیں ہونے دیتا اور اس کا اصل حکماء سے مروی ہے اور پھر آگے لکھتے ہیں۔

پس اس (دوسری) تعریف پر یہ لازم نہیں آتا کہ غیر معصوم گناہ گار بھی ہو۔ کیونکہ جائز ہے کہ ایک شخص اس خاص ملکہ (جو انبیاءؑ کے لیے مخصوص ہے) سے تو خالی ہو لیکن محض اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حفاظت سے بغیر کسی خاص مانع کے اس سے گناہ صادر نہ ہو۔ جب آپ یہ پہچان سکے تو واضح ہو گیا کہ تعریف ثانی پر یہ کہنا جائز ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ معصوم نہیں (اور گناہ گار بھی نہیں) اور پہلی تعریف پر ان کو غیر معصوم کہنا جائز نہیں کیونکہ اس سے تو ان کو گویا گناہ گار کہنا ہے اور یہ ہے (معاذ اللہ) بلکہ یہ کہا جائے گا (کہ معصوم تو ہیں مگر) ان کی عصمت (انبیاء کی طرح) واجب نہیں نہ ہی قطعی ہے۔ (نبراس ص۵۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ کو گو انبیاء علیہم السلام کی طرح قطعی معصوم اور واجب العصمت نہیں کہہ سکتے مگر اس سے ان کا گناہ گار ہونا لازم نہیں آتا اور نہ صدور گناہ لازم ہے بلکہ ان کو گناہگار کہنا گویا گالی دینا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ گناہوں سے محفوظ ہیں ان کو گناہ گار کہنا جائز نہیں کیونکہ غیر صحابی میں اولیاء اللہ کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو صحابہ کرامؓ۔ جن کے ادنیٰ سے ادنیٰ مرتبے والے سینکڑوں غوث قطب اولیاء اللہ نہیں پہنچ سکتے۔ کو یہ مرتبہ کیوں حاصل نہ ہو جبکہ ان کی تعریف میں قرآنِ حکیم بھرا ہوا ہے۔ اور اگر کوئی نامناسب بات ہو گئی تو وہ بے قصد و ارادہ ہوئی جو گناہ میں داخل نہیں۔

یہ کہنا "کہ صحابہؓ کے متعلق یہ نظریہ عصمتِ انبیاءؑ کے مماثل اور شیعہ کے عقیدہ عصمتِ ائمہ کی طرح ہے [1] بالکل لغو ہے کیونکہ امکان و عدم امکان اور وجوب و عدم وجوب کے لحاظ سے فرق ہی ہے نیز شیعہ فطرۃً و خلقاً بھول چوک سے بھی اپنے ائمہ سے صدور گناہ کے قائل نہیں جب کہ اہل سنت کے نزدیک امکان بلکہ خطاً وقوع ممکن ہے۔ (فافترقا)

واضح رہے کہ یہ کلیہ — صحابہ کرامؓ گناہوں سے محفوظ ہیں اپنی جگہ صحیح ہے مگر عقلاً بڑے بڑے کلیات سے ایک آدھ فرد نکل سکتا ہے جسے استثناء نہیں بلکہ شاذ و نادر کہیں گے جیسے مثلاً سفید رنگ کے بیل میں ایک دو بال کالے ہوں یا جیسے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔) یہ موجبہ کلیہ ہے مگر عقلاً ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کا ایک آدھ گناہ معاف نہ فرمائے کیونکہ یہ اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ اسی طرح ہمارے اس کلیہ سے شاذ و نادر کے طور پر دو چار افراد نکل بھی سکتے ہیں جن سے گناہ کا صدور ہوا۔ مگر اس سے نہ ہمارا کلیہ ٹوٹ سکتا ہے کیونکہ شاذ و نادر پر

[1] کذافی ترجمان القرآن بابت ستمبر ۱۹۷۰ء ص ۳۱

حکم نہیں لگتا۔ نہ ان کی محفوظیت اور عدالت پر فرق آتا ہے نہ ان کو گناہ گار کہنا جائز ہے کیونکہ حضرت ماعز اسلمی رض اور قبیلہ غامد کی خاتون رض سے جو گناہ ہوا انھوں نے خود بخود گناہ کا اعتراف کر کے اپنے اوپر سزا جاری کروائی اور سچی توبہ کر کے رخصت ہوئے کہ سب دنیا کی توبہ ان کے سامنے ہیچ ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعز رض کے متعلق فرمایا۔

اِسْتَغْفِرُوْا لِمَاعِزِ بْنِ مَالِكٍ لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ اُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ ۔	تم ماعز بن مالک رض کے لیے بخشش کی دعا کرو اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے اگر سب امت پر اسے تقسیم کیا جائے تو ان کی مغفرت کے لیے کافی ہے۔
وَقَالَ فِيْ اِمْرَءَةٍ مِّنْ غَامِدٍ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مَكْسٍ لَغُفِرَ لَهٗ ثُمَّ اَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ کتاب الحدود)	اور قبیلہ غامد کی خاتون کے متعلق فرمایا اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے اگر وہ توبہ ظلم سے ٹیکس لینے والا بھی کرتا تو وہ بخشا جاتا پھر آپؐ نے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا اور خود بھی نماز جنازہ پڑھی پھر اسے دفن کر دیا گیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کریم میں لفظ ذنب، استغفار، مغفرت، توبہ، عصیان وغیرہ الفاظ کے استعمال سے شبہ نہ ہو کہ اس سے ان کا گناہ گار ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ لغت اور استعمال کے رو سے ان الفاظ کے کئی مدارج ہیں ترک اولی، خلاف اولی کے ارتکاب، بھول چوک اور خطا پر بھی ذنب اور عصیان کا اطلاق ہوتا ہے اور انبیاءؑ تک کے حق میں ان کا استعمال آیا ہے اسی طرح مغفرت توبہ وغیرہ عام اور ایسی چیز ہے کہ ہر نیک و بد کو اس کی ضرورت ہے۔ رفع درجات کے لیے اس کا استعمال کیا جاتا ہے ان میں گناہ کا تحقق اور صدور لازم نہیں۔ فافہم

واللہ الہادی

باب ہشتم

مطاعن صحابہ کرامؓ پر ایک نظر

"الطاعن کالاعمی" (معترض نابینا کی طرح ہوتا ہے) کا مصداق مخالفین کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ اگر کسی سے ان کو ضد اور دشمنی ہو گئی تو اس کے متعلق معمولی سی گری پڑی بات کو رائی کا پہاڑ بنا ڈالا اور طعن کرنے لگے اور اس کے سینکڑوں فضائل و مناقب سے اندھے بن گئے۔ یہودیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بلا شوہر ماں کا بیٹا ہونے کے سوا اور کوئی اچھائی نظر ہی نہیں آئی۔ اور آپ کو معاذ اللہ حلال زادہ ہی تسلیم نہیں کیا۔

نصاریٰ نے غلو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی الوہیت میں تو شریک کر لیا مگر پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب سے ایسی آنکھیں بند کیں کہ ایک منقبت کا اقرار نہیں کیا۔ ہاں از خود مطاعن اور برائیاں آپؐ کے حق میں تراش لیں۔

ٹھیک اسی انداز پر دشمنانِ اسلام مخالفینِ صحابہ کرام کو ان قدسی شخصیتوں میں نہ کوئی کمال نظر آیا نہ اسے فراخدلی سے قبول کیا۔ البتہ نقص کا کوئی شوشہ یا لائحہ عمل انہیں نظر آیا تو اس سے طعنہ بازی کا ایک پہاڑ کھڑا کر دیا۔ نصوصِ قطعیہ کے انکار یا کتر و بیونت سے بھی احتراز نہیں کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی کھلی تحریف کی۔ ذیل میں ہم ان کے چند عمومی اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

اعتراض اول: صحابہ رض اقتدار کے طالب تھے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے

بعد تجہیز وتکفین سے قبل ہی خلافت کے پیچھے پڑ گئے حتیٰ کہ آپؐ کے جنازہ کی نماز بھی نہیں پڑھی

الجواب :- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے جو عظیم حادثہ اور غیر معمولی خلا پیدا ہوا اور منافقین سازشوں کی سوچنے لگے۔ کوئی عقل منداس وقت کے نازک حالات میں خلیفہ کے انتخاب میں تاخیر کا روادار نہیں ہوسکتا۔ یہ صحابہ کرامؓ کا ذہن ثاقب تھا کہ فی الفور اس مسئلہ کو حل کیا۔ ورنہ قائد کے بغیر اسلام کا تیا پانچہ ہوچکا ہوتا۔

حضرات انصارؓ نے اپنی بے نظیر قربانیوں اور اپنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کی بدولت اپنے آپ کو اولاً خلافت کا مستحق خیال کیا مگر جب ارشاد نبویؐ "الائمۃ من قریش (خلفاء قریش سے ہوں گے) سنا تو باز آگئے۔ انصارؓ کی اس جدوجہد کے دوران اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے میں ذرا تاخیر کرتے تو انصار کا خلیفہ ہوجاتا جس پر اہل عرب کا اتفاق نہ ہوتا۔

مگر معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا کی کوئی تاریخ کوئی روایت یا حدیث یہ نہیں بتا سکتی کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلیفہ بننے کی تمنا کی ہو یا پہلے سے پروگرام تجویز کر رکھا ہو۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جو صورت حال پیش آئی وہ اچانک ہی تھی ان کے وہم وگمان میں بھی یہ نہ تھا۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو اور امت کے صدر اول کو تفرقہ سے بچانا تھا اس لیے بغیر کسی فتنہ کے حضرت صدیق اکبرؓ جیسی کامل اور مستحق ترین شخصیت کا انتخاب ہوگیا اور سب مہاجرینؓ وانصارؓ نے بالاتفاق آپ کی بیعت کرلی۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ نے بھی تین دن کے بعد اور بعض روایات کی رو سے چھ ماہ بعد آپ کی بیعت کرلی۔ اور صرف اتنا کہا کہ انتخاب کے سلسلے میں رائے دینے کے ہم بھی مستحق تھے۔ ہمارے مشورے کے بغیر یہ کام ہوا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے ہنگامی صورت حال واضح کر کے آپ کو مطمئن کردیا۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دست راست بن گئے۔

بہرحال شیخینؓ نے اور عام صحابہ کرامؓ نے اقتدار کی کبھی خواہش نہیں کی۔ وہ خود پہلے خطبہ خلافت میں فرماتے ہیں "خدا کی قسم مجھے خلافت کا کبھی لالچ نہ رہا نہ خدا سے تنہائی میں یہ مانگی لیکن اختلاف کے اندیشہ کی بنا پر میں نے یہ بارگراں اٹھایا۔ مجھے یہ پسند ہے کہ تم لوگوں میں جو امارت پر زیادہ قوی ہو وہ میری جگہ (خلیفہ) ہو تو مہاجرینؓ نے یہ عذر قبول کیا آپ کی خلافت کو پسند کیا۔

(بیہقی جلد ۸ صفحہ ۱۵۲ ستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۶)

نہیں اگر اقتدار کی ہوس ہوتی تو وہ اسلام قبول ہی نہ کرتے۔ زمانہ جاہلیت میں عزت وسیادت اور مال ودولت کی فراوانی انہیں حاصل تھی۔ اسلام قبول کرکے ہی انہوں نے اس سیادت وعزت پر لات ماری۔ سب مال اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور فقراء مہاجرین کی صف میں آگئے۔ اپنے سے کم تر لوگوں سے ظلم وستم سہتے رہے۔ اب حضور علیہ السلام کی غلامی اور اتباع ہی ان کی بڑی سیادت اور عزت تھی۔ جس کے صلے میں رب تعالیٰ نے ان کو منصب خلافت سے نوازا۔ ان بزرگوں پر اقتدار طلبی کا اتہام کتنا بڑا بہتان ہے۔ معاذ اللہ۔

البتہ شیعہ مسلک میں متواتر روایات کی رو سے حضرت علیؓ اپنے آپ کو خلافت واقتدار کا طالب اور حق دار سمجھتے رہے

اس کے برعکس اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ اور آپ کی اولاد اقتدار طلبی سے دور تھے۔ مار آستین دوست نما دشمنوں نے خواہ مخواہ ان کی طرف منسوب کر رکھا ہے۔

صحابہؓ پر آپؐ کے جنازے میں عدم شرکت کا الزام محض بہتان ہے۔ تاریخ وسیرت کی کوئی روایت اس کی تائید نہیں کرسکتی (مکذوبات روافض کے ہم ذمہ دار نہیں) کاش روافض اپنی معتبر ترین کتاب "اصول کافی ہی دیکھ لیتے تو تسلی ہوجاتی۔ چنانچہ باب مدفنہ وصلاتہ میں ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال لما	امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی
قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلت	اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ پر فرشتوں اور
علیہ الملئکۃ والمھاجرون والانصار	مہاجرینؓ اور انصارؓ نے گروہ در گروہ نماز
فوجا فوجا۔ (اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۴۴۳)	جنازہ پڑھی۔

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ مدینہ منورہ اور آس پاس کے باشندوں نے تمام مردوں اور عورتوں نے، سب مہاجرینؓ اور انصارؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فرداً فرداً یعنی بلا جماعت نماز جنازہ پڑھی۔ تا آنکہ ایک شخص بھی باقی نہ رہا جس نے نماز نہ پڑھی ہو۔

اعتراض دوم

اہل سنت ہی کی کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا "میری امت کے کچھ لوگ بائیں جانب سے گرفتار ہوکر (بروز قیامت) لائے جائیں گے

میں کہوں گا یہ میرے ساتھی ہیں، میرے ساتھی ہیں تو جواب ملے گا آپ کو معلوم نہیں کہ بعد میں انہوں نے کیا بدعات ایجاد کی تھیں تو میں وہی کہوں گا جو اللہ کے نیک بندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں جب تک ان میں رہا ان کے صدق کی گواہی دیتا ہوں جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو آپ ہی ان پر نگران تھے اور آپ ہر چیز پر گواہ ہیں" تو جواب ملے گا آپ جب ان سے جدا ہوئے تو یہ مرتد ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ ارتداد سے صحابہؓ کے سب اعمال حبط ہو گئے۔

الجواب:۔ اس حدیث کے مصداق میں تین احتمال ہیں۔

۱۔ تمام صحابہ کرامؓ مراد ہوں جیسے روافض کا خیال ہے۔

۲۔ ایک خاص جماعت مراد ہو جن سے حضرت ابوبکرؓ نے جہاد کیا۔

۳۔ امت کے عام لوگ مراد ہوں جنہوں نے بعد میں تفرقہ بازی کی اور بدعات کے موجد ہوئے

پہلا احتمال بالکل باطل ہے کیونکہ اگر سب صحابہ کرامؓ دین سے پھر گئے تو اسلام ہی کا خاتمہ ہو گیا کیونکہ اسلام صرف تحریر شدہ چند عبارات کا نام نہ تھا بلکہ وہ محسوس طور پر نبی خاتمؐ اور آپ کے پیروکاروں کی شکل میں تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے گئے اور صحابہ کرامؓ بھی مرتد ہو گئے تو دین کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کا بطلان واضح ہے نیز اس سے یہ بھی لازم آیا کہ قرآن کریم رسالت محمدیؐ توحید خداوندی سب لایعنی ہو گئے۔ بلکہ آپ کی بعثت قرآن کا انزال، صحابہؓ کے متعلق بشارات اور آپ کی بیش بہا قربانیاں لغو ٹھہریں۔

اگر کہا جائے کہ تین چار حضرات کو ہم ارتداد سے مستثنیٰ کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث میں استثناء کا کوئی قرینہ موجود نہیں۔ اور اگر ان مفاسد کے پیش نظر عقلاً استثنا ہے تو چار پانچ کو استثناء کر دینے سے بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ لزوم مفاسد علیٰ حالہ باقی ہے۔

پھر دوسرا احتمال ہی مانا جا سکتا ہے کہ وہ نومسلم افراد مراد ہوں جن سے حضرت صدیق اکبرؓ نے جہاد کیا تھا۔ بعض تہ تیغ ہوئے اور بعض پھر اسلام لے آئے یہ بالکل واضح ہے۔ حوالہ کی حاجت نہیں۔ علامہ نوویؒ نے اسے راجح کہا ہے۔ (فتح الباری)

تیسرا احتمال سب سے بہتر ہے اور ہمارے خیال میں مراد بھی وہی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی گئی ہے اور یقیناً معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریین اور زیارت

کرنے والے اصحاب تثلیث اور شرک کے قائل نہیں تھے بلکہ بعد کی عیسوی امت گمراہ ہوئی۔ تو اسی طرح اصحاب سے اصطلاحی اصحاب محمدؐ مراد نہیں (کیونکہ اصطلاحاً لفظ "صحابہ" مخصوص ہے) بلکہ مطلق مسلمان اور آپؐ کے متبع مراد ہوں۔ اور ان کو اصحاب سے تعبیر فرمایا جیسے امام ابوحنیفہؒ و امام شافعیؒ کے مقلدین کو اصحاب ابی حنیفہ اور اصحاب شافعی کہتے ہیں گو ان کو اپنے ائمہ کی زیارت یا صحبت ہرگز نصیب نہ ہوئی ہو۔ اسی طرح یہ بھی دستور ہے کہ کوئی شخص اپنے ہم مسلک گزشتہ بزرگوں کے بارے میں کہتا ہے۔ ہمارے اصحاب کا یہ قول ہے حالانکہ دونوں میں صدیوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ خود کتب شیعہ میں مصنفین کہتے ہیں ہمارے اصحاب نے یہ کہا ہے اور اس سے مراد متقدمین و متاخرین کے جملہ علماء شیعہ ہوتے ہیں

رہا یہ کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دنیا میں دیکھے بغیر کیسے پہچانا۔ تو جواب یہ ہے کہ ان علامات کی بدولت پہچانا جو ان میں واضح طور پر ہوں گی۔ حدیث میں آیا ہے کہ اس امت کے گناہ گار قیامت کے دن دوسری امتوں کے گناہ گاروں سے ممتاز ہوں گے جیسے ان کے فرمانبردار دوسروں کے فرمانبرداروں سے الگ ہوں گے۔

اعتراض سوم

صحابہؓ نے حضرت علیؓ سے جنگ کی۔ آپ کو ایذا پہنچائی۔ حالانکہ آپ نفس رسولؐ تھے، اور خلیفہ برحق بھی۔ لہٰذا محاربین کافر یا فاسق ہو گئے۔ معاذ اللہ۔

الجواب:۔ یہ طعن مغالطات پر مبنی ہے اس لیے قدرے وضاحت سے ہم اس کو رد کرتے ہیں چونکہ صاحب خلافت و ملوکیت نے بھی حضرت عائشہ طلحہ زبیر اور معاویہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں کو ہدف طعن بناتے ہوئے ان کے اقدام کو سراسر غیر قانونی اور شرعاً ناجائز ٹھہرایا ہے اس لیے کتب طرفین کے حوالہ جات پیش کیے جائیں گے۔

اس کا مفصل جواب تین تنقیحات پر مبنی ہے۔

۱۔ جنگ جمل و صفین کی حقیقت کیا ہے۔؟

۲۔ یہ لڑائیاں ذاتی تھیں یا اجتہادی اور شرعی تھیں۔؟

۳۔ جنگ جمل و صفین کے [illegible] کار کا کیا حکم ہے۔؟

جنگ جمل کی حقیقت

یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی خانہ جنگی ہے جس میں دس ہزار نفوس شہید ہوئے۔ یہ جنگ قصداً نہیں ہوئی بلکہ قاتلین عثمانؓ کی سازش سے صلح ہو چکنے کے بعد معاً واقع ہوئی۔ بعد میں طرفین کو سخت ندامت ہوئی

اس کا سبب یہ ہوا کہ خلیفہ مظلوم حضرت عثمان رضؓ کو شہید کر چکنے کے بعد جب بلوائیوں نے حضرت علی رضؓ کی فوج میں شرکت کر لی اور آپ ان کی کثرت اور مصلحت کی وجہ سے ان سے قصاص نہیں لے رہے تھے جس سے قاتلین مزید جری ہو کر دندنا رہے تھے۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کو خون عثمان کے ضیاع کا خدشہ ہوا تو مکہ مکرمہ آگئے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ پہلے سے مکہ میں تھیں یہاں مسلمانوں کے ایک اجتماع میں یہ طے ہوا کہ قاتلین عثمانؓ سے بدلہ ضرور لینا چاہیئے کیونکہ حدود اللہ کے اجراء میں تاخیر درست نہیں چنانچہ یہ حضرات مزید کمک حاصل کرنے کے لیے بصرہ پہنچے ہی تھے کہ کسی جاسوس نے حضرت علی رضؓ کو اطلاع دی کہ یہ لوگ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت علی رضؓ نے اہل مدینہ کو جنگ کے لیے ابھارا مگر ان پر یہ بہت گراں گزرا۔ چند کے سوا اہل مدینہ نے ساتھ نہ دیا۔ تو حضرت علی رضؓ نے کوفہ میں نمائندے بھیجے۔ اہل کوفہ نے بھی اولاً بہت ٹال مٹول کی، بالآخر ایک لشکر وہاں سے برآمد ہوا۔ جسے لے کر حضرت علیؓ بصرہ پہنچ گئے۔ یہاں طرفین کے اکابر کو معلوم ہوا کہ غلط فہمی سے بات بڑھ گئی ہے۔ ورنہ نہ تو طلحہؓ و زبیرؓ حضرت علی رضؓ سے بغاوت اور جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کر رہے بلکہ وہ تو طاقت فراہم کر کے زور آور بلوائیوں سے قصاص کے لیے اجراء حدود اللہ میں حضرت علی رضؓ کے معاون ہیں۔ اور نہ حضرت علی رضؓ عمداً قصاص میں تاخیر کر رہے ہیں چنانچہ صلح کی بات چیت ہوئی اور طرفین کے لشکر صلح پر متفق ہو گئے مگر بلوائیوں نے سازش سے جنگ چھیڑ دی اور طرفین میں بدظنی ہو گئی۔ ہر ایک نے فریق مخالف کا غدر سمجھ کر اپنا دفاع کیا۔ اس پر کچھ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

علامہ خضری مصری تاریخ الخلفاء ص ۲۲۱، ۲۲۲ پر لکھتے ہیں۔

(جنگ جمل کے موقع پر) حضرت علی رضؓ نے خطبہ دیتے ہوئے حمد و ثناء کے بعد جاہلیت کی بدبختی اور اسلام کی سعادت کا ذکر کیا اور اس امت کے اتفاق پر اللہ

ہ البدایہ جلد ۷ ص ۱۸۹ وابن الاثیر جلد ۵ ص ۱۶۴

اس انعام کو یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یکے بعد دیگرے تین خلفاء کے ذریعے امت کو متفق [illegible] فرمایا کہ جس حادثے سے آج ہم دوچار ہیں اسے اس گروہ نے امت پر مسلط کیا ہے جس نے اس دنیا ہی کو طلب کیا [illegible] امت پر خدائی انعامات پر اس گروہ نے حسد کیا۔ اسلام کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ یہ لوگ زمانہ جاہلیت کو واپس لانا چاہتے [illegible]۔ اللہ ہی ہر کام کی انتہا کرنے والا ہے۔

سنو! میں کل مدینہ واپس جا رہا ہوں تم بھی میرے ساتھ کوچ کرو۔ وہ لوگ میرے ساتھ ہرگز نہ چلیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ پر طعن کرنے یا قتل کرنے میں کسی قسم کی اعانت کی۔ ایسے بیوقوفوں کو اپنے نفس پر ملامت کرنی چاہیئے

جب عبداللہ بن سبا کی پارٹی نے یہ سنا تو ان کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور ان کو یقین ہو گیا کہ صلح کا وبال انہی پر ہے اگر یہ صلح ہو گئی تو ان کے قتل پر منتج ہو گی چنانچہ اس مصالحت کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے مشورہ کیا ان کے گمراہ لیڈر مفسد اسلام عبداللہ بن سبا نے کہا اے میری قوم! "تمہاری کامیابی اسی میں ہے کہ لوگوں میں مل کر رہو جب لوگ ایک دوسرے سے ملیں تو لڑائی برپا کر دو اور ان کو سوچنے کی مہلت ہی نہ دو۔ تم جس کے ساتھ ہو گے وہ [illegible]ک نہیں سکے گا۔ اور یوں اللہ تعالیٰ طلحہؓ، زبیرؓ، علیؓ اور ان کے ساتھیوں کو جنگ میں الجھا کر صلح سے غافل کر دے گا۔ اپنی رائے پختہ کر لو اور لوگوں کو اس کا علم نہ ہونے پاتے۔" اھ (وکذا فی تاریخ الطبری)

علامہ شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبداللطیف فرماتے ہیں۔

"صحابہؓ کی یہ جنگ قصداً نہ تھی بلکہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کی سازش کا نتیجہ تھی جو حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔ اس اندیشہ سے کہ حضرت علیؓ انہیں قصاص کے اولیاء کے سپرد نہ کر دیں۔ فریقین کے درمیان جنگ بھڑکا دی۔" (مقدمہ صواعق محرقہ ص ۵ از تاریخ کامل لابن اثیر)

علامہ قرطبیؒ اپنی تفسیر جلد ۱۶ ص ۳۱۸ سورۃ حجرات کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"اہل علم کی ایک بڑی جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ بصرہ میں واقعہ جنگ جمل کے ارادے سے نہیں ہوا بلکہ اچانک ہو گیا۔ بایں طور کہ فریقین میں سے ہر ایک نے اپنی طرف سے دفاع ضروری سمجھا۔ اس ظن کی بنا پر کہ دوسرے فریق نے غدر کیا ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ منتظم اور صلح پوری ہو چکی تھی اور دونوں گروہ رضامندی سے الگ الگ تھے۔ اس حال میں حضرت عثمان رضؓ کے قاتلین نے اپنے اوپر خوف کھایا کہ کہیں یہ فرصت پا کر ہمیں گرفتار نہ کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا الگ اجتماع بلایا اور مشورہ کیا۔ مختلف رایوں کے بعد اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہم دو گروہ بن جائیں اور ایک ایک ہر

لشکر میں جا گھسے اور سحری کو دونوں لشکروں میں لڑائی شروع کر دی جائے اور تیر اندازی ہونے لگے حضرت علی رضؓ کے لشکر میں موجود گروہ یہ شور مچائے کہ طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ نے غداری کی اور جو فریق طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ کے لشکر میں ہو وہ یہ چیخ و پکار کرے کہ حضرت علی رضؓ نے غدر کیا پس ان کی یہ تدبیر کامیاب اور کارگر ہو گئی اور جنگ چھڑ گئی۔ پس ہر فریق اس مکر کا اپنی طرف سے دفاع کرتا تھا اور اپنی جان کی ہلاکت سے مدافعت کرتا تھا۔

یہ فریقین سے ان کے خیال میں جو کچھ ہوا درست ہوا۔ اس میں بھی اللہ کی اطاعت تھی کیونکہ یہ لڑائی اور دفاع اسی جذبہ سے ہوا۔ کتب تاریخ و سیر میں یہی صحیح اور مشہور ہے۔ اھ

چنانچہ ثقۃ التاریخ امام المورخین علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون اپنی تاریخ۔ جو تمام کتب تاریخ میں مستند اور مقبول عام ہے۔ میں رقم طراز ہیں۔" جب حضرت علی رضؓ کو حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کی صلح کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوئے اور اس سے قبل بصرہ کے لوگ حضرت علی رضؓ کے پاس آکر صلح پر راضی ہو گئے اور اہل کوفہ سے مل کر تمام صلح پر متفق ہو گئے۔ حضرت علی رضؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور دوسرے دن کوچ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عثمان رضؓ پر بلوا کرنے والوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہ لوٹے (یہ سن کر) مصریوں میں سے ابن سودا (عبداللہ بن سبا یہودی لعین) خالد بن ملجم، اشتر نخعی، علباء بن الہیثم، عدی بن حاتم، سالم بن ثعلبہ قیسی اور شریح ابن ابی اوفیٰ وغیرہم جمع ہوئے اور حضرت کی اس بات میں مشورہ کیا تو کہنے لگے وہ کتاب اللہ کو خوب جانتا ہے اور دوسروں سے بڑھ کر عامل ہے۔ جب وہ صلح کر کے متحد ہو جائیں تو ہمارا کیا انجام ہوگا؟ اس وقت وہ اپنی کثرت کے مقابلے میں ہمیں قلیل سمجھیں گے۔ اشتر نخعی کہنے لگا خدا کی قسم ان کا مشورہ ہمارے بارے ایک ہی ہے کہ ان کی صلح ہمارے خون پر ہوگی۔ آؤ طلحہ رضؓ کو تو عثمان رضؓ کے ساتھ ملا دیں۔ (شہید کر دیں) تاکہ ہم پر خاموشی سے راضی ہو جائے۔ ابن سودا نے کہا کہ طلحہ رضؓ اور اس کے ساتھی تو تقریباً پانچ ہزار ہیں اور تم اڑھائی ہزار ہو۔ تم ایسا تو نہیں کر سکتے۔ علباء بن ہیثم نے کہا فریقین سے الگ تھلگ رہو جب تک تمہارا کوئی سردار مقرر نہ ہو۔ ابن سودا نے کہا خدا کی قسم لوگ پسند کرتے ہیں کہ تم الگ ہو تو تمہیں پرندوں کی طرح اچک لیں۔ عدی نے کہا بخدا نہ میں کسی بات پر راضی ہوں اور نہ کسی کو ناپسند کرتا ہوں۔ البتہ آئندہ جو کچھ ہوگا اور لوگ قتل ہو

…ل پر تل گئے تو ہمارے پاس بھی گھوڑے اور ہتھیار موجود ہیں۔ اگر تم آگے بڑھے ہم بھی بڑھیں گے …نہ رکے رہیں گے۔ پھر سالم بن ثعلبہ اور سوید بن ابی اوفیٰ نے یہ تدبیر پیش کی کہ اپنا فیصلہ پختہ کر …ابن سودا پھر کہنے لگا کہ اے میری قوم تمہاری کامیابی اسی صورت میں ہے کہ لوگوں میں گھل مل کر …ہو اور کل جب لوگ ملیں تو جنگ چھیڑ دو۔ پس وہ لوگ لڑائی سے بچ نہ سکیں گے اور جسے وہ ناپسند کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس میں مبتلا کر دے گا چنانچہ وہ اسی عہد و پیمان پر الگ الگ ہو گئے۔

اب حضرت علی رضؓ و طلحہ رضؓ وغیرہ اپنے اپنے لشکر سمیت واپس ہوئے۔ حضرت زبیر سے ایک آدمی …نے کہا لڑائی ہونی چاہیئے۔ تو فرمایا ہم قعقاع کے واسطے سے صلح کر چکے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ …سے بھی آپ کے فوجیوں نے لڑائی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ پھر آپ سے انہوں نے اپنے اور دوسرے لشکر کے (بصورت جنگ) مقتولوں کا حال پوچھا۔ تو فرمایا جس کا دل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صاف ہے ان میں سے یا ہم میں سے کوئی قتل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ نیز ان کو لڑائی کے ارادے سے روکا۔ (بلفظہ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صـ۱۰۷ طـ جدید)

طرفین کی مصالحت میں بات چیت اور آمد و رفت کے طویل ذکر کے بعد ابن خلدون صـ۱۰۸۲ پر لکھتے ہیں۔

سب قبیلے امن و امان کی حالت میں ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے تھے۔ مضر، مضر کے ہاں اور ربیعہ ربیعہ کے ہاں اور صلح میں کسی فریق کو شک نہ تھا۔ انہوں نے تو حکیم اور مالک کو نمائندہ بنا کر حضرت علی رضؓ کی طرف بھیج دیا تھا کہ ہم معاہدہ صلح پر بدستور ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے اور محمد بن طلحہ حضرت علی رضؓ کے پاس آ گئے اور صلح تقریباً پوری ہو گئی۔

لیکن جن بلوائیوں نے حضرت عثمان رضؓ پر خروج کیا تھا انہوں نے بری طرح رات گزاری کہ لڑائی کے مشورے کرتے رہے اور اس فیصلہ پر متفق ہو گئے کہ لوگوں کے درمیان لڑائی بھڑکانی چاہیئے …پس صبح اٹھے اور ان کی شرارت کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔ پس فسادیوں کے ہر قبیلے نے اپنے افراد کو جمع کر کے لوگوں میں تلوار چلانا شروع کر دی۔ اہل بصرہ بھی یہ دیکھ کر جنگ کرنے لگے اور اس طرح ہر فریق نے اپنے مقابل پہ حملے شروع کر دیئے …

لگے۔ جو کچھ ہونا تھا ہوا۔ ہر ایک نے دوسری طرف سے دھوکہ سمجھا۔ کعب بن مسور نے ام المومنین حضرت عائشہ سے کہا لوگ لڑ رہے ہیں شائد آپ کی وجہ سے صلح ہو جائے۔ آپ زرہ بکتر ہودج میں بیٹھ کر اونٹ پر سوار ہوں۔ چنانچہ اونٹ ایسے مقام پر لا کھڑا کیا گیا جہاں ہنگامہ سنائی دیتا تھا مگر لوگ لڑتے رہے۔ حضرت طلحہ رضؓ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت زبیر رضؓ لڑائی چھوڑ کر وادی سبار کو جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت علی رضؓ نے آپ کے قاتل کو جہنم کی بشارت سنائی۔ اس اثناء میں حضرت عائشہ رضؓ نے قاتلین عثمان رضؓ کو بد دعا کی تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا اے اللہ عثمان رضؓ کے قاتلوں پر لعنت بھیج۔ اھ (تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صـ۱۰۸۳ مختصرا)

اور یہی کچھ محاضرات تاریخ الامم جلد ۲ صـ۵ محاضرہ (۲۹) اور تاریخ طبری جلد ۵ صـ۵۰۶ اور البدایہ والنہایہ جلد ۸ اور تاریخ ابن اثیر جلد ۳ اور دیگر مستند کتب تاریخ میں مذکور ہے۔

قارئین کرام! یہ ہے جنگ جمل کا اصل نقشہ کہ بلوائیوں کے مکر و فریب سے یہ حادثہ رونما ہوا ورنہ سب مسلمان بلوائیوں سے قصاص لینے اور آپس میں صلح پر متفق ہو چکے تھے۔ قاتلین عثمان رضؓ نے جب اس صلح میں اپنی موت دیکھی تو فساد برپا کر دیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ جنگ نہ بھڑکاتے تو ان کی ہلاکت یقینی تھی کیونکہ حضرت علی رضؓ ان کو اپنے سے الگ کرنے کا الٹی میٹم دے چکے تھے۔ اس صورت میں اہل بصرہ بآسانی ان کو تہ تیغ کر کے قصاص لے سکتے تھے۔ تعجب ہے کہ صاحب خلافت و ملوکیت نے اتنی واضح بات کو کس طرح غلط انداز میں پیش کر کے ان اکابر صحابہ رضؓ پر غیر آئینی کے ارتکاب کا الزام لگایا ہے۔ سچ ہے کہ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے

جنگ صفین

یہی معاملہ جنگ صفین میں پیش آیا جو حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما کے لشکروں کے درمیان خون عثمان رضؓ کے قصاص کے سلسلے میں واقع ہوئی۔ طرفین میں صلح قریب تھی لیکن سبائی جماعت نے اپنی تمام تر قوتیں اس میں صرف کر دیں کہ طرفین میں محبت اور رعایت کی بجائے دشمنی اور نفرت کا جذبہ تیز ہو جائے۔ چنانچہ یہ غدار اور مفسدہ پرداز گروہ اپنی مکروہ کوششوں میں کامیاب ہو گیا اور مصالحت کی ساری جد و جہد نقش بر آب ثابت ہوئی۔

ے حضرات نے مصالحت کی کوشش کی مگر ناکام رہی چنانچہ حضرت ابو درداء رضؓ اور حضرت [امامہ] باہلی رضؓ ایسے بزرگ صحابی رضؓ حضرت علی رضؓ کی طرف سے نمائندے بن کر حضرت معاویہ رضؓ کے پاس گئے [اور ک]ہا کہ اے معاویہ رضؓ! آپ اس شخص سے کیوں لڑتے ہیں جو بخدا آپ سے اور آپ کے باپ سے [اسل]ام لانے میں مقدم ہیں۔ آپ سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں اور [اس] امر کے تجھ سے زیادہ مستحق ہیں تو حضرت معاویہ رضؓ نے فرمایا میں تو حضرت عثمان رضؓ کے خون پر [ا]ن سے لڑ رہا ہوں کیونکہ آپ نے حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں کو پناہ دی رکھی ہے۔ تم دونوں حضرت [علی] کے پاس جاؤ اور کہو کہ حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں سے ہمیں قصاص دلا دو۔ پھر اہل شام میں سے [سب] سے پہلا شخص میں ہوں گا جو حضرت علی رضؓ کے ہاتھ پر بیعت کرے گا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت [علی] کے پاس گئے اور یہ بات بتائی تو حضرت علی رضؓ نے فرمایا وہ یہ ہیں جن کو تم دیکھ رہے ہو۔ پس [ایک] انبوہ کثیر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگے ہم سب حضرت عثمان رضؓ کے قاتل ہیں جو کوئی چاہے ہم سے [قص]اص لے لے۔ حضرت ابو درداء رضؓ اور ابو امامہ رضؓ یہ ماجرا دیکھ کر واپس ہو گئے اور کسی طرف [س]ے جنگ میں شرکت نہ کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صـ۲۹۹)

اسی طرح حضرت علی رضؓ کی طرف سے جو سفراء حضرت معاویہ رضؓ کے پاس آتے تھے وہ ایسی [سخت] اور تہدید آمیز گفتگو کرتے تھے جس سے بجائے صلح اور سکون کے خواہ مخواہ جنگ اور اشتعال [ہ]ی کی فضا پیدا ہو جاتی۔ ان میں سے شبث بن ربعی کی تلخ کلامی اور فساد انگیزی سب مورخین نے [لکھی] ہے۔ حالانکہ یہ وہی صاحب ہیں جو تحکیم کے موقعہ پر حضرت علی رضؓ کے اولین مخالف ہو کر [خارجی] بنے۔ پھر شیعان حسین میں سے ہو کر کوفہ میں حضرت حسین رضؓ کو بلایا تھا پھر بروقت آپ [سے غ]داری اور بے وفائی کر کے نصرت سے باز رہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسے [ان کا] نوشتہ دعوتی خط سنا کر شرمندہ کیا تھا۔

بہرحال جب لڑائی سے چارہ کار نہ رہا تو چھوٹی بڑی جھڑپوں کے بعد ایک دن اور رات [گھمسا]ن جنگ ہوئی جس میں طرفین کے ستر ہزار نفوس کام آئے۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

[ش]بہ کا ازالہ:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ صفین میں طرفین سے صحابہ رضؓ

کی ایک جماعت تھی مگر ان کی تعداد زیادہ نہ تھی کیونکہ اس فتن کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت غیر جانبدار رہی. جن میں حضرت سعد بن ابی وقاص رض، سعید بن زید رض عشرہ مبشرہ میں سے اور عبداللہ بن عمر رض وغیرہم جیسے اکابر اور فضلاء صحابہ بھی ہیں. حضرت علی رض کے لشکر میں بہت سے بدری اور اصحاب حدیبیہ رض کی شرکت کا دعویٰ بھی مخدوش ہے. چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ البدایہ جلد ۷ ص ۲۵۲، ۲۵۳ پر لکھتے ہیں. "امام احمد بن حنبل رح نے اسماعیل بن علیہ اور انہوں نے امام محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ (خلافت علوی میں) فتنے اٹھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دسیوں ہزار صحابہ رض زندہ تھے مگر ان جنگوں میں ایک سو بھی شریک نہیں ہوا بلکہ تیس تک بھی ان کی تعداد نہیں پہنچتی."

نیز امام احمد کہتے ہیں "ہم سے امیہ بن خالد نے بیان کیا کہ اس نے امام شعبہ سے کہا کہ ابو شیبہ نے حکم کے واسطے سے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کیا ہے کہ جنگ صفین میں ستر اہل بدر شریک ہوئے تھے تو شعبہ بولے ابو شیبہ نے غلط کہا کیونکہ ہم نے خود حکم سے مذاکرہ کیا تو ہم نے معلوم کیا کہ خود اس کے ہاں بھی حضرت خزیمہ بن ثابت رض کے سوا کوئی بدری صفین میں شریک نہیں ہوا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سہل بن حنیف رض اور ابو ایوب انصاری رض بھی شریک تھے.

علامہ ابن تیمیہؒ "کتاب الرد علی الرافضۃ" میں فرماتے ہیں کہ ابن بطہ نے بکیر بن الاشج سے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان رض کی شہادت کے بعد اہل بدر اپنے گھروں میں بیٹھ رہے حتیٰ کہ پھر قبروں کی طرف ہی نکلے" اھ

یہ بھی واضح رہے کہ چونکہ یہ جنگ بھی اجتہادی تھی اس لیے طرفین کے مقتولین شہداء ہیں البتہ جو بلوائی ان جنگوں میں کیفر کردار کو پہنچے اور ان میں ان کی نیت فتنہ فساد ہی کی تھی وہ شہید نہیں.

یہ جنگیں اجتہادی تھیں

دوسری تنقیح یہ ہے کہ یہ جنگیں ذاتی عناد کی وجہ سے نہ تھیں بلکہ طلب صواب میں اجتہادی اختلاف کا نتیجہ تھیں چنانچہ جنگ جمل کی گزشتہ تفصیل میں یہ امر واضح ہے. اسی طرح صفین بھی قصاص عثمان رض کی تاخیر یا عجلت کے سلسلے میں مبنی بر اجتہاد کے اختلاف کی وجہ سے تھی.

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغۃ میں یہ فرمان بالکل واضح ہے

والامر واحد الا ما اختلفنا فيه من دم عثمان (رضي الله عنه) ونحن منه براء (جلد ۳ ص ۱۳۵)

(ہمارا اور شامی جماعت کا) سب معاملہ ایک ہی ہے بجز اس کے کہ ہم نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے خون کے متعلق اختلاف کیا مگر ہم اس الزام سے بری ہیں.

اور حضرت معاویہ رض کی نیک نیتی مندرجہ ذیل واقعات سے واضح ہے.

۱. حضرت ابو امامہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اگر حضرت عثمان رض کے قاتلوں سے ہمیں حضرت علی رض قصاص دلا دیں تو اہل شام کی طرف سے معاویہ رض سب سے پہلے علی رض کی بیعت کرے گا. (البدایہ جلد ۷ ص ۲۵۹)

۲. حضرت علی رض اور معاویہ رض کے اختلافات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے جب قیصر روم نے مقبوضات علوی پر حملہ کا ارادہ کیا اور حضرت معاویہ رض کو اپنا ہم نوا بنانا چاہا تو آپ نے اسے لکھا "جیسے مجھے اطلاع ملی ہے اگر تو نے ایسا کیا تو سن لے میں اپنے ساتھی علی رض سے صلح کر دوں گا اور سب سے پہلے میں تجھ پر حملہ کرنے آؤں گا اور قسطنطنیہ جیسے بارونق آباد شہر کو کالا انگارہ بنا دوں گا اور تجھے تیری بادشاہی سے در بدر کر دوں گا." (جمہرۃ رسائل العرب بحوالہ ارشاد القاری علی البخاری جلد ۱ ص ۱۸۱ ونحوہ فی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۹. تاج العروس جلد ۷ ص ۲۰۸)

۳. جنگ نہروان میں حضرت علی رض کی خوارج سے جنگ میں حضرت معاویہ رض نے نظریۃً وعملاً حضرت علی رض کا ساتھ دیا اور خوارج کی کوئی اعانت نہیں کی حالانکہ آپ کی سیاست بزعم مخالفین خالص دنیوی تھی تو خوارج کی ضرور حمایت کی جاتی.

۴. حضرت علی رضی اللہ کی شہادت سے حضرت معاویہ رض کو غیر معمولی صدمہ ہوا. آپ کے فضائل سے آپ کی زندگی میں بھی منکر نہ تھے اور وفات کے بعد بھی آپ کے فضائل بیان کرتے اور

بسا اوقات رو پڑتے تھے۔ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۱۲۹ میں ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ کی شہادت کی خبر پہنچی تو وہ رونے لگے۔ اہلیہ کے وجہ پوچھنے پر فرمایا تم نہیں جانتیں کہ ان کی وفات سے کیا فقہ اور کیا علم دنیا سے رخصت ہو گیا۔؟

چنانچہ علامہ ابن جوزی رح نے ابو صالح سے ایک لمبی روایت کی ہے۔ جس میں حضرت معاویہ رض نے حضرت ضرار رض سے باصرار آپ کے طویل مناقب سنے پھر آپ کے آنسو بہ پڑے۔ پھر فرمایا، اللہ تعالیٰ ابوالحسن (علی رض) پر رحم فرمائے۔ بخدا وہ ایسے ہی تھے (الاستیعاب تحت الاصابہ جلد ۳ ص۴۳، ۴۴)

اس روایت کو مفصل نقل کرنے کے بعد حضرت شاہ عبد العزیز رح تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں "جو کچھ بعض مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ رض حضرت علی رض کی وفات کے بعد ان کی بدگوئی کرتے تھے۔ یہ ہرگز قابل اعتماد بلکہ لائق توجہ ہی نہیں کیونکہ مورخین پاک اور نجس سب نقل کرتے ہیں اور صحیح موضوع اور ضعیف میں کچھ تمیز نہیں کرتے۔ ان کی اکثریت رات میں (تر و خشک) لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح ہے جسے اپنے جمع کردہ متاع کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ (کذا فی مختصر التحفہ ص۲۸۲)

۵۔ شیعہ مولف ملاں باقر علی مجلسی حق الیقین ص۱۴۹ (اردو) پر لکھتا ہے ——— مگر (معاویہ رض) فضیلت و مناقب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ بھی منکر نہ تھا اور ماسوائے قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک ہونے کے اور کوئی فسق آپ سے منسوب نہ کرتا تھا بلکہ وہ اسی پر قانع تھا کہ حضرت امیر اس کی امارت برقرار رکھیں اور حضرت کی بیعت کر کے حضرت کی خلافت کا اقرار کرے۔ اور لوگ حضرت کے مناقب و فضائل مکرر اس کے سامنے ذکر کرتے تھے اور وہ ان کا انکار نہ کرتا تھا

خاندان اہل بیت رض میں خطاء اجتہادی کی چند مثالیں

اس اجتہاد کے وقوع اور بصورت خطاء معاف ہونے کے متعلق قرآن کریم سے چند مثالیں باب پنجم میں گزر چکی ہیں مگر شاید مخالفین صحابہ رض کو تسلی نہ ہو اس لیے خاندان اہل بیت رض میں

اجتہادی اختلاف اور خاطی کے غیر ماخوذ ہونے کے متعلق چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ صاحب الفصول شیعی نے ابو مخنف سے روایت کی ہے کہ حضرت حسین رض حضرت حسن رض کی حضرت معاویہ رض سے مصالحت کو ناپسند سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میرا ناک کٹ جاتا تو اس سے بہتر تھا جو کچھ میرے بھائی نے کیا۔ (مختصر التحفہ ص۲۸۱) حالانکہ عند الشیعہ دونوں معصوم ہیں دونوں میں سے ایک خاطی ہے مگر طعن یا مواخذہ کسی پر جائز نہیں۔

۲۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے یزید پر خروج جائز سمجھا اور شہید ہوئے مگر خاندان علوی اور بنو عبد المطلب میں سے صرف چند افراد نے آپ کی موافقت کی۔ حضرت علی المرتضیٰ رض کے اس وقت موجود کئی فرزندوں اور دامادوں میں سے کسی نے ساتھ نہ دیا حالانکہ محمد بن الحنفیہ جیسے فاضل بھی موجود تھے۔ شیعی مذہب میں یقیناً یہ حضرات خطار کار تھے مگر میں نہیں سمجھتا کہ بہتر۲ نفوس (جن میں چالیس غیر اہل بیت تھے) کے علاوہ حضرت علی رض کی اولاد اور خاندان بنو ہاشم کے سینکڑوں حضرات کو شیعہ حضرات کفر اور جہنم کی بھینٹ چڑھائیں گے جبکہ جلاء العیون ص۲۶۸ کی ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر منیٰ میں حضرت حسین رض نے تمام بنو ہاشم اہل بیت اپنے اصحاب اور انصار و تابعین کی اولادوں کو جمع کیا اور حکومت کے خلاف ابھارا وہ ہزار سے بھی زیادہ افراد تھے۔

۳۔ خود امام زین العابدین رح نے بالغ ہوتے ہوئے میدان کربلا میں حضرت حسین رض کے ساتھ ہو کر کوفیوں سے جنگ نہیں کی۔ شام میں یزید کے ساتھ اکل و شرب رہا۔ بعد میں بھی نفرت یا اظہار اختلاف یزید کے متعلق آپ کے طرز عمل سے نہیں ملتا۔ روضہ کافی کی درج ذیل روایت بھی اسی کی موید ہے۔ گو شیعہ اس کو تقیہ کہتے ہیں۔

قد اقررت لك ما سألت	(امام زین العابدین رح یزید سے کہتے ہیں) جو کچھ تو
انا لك عبد مكره فان شئت	نے مجھ سے مطالبہ کیا میں نے تیرے لیے سب کو
فامسك وان شئت فبع۔	تسلیم کر لیا۔ میں تیرا مجبور غلام ہوں چاہے تو
(روضہ کافی ص۲۳۵)	اپنے پاس رکھ چاہے تو بیچ ڈال۔

حالانکہ واضح ہے کہ ایک ہی شخص کے متعلق باپ بیٹے کا یہ مختلف طرز عمل ایک کو یقیناً

خطا کار ٹھہرتا ہے مگر امامیہ عقیدہ میں دونوں معصوم ہیں اور برحق ہیں اس میں تقیہ کا سہارا بھی باطل ہے کیونکہ ایک ہی زمانہ میں ایک ہی شخص کے متعلق باپ بیٹے کے عمل کا یہ تضاد ناقابلِ فہم ہے آخر وہ کونسی نص یا تازہ وحی تھی جس کی وجہ سے حضرت حسین رضؓ کے لیے تقیہ حرام تھا اور حضرت زین العابدین کے لیے واجب تھا۔

یہ کہنا بھی باطل ہے کہ اگر یزید کی مخالفت کرتے تو قتل ہو کر سلسلہ امامت ختم ہو جاتا اس لیے کہ شیعی عقیدہ میں موت وحیات امام کے اختیار میں ہوتی ہے اور امامت کی وصیت بیٹے کے لیے لازم نہیں۔ اپنے بھائی یا بھتیجے کو کر دیتے جیسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کی۔

۴۔ حضرت امام باقر رحمہ اللہ نے بقول شیعہ دعویٰ امامت کیا مگر خود آپ کے بھائی حضرت زید بن علی بن حسین رضؓ نے اختلاف کیا۔ خود دعویٰ امامت کر کے عباسی خلیفہ وقت کے خلاف خروج کر کے شہید ہوئے مگر امام باقر رضؓ نے آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اب بتلایئے اس اختلاف کی رو سے کس پر کفر یا فسق کا فتویٰ لگایا جائے گا۔ یہ واقعات اتنے واضح ہیں کہ ثبوت کے محتاج نہیں۔

۵۔ حضرت حسن اور علی (رضی اللہ عنہما) کا اختلاف اور آپس میں مکالمہ جنگ جمل وصفین کے متعلق کتب تواریخ میں مشہور ہے۔ حضرت حسن رضؓ اپنے والد ماجد کو جنگ جمل اور صفین میں لڑنے سے روکتے تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔

جب حضرت علی رضؓ جنگ جمل کے لیے جا رہے تھے تو حضرت حسن رضؓ نے راستہ میں آ کر کہا ابا جان میں نے آپ کو روکا ہے مگر آپ نے نہیں مانا آپ کل شہید ہو کر ضائع ہو جائیں گے۔ آپ کا مددگار کوئی نہ ہوگا۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا بیٹا! تم مجھ پر ایسے شفقت کھاتے رہتے جیسے لڑکی پر شفقت کی جاتی ہے۔ وہ کیا چیز ہے جس سے تو نے منع کیا اور میں نے اس کی خلاف ورزی کی۔ حضرت حسن رضؓ نے فرمایا کیا حضرت عثمان رضؓ کی شہادت سے پہلے میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ

مدینہ سے نکل جائیں تاکہ آپ کی موجودگی میں وہ شہید نہ ہوں ورنہ لوگ باتیں کریں گے اور الزام لگائیں گے۔ کیا میں نے آپ کو مشورہ نہیں دیا کہ آپ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد اس وقت تک لوگوں سے بیعت نہ لیں جب تک کہ دیگر سب شہروں والے آپ کی بیعت نہ کر لیں؟ میں نے آپ سے کہا کہ جب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ اور یہ دو حضرات۔ طلحہ رضؓ وزبیر رضؓ آپ کے ہاتھ سے نکل گئے تو آپ گھر میں بیٹھ رہیں تا آنکہ وہ صلح کر لیں مگر آپ نے ان تمام مشوروں میں میری بات نہیں مانی۔ پھر حضرت علی رضؓ نے ان کے جوابات دیئے۔ الخ

(انتہی المقصود منہ البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۳۴)

ایسا ہی اور مورخین نے ذکر کیا ہے جس سے فریق مخالف انکار نہیں کر سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضؓ کو اپنے والد ماجد کی سیاست سے کافی اختلاف رہتا تھا۔ اب بقول شیعہ ایک ہی کا اجتہاد برحق ہو تو دوسرا یقیناً خطا پر ہوگا حالانکہ دونوں معصوم ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت حسن رضؓ کا اجتہاد غلط سمجھا جائے گا کیونکہ وہ اس وقت امام نہ تھے تو ہم کہتے ہیں کہ شیعہ مسلک میں امام پیدائشی طور پر غلطی اور گناہ سے معصوم ہوتا ہے خواہ امام بالفعل ہو یا بالقوہ۔ تو امام حسن رضؓ کی تغلیط باطل ہوئی۔

خانگی معاملات میں حضرت علی اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اختلافات ایک دوسرے پر (وقتی) ناراضگی کتب شیعہ سے محتاج ثبوت نہیں۔

الغرض اس قسم کے کئی واقعات ہیں کہ ایک معصوم نے دوسرے معصوم سے شدید اختلاف کیا۔ ناراضی ظاہر کی، اس کی مخالفت اور نافرمانی کی مگر اس کے باوجود مطعون اور قابل اعتراض نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہر ایک نے اجتہاد کیا اور اپنے اجتہاد پر ہی عمل کرنا اور اظہار اختلاف کرنا واجب تھا

اسی طرح زیر بحث مسئلہ میں حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں میں اجتہاد کی وجہ سے اختلاف ہوا جو بالآخر جنگوں پر منتج ہوا مگر دونوں میں سے کسی کو بھی گناہ گار غیر آئینی کام کا مرتکب یا شریعت کی حدود کی خلاف ورزی کرنے والا نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ مجتہد مخطی بھی معفو اور ماجور ہوتا ہے۔

جنگ جمل اور صفین کے محاربین کامل مسلمان تھے

تیسری تنقیح یہ ہے کہ ان جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین مسلمان تھے

اولاً :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمل و صفین کے متعلق جو روئیداد مختلف شہر والوں کو بھیجی تھی اس میں صاف طور پر اپنے مخالفین کو ایمان و اسلام، دین و شریعت ہر مسئلہ میں اپنی جماعت کے مساوی قرار دیا۔ اور صرف دم عثمان رضہ کے الزام کا ذکر کر کے اپنی برأت ظاہر کی جیسے نہج البلاغہ جلد ۳ صہ ۱۲۵ کی عبارت گزر چکی ہے۔

ثانیاً :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی جماعت کو ابتداء حملہ کرنے سے روک دیا حالانکہ کفار پر اولاً حملہ کرنا جائز ہے (نہج البلاغہ)

ثالثاً :۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نہج البلاغہ میں ارشاد ہے۔

اصبحنا نقاتل اخواننا فی الاسلام علیٰ ما دخل فیہ من الزیغ والاعوجاج والشبھۃ۔ (وکذا فی سنن الکبریٰ بیہقی ج ۸ ص ۱۷۳)

اب ہم پر وہ وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اس لیے لڑ رہے ہیں کہ ان میں کچھ کجی ٹیڑھاپن اور اشتباہ پیدا ہو گیا ہے

نیز روضہ کافی صہ ۱۸۰ پر امام صادق رحہ آیت کریمہ وان طائفتان من المومنین کی تفسیر میں مروی ہے "اس آیت کی تاویل بصرہ کے دن ظاہر ہوئی۔ وہ اس آیت کا مصداق ہیں جنہوں نے امیر المومنین رضہ پر چڑھائی کی۔ تو آپ پر ان سے جنگ کرنا اور قتل کرنا واجب ہوا حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں۔

رابعاً :۔ جنگ کے خاتمہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ مسلمانوں والا سلوک کیا چنانچہ فریقین کے مقتولوں پر نماز جنازہ پڑھی اور جنگ میں لوٹ کھسوٹ کا جو مال ملا۔ جامع مسجد بصرہ میں اسے جمع کر کے فرمایا " جس کسی کا کچھ ہو پہچان کر لے لے۔ مگر بیت المال کے ہتھیار جن پر شاہی مہر لگی ہو وہ کوئی نہ لے۔ نیز جنگ کے خاتمہ پر اپنے لشکر سے فرمایا۔

بھاگنے والے کو اور پناہ گزین کو قتل نہ کرنا، زخمیوں پر گھوڑے نہ دوڑانا۔ عورتوں کو ستا کر نہ بھڑکانا۔ اگرچہ وہ تمہیں اور تمہارے امراء کو گالیاں دیں کیونکہ وہ کمزور قویٰ والی ہیں اور جان و عقل کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں۔ ہمیں اس وقت

بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عورتوں کے حق میں کف لسانی کا حکم ہوتا تھا جب یہ مشرکہ تھیں (تو ان کے مسلمان ہونے کی صورت میں کیسے زبان درازی ان پر کریں) (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۳ صہ ۴۱۸ و تاریخ ابن الاثیر جلد ۔

دوم) متعدد مورخین نے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین وغیرہ کے موقعہ پر فریقین میں جنگ ہوتی اور رات کے وقت ایک لشکر کے لوگ دوسرے لشکر میں جا کر ان کے مقتولین کی تجہیز و تکفین (و نماز جنازہ) میں حصہ لیا کرتے تھے۔ البدایہ جلد ۷ صہ ۲۷۷ بحوالہ مقام صحابہ رضہ صہ ۱۳۳۔

نیز جنگ جمل سے فارغ ہو گئے تو ام المومنین حضرت عائشہ رضہ کے پاس آئے اور فرمایا اللہ آپ بخش دے۔ حضرت عائشہ رضہ نے بھی فرمایا اللہ آپ کو بخش دے میں نے امت کی اصلاح چاہی پھر آپ کو عبداللہ بن خلف کے مکان میں (مقام بصرہ) ٹھہرایا۔ تین دن کے بعد پھر حضرت علی اللہ عنہ ملنے گئے تو آپ بہت خوش ہوئیں اور آپ کی بیعت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ پاس بیٹھے رہے۔ ایک آدمی نے کہا اے امیر المومنین! دروازے پر دو آدمی حضرت عائشہ رضی عنہا کو گالیاں بکتے ہیں تو آپ نے قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ ان کے کپڑے اتار کر ان کو سو کوڑے لگاؤ۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی سزا دی۔

جب حضرت عائشہ رضہ نے بصرہ سے کوچ کرنا چاہا تو حضرت علی رضہ نے سواری، سفر خرچ اور دیگر سامان مہیا کر دیا۔ آپ کے ہمراہ چالیس عورتیں روانہ کیں اور آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر کو بھی بھیجا جس دن حضرت عائشہ رضہ نے کوچ کیا تو حضرت علی رضہ دروازہ پر آ کر کھڑے ہوئے اور حضرت کجاوہ میں بیٹھ کر لوگوں کو الوداع کرنے لگیں۔ انہوں نے بھی آپ کو وداع کیا۔ پھر فرمایا اے بیٹو! دوسرے کی غیبت نہ کرنا۔ بخدا میرے اور حضرت علی رضہ کے درمیان اتنی سی بات تھی جتنی کسی ت اور اس کے خاوند کے بھائیوں کے درمیان ہوتی ہے۔ اور حضرت علی رضہ نیک لوگوں میں سے اس پر حضرت علی رضہ نے فرمایا "صدقت" حضرت عائشہ رضہ نے سچ کہا۔ بخدا میرے اور ان رمیان اتنی سی بات تھی۔ سنو! دنیا و آخرت میں یہ تمہارے نبی علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ ہیں میل الوداع کرنے کے لیے ساتھ چلتے رہے۔ (کذا فی مختصر التحفۃ الاثنی عشریۃ صہ ۲۷۶)

خامساً :۔ رب تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔ (حجرات ع ۱ پ ۲۶)

اگر مومنین کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو [ان] میں صلح کرا دو۔ اگر ایک جماعت دوسری پر زیا[دتی] کرے تو زیادتی کرنے والے سے جنگ کرو۔ جب [تک] وہ خدا کے حکم کی طرف واپس آ جائے پھر ان کے درمیان صلح کرا دو انصاف سے۔ اگر وہ واپس آ جا[ئے]

اس میں آپس میں لڑنے والی دو جماعتوں کو مومنین فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپس میں لڑنا گو بغاوت کی شکل میں ہو کفر نہیں۔

یہ کہنا کہ آیت میں خطاب حکام اور خلفاء کو ہے اور حکم مذکور عام مومنین کی دو جماعتوں کے متعلق ہے خلیفہ سے لڑنے والی کے متعلق نہیں لغو ہے کیونکہ جب آیت کے مخاطب خلفاء ہیں [تو] باغی گروہ سے لڑیں گے تو پھر شیعی اصول کے مطابق وہ باغی کافر ٹھہریں گے حالانکہ آیت ان کو [مومن] بتا رہی ہے۔ نیز اگلی آیت اس معنی پر نص صریح ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ۔

سب مومن بھائی بھائی ہیں تو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو۔

سادساً :۔ بالفرض شیعی اصول تسلیم بھی کیا جائے تب بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ حضرت طلحہ رضؓ اور زبیر رضی اللہ عنہم جیسے اکابر تو مسلمان ہی ثابت ہوں گے کیونکہ علامہ ابن حدید شارح نہج البلاغہ۔ جو ماتحت باحتہ ال شیعہ ہیں اور مسئلہ امامت کی تفاصیل کے سوا باقی سب عقائد و کلیات میں شیعہ اور معتزلہ ایک ہی گروہ ہیں۔ لکھتے ہیں۔

قال اصحابنا المعتزلة كل اهل الجمل هالكون الا من ثبتت توبته منهم وعائشة ممن ثبتت توبتها وكذالك طلحة والزبير۔

ہمارے اصحاب (شیعہ) کہتے ہیں کہ سب اہل جمل (انجام کے لحاظ سے) تباہ ہو گئے مگر جن کی توبہ ثابت ہو جائے۔ اور حضرت عائشہ رضؓ اور اسی طرح حضرت طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ ان لوگوں سے ہیں جن کی توبہ ثابت ہو چکی ہے۔

پھر متعدد روایات اور واقعات سے ان کی توبہ ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ کسی شخص کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں کہ ان کی توبہ اخبار آحاد سے ثابت ہے جو قطعی طور پر معلوم ان کے گناہ کا معارضہ نہیں کر سکتی کیونکہ مکلف کے لیے تائب ہونے کا حکم تمام مواقع میں غالب گمان پر لگایا جاتا ہے قطعی ثبوت پر ہرگز منحصر نہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ جو شخص منافقانہ طور پر جھوٹی توبہ ظاہر کرے تو اس کی توبہ کو ہم جائز اور معتبر سمجھتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ توبہ کی قبولیت میں ظن غالب کا اعتبار ہے۔ لہٰذا ان حضرات کی توبہ کا ظنی ثبوت قطعی طور پر ثابت ان کی معصیت کے صدور کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۲۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ان تصریحات، طرز عمل، نص قرآنی اور شیعہ کے ہاں معتمد علماء اکابر کی وضاحت کے باوجود کوئی شخص ان حضرات کو معاذ اللہ کافر سمجھے یا حضرت طلحہ و زبیر اور ام المومنین رضی اللہ عنہم کو ہالک سمجھ کر ان سے بغض رکھے تو میں حیران ہوں کہ وہ حب علی رضؓ اور اسلام کا دعویٰ کس منہ سے کرتا ہے۔

محاربین حضرات سب تائب و نادم ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس و خدا ترس گروہ نے اجتہاداً ان جنگوں کے باوجود تقویٰ اور شرعی حدود کا پورا لحاظ کیا اور ان کو ہار جیت یا ذاتی وقار اور فریق ثانی کی تذلیل کا مسئلہ نہیں بنایا۔ غالب و مغلوب دونوں حضرات اس پر حد درجہ نادم ہوئے۔ ذیل میں ان کے نادمانہ اور تائبانہ تاثرات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کا مغفور و مومن ہونا یقینی ہے اور بدظنی کا کوئی موقع نہیں رہتا۔

۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب حادثہ جمل کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں تھیں کہ ان کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا۔ (شرح عقیدہ واسطیہ)

۲۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے قصور پر ندامت کا اظہار فرماتے تھے کہ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے میں کوتاہی ہوئی۔ (شرح عقیدہ واسطیہ)

۳. حضرت زبیرؓ نے اپنے اس سفر پر ندامت کا اظہار کیا جس میں جمل کا حادثہ پیش آیا (شرح عقیدہ واسطی)

۴. حضرت علی رضا کرم اللہ وجہہ نے بھی ان درپیش حادثات پر ندامت کا اظہار فرمایا۔

اسحاق بن راہویہؒ نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ جنگ جمل اور صفین کے موقعہ پر آپ نے ایک شخص کو سنا کہ مخالف لشکر والوں کو برا کہہ رہا ہے تو آپ نے فرمایا "ان کو بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو۔ انہوں نے سمجھا ہے کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ (منہاج السنۃ جلد ۲ ص ۶۱)

اور جنگ صفین کے دوران راتوں میں فرمایا کرتے تھے کہ اچھا مقام وہ تھا جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور سعد بن مالکؓ (ابی وقاص) نے اختیار کیا کہ اس جنگ سے علیحدہ رہے۔ کیونکہ اگر انہوں نے یہ کام صحیح کیا ہے تب تو ان کے اجر میں کوئی شبہ نہیں اور اگر اس جنگ سے علیحدہ رہنا کوئی گناہ بھی تھا تو اس کا معاملہ بہت ہلکا ہے پھر (اپنے بڑے صاحبزادے) حضرت حسنؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے۔

یاحسن یاحسن ما ظن ابوک	اے حسنؓ اے حسنؓ! تیرے باپ کو یہ گمان کبھی
ان الامر یبلغ الی هذا ود ابوک	نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا اب تیرا باپ
لومات قبل هذا بعشرین سنة۔	یہ چاہتا ہے کہ کاش وہ اس واقعہ سے بیس سال
	پہلے فوت ہو گیا ہوتا۔

اور جنگ صفین سے واپسی کے بعد لوگوں سے فرماتے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے امیر ہونے کو برا نہ سمجھو کیونکہ وہ جس وقت نہ ہوں گے تو تم سروں کو گردنوں سے اڑتے ہوئے دیکھو گے۔ (شرح عقیدہ واسطی) معجم طبرانی کبیر میں طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ جب واقعہ جمل میں حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ حضرت علی رضا کرم اللہ وجہہ کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت علی رضا گھوڑے سے اترے اور ان کو اٹھایا اور ان کے چہرے سے غبار صاف کرنے لگے اور رو پڑے اور کہنے لگے کہ کاش میں اس واقعہ سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا۔
(جمع الفوائد جلد ۲ ص ۲۱۴)

سنن بیہقی جلد ۸ ص ۱۸۲ میں ان کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ حضرت علی رضا سے

... جمل والوں کے متعلق پوچھا گیا کیا یہ لوگ مشرک ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ شرک سے بھاگ کر تو وہ اسلام میں آئے۔ پھر پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں تو فرمایا کہ منافق تو اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں (اور یہ لوگ تو ... بہت یاد کرتے ہیں) پھر پوچھا گیا کہ پھر یہ کیا ہیں تو فرمایا کہ ہمارے بھائی جنہوں نے (ہم کو ناحق جان کر) ہمارے خلاف چڑھائی کی ہے۔

اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا علی رضا مجھ سے بہتر اور مجھ سے افضل ہیں اور میرا ان سے اختلاف صرف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مسئلہ میں ہے اگر وہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے لیں تو اہل شام میں ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے والا سب سے پہلے میں ہوں گا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ، ص ۱۲۹ بحوالہ مقام صحابہ از مفتی محمد شفیع ص ۱۳۰، ۱۳۱)

سابعاً: حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت معاویہ رضا سے مصالحت اور بیعت اور تادم زیست طرز عمل اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت حسنؓ، حضرت معاویہؓ اور آپ کے جملہ شامی اصحاب کو صحیح مومن سمجھتے تھے۔ چنانچہ علماء شیعہ میں سے علامہ مرتضیٰ اور صاحب الفصول مہمہ نے یہ روایت کی ہے کہ "جب حضرت حسنؓ اور معاویہؓ میں صلح تمام ہو گئی تو آپ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نے میرے حق کے متعلق مجھ سے نزاع کیا۔ میں نے اس امت کی اصلاح اور فتنے کا خاتمہ (اسی صلح میں) دیکھا۔ تم نے اس شرط پر میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ جن سے میں صلح کروں تم کو بھی صلح کرنی ہو گی اور جس سے میں جنگ کروں تمہیں بھی جنگ کرنی ہو گی۔ میں نے مسلمانوں کی خونریزی سے بہتر ان کے دماء کی حفاظت سمجھی لہذا میں نے اس صلح سے تمہاری خیر خواہی کا ہی ارادہ کیا۔

(بحوالہ مختصر التحفہ ص ۲۸۱)

ثامناً: حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی حضرت حسن رضا کے متعلق پیش گوئی میں فرمایا ہے اور فریقین کے ہاں یہ روایت مسلم ہے۔

اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ	میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس
اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ	کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان
الْمُسْلِمِیْنَ۔ (بخاری جلد ص ۵۳۰)	صلح کرا دے گا۔

اس میں دونوں بڑی جماعتوں کو مسلمان فرمایا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ظاہری

سلام کی وجہ سے آپ نے انہیں مسلمان کہا بباطن منافق اور حکماً کافر تھے۔ اس لیے کہ یہ حضور علیہ السلام کی طرف سے امت کے ساتھ بہت بڑی تلبیس ہوگی کہ حقیقت حال کو واضح نہ کر کے اس کے برعکس انہیں مسلمان فرمایا۔ نیز منافقین پر سختی کرنے اور ان سے جہاد کا حکم ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ان سے صلح کر کے آپ کے ممدوح کیسے بن سکتے ہیں۔

ان تین تنقیحات میں مفصل جواب کا حاصل یہ نکلا کہ ان جنگوں میں حضرت علی رض کے محاربین کو زیادہ سے زیادہ خاطی فی الاجتہاد کہا جا سکتا ہے جس پر وہ عند اللہ ماخوذ نہ ہوں گے اور اس سے ان کے دین وایمان اور تقویٰ میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آیا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

طالبین قصاص کے مناقب وفضائل

حضرات! طالبین قصاصِ عثمان رضی اللہ عنہم نے حدود اللہ کے اجراء وقیام اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے یہ اقدام کیا تھا۔ مگر غیر محتاط مورخین ان کا ذکر اس انداز سے کرتے ہیں کہ ان کی دینی عظمت اور شخصیت مستور رہ جاتی ہے۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ طبع دوم میں ام المومنین حضرت عائشہ، طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر احادیث مرفوعہ کی روشنی میں اضافہ کیا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر مستقل خاتمہ میں موجود ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا

آپ خلیفہ اول یار غار ومزار رسولؐ صدیق اکبرؓ کی نور چشم اور حبیبہ حبیب رب العلمین اور ام المومنین ہیں علم وفضل، اخلاص وتقویٰ، زہد وسخاوت، خطابت وتحدیث میں اپنی نظیر آپ تھیں۔ بڑے بڑے فضلاء صحابہ رض مشکل مسائل آپ کے دار العلوم میں آکر حل کراتے تھے۔ طلب قصاص کے لیے صحابہؓ وتابعین نے آپ سے رجوع کیا۔ پھر آپ کی قیادت میں تحریک اٹھائی۔ کچھ فضائل خاصہ مرفوعہ یہ ہیں

۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ! یہ جبریل آکر آپ کو سلام کہہ رہے ہیں تو میں (حضرت عائشہ رضہ) نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ حضورؐ آپ جبریل کو دیکھ رہے ہیں میں دیکھ نہیں سکتی۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۳۲، مسلم جلد ۲ ص ۲۸۶، ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۱)

۲۔ بروایت انس رضہ آپؐ نے فرمایا عائشہؓ کی فضیلت سب عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید (گوشت روٹی چاول کا ملایا ہوا کھانا) تمام کھانوں پر فضیلت رکھتا ہے (ایضاً) مسلم جلد ۲ ص ۲۸۶ ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۱۔ نیز حضورؐ نے فرمایا کہ دین کا ۲/۳ حصہ عائشہ رضہ سے حاصل کر لو (مشکوٰۃ)

۳۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون ہی کامل ہو گزری ہیں۔ عائشہ کی فضیلت سب عورتوں پر، ثرید کی تمام کھانوں پر فضیلت کی طرح ہے (ایضاً)

۴۔ حضورؐ مرض وفات میں جب ہر بیوی کے گھر میں ایک ایک دن ٹھہرتے تھے تو فرماتے میں کل کہاں ہونگا میں کل کہاں ہوں گا۔ حضرت عائشہ رضہ کے گھر میں جانے کے شوق میں یہ فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں جب میرے گھر میں پہنچے تو سکون پایا (حتیٰ کہ آپ کی گود میں وفات پائی) ایضاً۔ (مشکوٰۃ)

۵۔ حضرت عائشہ رضہ کی باری والے دن لوگ ہدایا حضورؐ کو زیادہ بھیجتے تھے۔ ازواج مطہرات نے مشورہ کر کے حضرت ام سلمہ رضہ سے کہا کہ حضورؐ سے کہیں وہ لوگوں کو ہماری باری میں ہدایا بھیجنے کا حکم دیں۔ حضرت ام سلمہ رضہ نے یہ بات آپؐ سے عرض کی تو آپؐ نے اعراض کیا پھر کہی تو پھر ناگوار گزرا۔ تیسری مرتبہ کہی تو آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہؓ مجھے عائشہ رضہ کے بارے میں تکلیف نہ دو اس لیے کہ اللہ کی قسم عائشہ رضہ کے سوا تم میں کوئی بیوی ایسی نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ لحاف میں بیٹھا ہوں تو مجھ پر وحی اتری ہو (بخاری جلد ۱ ص ۵۳۲، ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۰)

۶۔ ہشام بن عروہ رضہ آپ سے راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضہ کی باری والے دن صحابہ رضہ حضورؐ کو ہدایا خصوصیت کے ساتھ بھیجتے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی چاہتے تھے (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

۷۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضہ کو ازواج مطہرات نے اپنا وکیل بنا کر حضورؐ کی خدمت میں بھیجا کہ ابوبکر رضہ کی بیٹی کے بارے میں (ہم سے) عدل فرمائیں۔ حضرت فاطمہؓ نے بادل نخواستہ جب یہ پیغام حضورؐ کو پہنچایا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

یا بنیۃ الست تحبین ما احب فقالت بلیٰ قال فاحبی ھذہ (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

توآپؐ نے فرمایا اس (عائشہ صدیقہؓ) سے تو بھی محبت کر (ایسی بات چھوڑ دے)

۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہا میں نے تین بار تجھے (منجانب اللہ) خواب میں دیکھا کہ فرشتہ ریشمی کپڑوں میں ملبوس کر کے لایا اور کہا یہ آپؐ کی بیوی ہیں میں نے نقاب اٹھا کر دیکھا تو تو ہی تھی میں نے کہا اگر یہ خواب منجانب اللہ ہے تو خدا اسے مجھ تک بھیجے گا (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۵)

۹۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا آپؐ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے فرمایا عائشہؓ، پوچھا گیا مردوں میں سے کون ہے فرمایا اس کے باپ ابوبکرؓ ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی جلد ۲ ص ۲۵۱)

۱۰۔ حضرت عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ عائشہؓ آپ کی دنیا و آخرت (جنت) میں بیوی ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی و بخاری)

۱۱۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے پاس ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کا گلہ کیا تو آپ نے فرمایا، بد شکل ملعون دفع ہو جا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔؟

حواری رسولؐ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی صفیہ کے صاحبزادے ہیں سابقین اولین مہاجرین میں سے ہیں۔ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ بڑے فاضل تلوار کے دھنی اور حواری رسولؐ سے ملقب ہیں۔ صدیق اکبر کے بڑے داماد، اسماء کے شوہر اور عبداللہ کے والد تھے۔

فضائل: ۱۔ خود فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ قریظہ کے دن اپنے ماں باپ کا نام میرے لیے جمع کیا اور فرمایا میرے ماں باپ (تجھ پر) قربان ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۸)

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے دن تین مرتبہ جہاد کے لیے ابھارا۔ ہر مرتبہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے لبیک کہی تب آپؐ نے فرمایا۔ ان لکل نبی حواریا وحواری الزبیر (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۱) ہر نبی کا خاص (مددگار) ہوتا ہے میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں

۳۔ جنگ احزاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دشمنوں کی خفیہ خبریں کون معلوم کر کے

لائے گا۔ تین مرتبہ کہا تین مرتبہ میں نے لبیک کہی۔ تب آپؐ نے فرمایا ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کی صبح عبداللہ کو وصیت میں یہ بھی فرمایا میرا کوئی عضو سالم نہیں مگر سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں زخمی ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ عضو خاص بھی زخمی ہوا ہے (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۹)

۵۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم پہاڑ پر تھے۔ چٹان کانپنے لگی تب آپؐ نے فرمایا تھم جا تیرے اوپر نبی صدیق اور شہداء ہی تو ہیں (مسلم جلد ۲ ص ۲۸۲)

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیرؓ سے کہا (میرا باپ) اور تیرا باپ ان لوگوں سے ہیں جنہوں نے اللہ و رسولؐ کی بات اس وقت (بھی) مانی جب ان کو زخم پہنچ چکا تھا۔ (آلِ عمران) مسلم جلد ۲ ص ۲۸۲ ابن ماجہ ص ۱۲ پر ہے کہ وہ ابوبکرؓ اور زبیرؓ ہیں

۷۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بار بار مشورہ دیا گیا کہ حضرت زبیرؓ کو خلیفہ بنا جائیں تو آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ میری دانست میں بہترین صحابہؓ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ترین ہیں (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۷)

۸۔ جنگ یرموک میں صحابہؓ نے حضرت زبیرؓ سے کہا آپ حملہ کیجیے ہم آپ کے ساتھ حملہ کریں گے تو دشمنوں نے آپ کو کندھے پر دو زخم لگائے۔ جن کے درمیان جنگ بدر والا زخم تھا عروہ کہتے ہیں میں جب چھوٹا تھا تو ان زخموں کے گڑھوں میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتا تھا (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۷)

۹۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑے سخی تھے۔ وفات کے وقت ازواج مطہرات کے لیے ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں بیچا گیا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ سابقین قدیم الاسلام مہاجرین سے ہیں قریشی ہیں م ہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب مل جاتا ہے۔ بدر کے سوا تمام غزوات میں شریک رہے فضائل خاصہ یہ ہیں

۱۔ عشرہ مبشرہ بالجنۃ والی مشہور حدیث میں حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد پانچویں نمبر پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا ہے (اکمال فی اسماء الرجال) (مشکوٰۃ ترمذی ابن ماجہ) ۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن دو زرہیں پہنی تھیں ایک چٹان پر چڑھنا چاہا تو نہ چڑھ سکے۔ حضرت طلحہ رضؓ کو نیچے بٹھایا پھر آپؐ اس پر چڑھ گئے اور چٹان پر سیدھے بیٹھ گئے تو فرمایا۔ اوجب طلحۃ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۸) طلحہ رضؓ نے (جنت) واجب کر لی

۳۔ بروایت جابر بن عبداللہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شہید کو زمین پر چلتا دیکھنا پسند کرے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضؓ کو دیکھ لے۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۸)

۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے کانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ بات سنی آپؐ فرماتے تھے کہ طلحہ و زبیر رضؓ میرے جنت میں پڑوسی ہیں (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۸)

۵۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "کہ طلحہ رضؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی حاجت (شہادت کا شوق) پوری کر لی۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۸)

۶۔ قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہؓ کا وہ کٹا سوکھا ہوا ہاتھ دیکھا کہ احد کے دن جس سے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وار کا بچاؤ کیا تھا۔ (ابن ماجہ ص ۱۲)

۷۔ ابو عثمان رضؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ بعض خاص جنگ کے دنوں میں سوائے طلحہؓ اور سعدؓ (بن ابی وقاص) کے کوئی نہ رہا تھا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۷)

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام فوت ہوئے تو طلحہ بن عبید اللہ سے راضی گئے۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۲۷)

۹۔ جنگ احد میں ۲۴ زخم کھائے بلکہ تیر تلوار اور نیزوں کے ۷۵ زخم آپ کو لگے تھے۔ (اکمال فی اسماء الرجال ضمیمہ مشکوٰۃ ص ۶۰۵)

۱۰۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی لاش دیکھ کر روتے تھے اور منہ سے مٹی پونچھ کر فرماتے تھے ہم ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق خدا فرماتا ہے" جو کچھ ان کے سینوں میں کینہ کدورت تھی وہ ہم (قیامت کے دن) نکال کر بھائی بھائی ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بٹھائیں گے۔ (تاریخ اسلام)

الزامی جواب

بصورت عدم تسلیم ہم بھی الزاماً کہتے ہیں کہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی نہ لڑنا چاہیئے تھا کیونکہ اس میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا تھیں۔ نص قرانی کی رو سے آپ عام مسلمانوں کے علاوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھی ایمانی ماں تھیں۔ حرمت جنگ و عدم ایذاء اور واجب الاحترام ہونے کے احکام میں نسبی والدہ سے بڑھ کر تھیں۔ ان سے جنگ کیوں کی گئی؟ جبکہ معمولی سی خلاف شان حرکت بھی حرام تھی۔

ہمارے ہاں تو طرفین میں سے کسی پر الزام نہیں کیونکہ صلح صفائی ہو چکی تھی۔ نہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مورد الزام ہیں نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتکب گناہ۔ علم غیب دونوں کو نہ تھا کہ سازش کے وقت ہی بلوائی شیطانوں کو گرفتار کر کے ان کا کام تمام کرا دیتے۔ البتہ شیعہ حضرات جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عالم الغیب اور کائنات کے ذرے ذرے سے آگاہ سمجھتے ہیں اور نفع اور نقصان کا مالک اور ہر معاملہ میں مختار جانتے ہیں۔ ان کے اس باطل عقیدہ کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر یہ الزام ضرور آئے گا۔ کہ باوجود ان کی سازش سے آگاہ ہونے کے ان پر کیوں پہرہ نہیں لگایا؟ قاتلین عثمان رضؓ کا علم اور ان کی گرفتاری پر قدرت ہونے کے باوجود کیوں قصاص نہیں لیا۔ صلح پر قادر ہونے کے باوجود کیوں لڑائی ہونے دی کہ دس ہزار نفوس کی شہادت کے علاوہ ام المومنین، حبیبہ حبیب رب العالمین سے جنگ ہوئی جس کا احترام ہر مومن کے ذمے واجب تھا

فما ھو جوابکم فھو جوابنا

ایک ضروری تنبیہ

یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نفس رسولؐ تھے اس لیے آپ سے جنگ کرنے والے محارب رسول اور کافر ہوئے غلط ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نفس رسولؐ ہونے کا ثبوت کسی صحیح حدیث اور قابل احتجاج روایت سے ہرگز نہیں۔

بالفرض اگر تسلیم بھی کیا جائے تو یہ تشبیہ صرف عزت و اکرام۔ رشتہ داری یا ان کے متبع رسول ہونے میں ہے۔ ہر لحاظ سے فی جمیع الامور تشبیہ مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ حضرت فاطمہ رضؓ حضرت علی رضؓ کی بیٹی ہوں اور حضورؐ کے ہمرتبہ اور اسی قدر واجب الاحترام ہوں حالانکہ یہ لوازم بداہتہً باطل ہیں تو ملزوم بھی باطل ہے۔

علاوہ ازیں حکماً حرب رسول گناہ کبیرہ تو ہے مگر کفر نہیں جیسے سود خوروں کے متعلق ارشاد ربانی ہے

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (بقرہ ع ۳۸)	پس اگر تم سود خوری سے باز نہ آتے تو اللہ و رسولؐ سے تمہاری جنگ ہے ۔

حالانکہ سود خور محارب رسول کے حکم میں ہوتے ہوئے بالاتفاق مرتکب کبیرہ ہیں مگر کافر نہیں اور زیر بحث مسئلہ میں حرب علی عمدًا نہیں بلکہ کیدًا یا اجتہادًا تھی جو کبیرہ تو کجا گناہ صغیرہ بھی نہیں ۔ (واللہ اعلم)

اعتراض چہارم

کتب طرفین اور تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ صحابہؓ سے کبائر کا ارتکاب ہوا ۔ خدا و رسولؐ کی نافرمانی کی لہذا کامل الایمان نہ رہے ایسے لوگوں کی عظمت و عدالت کا اعتقاد غلط ہے ۔

الجواب :۔ باب دوم کے آخر میں گو اس کا عقلی اور اصولی جواب دیا جا چکا ہے تاہم یہاں بھی کچھ وضاحت کی جاتی ہے ۔

دو چار واقعات کے سوا کسی بھی گناہ کی کسی صحابیؓ کی طرف نسبت ہرگز درست اور ثابت نہیں ۔ چند واقعات کے متعلق گزارش یہ ہے کہ عصمت صحابہؓ کا عقیدہ کسی سنی کا نہیں تاکہ نقص وارد ہو ۔ تقریبًا دو لاکھ صحابہؓ و صحابیاتؓ میں سے صرف چند سے اور وہ بھی زندگی بھر میں ایک آدھ مرتبہ بلا اصرار گناہ کا صدور ۔ پھر اس پر کمال توبہ و ندامت اور مغفرتِ خداوندی کا بدرقہ نہ ان کی شان میں کمی کرتا ہے نہ ان کی عدالت میں سر مو فرق آتا ہے کیونکہ عدالت کے منافی اصرار علی الذنب اور عدم توبہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ان سے مغفرت اور جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور یہی ان کی عدالت اور ان کے متعلق حسن ظنی کے ایجاب پر کافی ہے ۔

اور اگر آپ اس پر مطمئن نہیں تو (گستاخی معاف) ہم کہتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ ایک محبت علیؓ کا مدعی خواہ بڑا زانی ، شرابی ، سود خوار ، ظالم ، خدا اور رسولؐ کا حد درجہ نافرمان بلکہ کافر مشرک اور یہودی تک کیوں نہ ہو شیعہ مذہب میں اس کے لیے نجات یقینی ہے نیز اسے مومن و محب علیؓ سمجھتے ہوئے اس کی غیبت ایذا رسانی اور بدگوئی وغیرہ حرام ہے ۔ مگر صحابہؓ نبی آخرالزمان ۔ جن کے دل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے سرشار تھے ان کے لیے حسن ظنی اور عدالت و عظمت اور اخروی نجات کا عقیدہ نہ رکھا جائے

اس کی وضاحت یہ ہے کہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ ان میں سے کسی شخص کو کسی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کی وجہ سے کچھ عذاب نہیں ہوگا نہ قیامت میں نہ قبر میں ۔ اور یہ ان کا اجماعی عقیدہ ہے جو تمام فرقوں کے نزدیک مسلم ہے اور سمجھتے ہیں کہ حب علیؓ نجات کے لیے کافی ہے (مختصر التحفہ ص ۲۰۴)

چنانچہ روافض کے مشہور محدث ابن بابویہ قمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا یہ (من گھڑت) روایت کی ہے کہ حضرت جبریل منجانب اللہ آپ کو سلام پہنچا کر کہتے ہیں ۔

محمد نبیي ورحمتي وعلي حجتي	محمدؐ میرا نبی ہے اور رحمت ہے اور علیؓ میری حجت
لا اعذب من والاہ وان عصاني ولا	ہے جو اس سے محبت رکھے گا میں اسے کبھی عذاب
ارحم من عاداہ وان اطاعني	نہ کروں گا اگرچہ میرا نافرمان ہو اور جو اس سے دشمنی
(مختصر التحفہ ص ۲۰۴)	رکھے میں اسے نہ بخشوں گا اگرچہ میرا مطیع و فرمانبردار ہو

نیز قمی نے ایک اور حدیث روایت کی ہے جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور بغض ہی کو جنت و دوزخ کا واحد سبب بتایا گیا ہے ۔ بعض الفاظ یہ ہیں ۔

فهو قسيم الجنة والنار لا	پس علی رضی عنہ ہی جنت و دوزخ بانٹنے والے
يدخل الجنة الا محبوه ولا	ہیں جنت میں صرف اس کے محب داخل ہوں گے
يدخل النار الا مبغضوه (مختصر التحفہ ص ۲۰۴)	اور جہنم میں صرف اس کے دشمن ۔

نیز تمام شیعہ کے فرقے ابن فصلون یہودی ۔ جو عبداللہ بن سبا یہودی لعین کا بیٹا اور تخریب اسلام میں اس کے مشن کا پورا مبلغ تھا ۔ کو اس کے اس شعر کی وجہ سے محبوب سمجھتے ہیں ۔

رب هب لي من المعيشة سؤلي	واعف عني بحق آل رسول
واسقني شربة بكف علي	سيد الاوصياء وبعل البتول ۔

اے اللہ میرا رزق کا سوال منظور فرما دے ۔ آل رسولؐ کے طفیل مجھے معاف فرما دے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مجھے پانی پلانا جو تمام اوصیاء کا سردار اور جناب بتولؓ کا خاوند تھا ۔ (بحوالہ مختصر التحفہ ص ۲۸۴)

نیز اصول کافی جلد ۱ ص ۳۷۴ پر ایک طویل حدیث میں ہے ۔

ان الله يستحيي ان يعذب امة	بے شک اللہ تعالیٰ و یقینًا حیا کرے گا کہ وہ اس

دانت یا مام من اللہ وان کانت ظالمۃ مسیئۃ

اس جماعت کو عذاب دے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام کو تسلیم کرے اگرچہ وہ ظالم اور بدکار ہی کیوں نہ ہو۔

امت سے مراد رافضی فرقہ ہے۔ الغرض جب یہودی ظالم اور بدکار اور خدائے تعالیٰ کا حد درجہ نافرمان، شیعہ حضرات کے نزدیک حب علی رض کے دعویٰ[1] کی وجہ سے ناجی ہے اور حب علی رض بہشت و دوزخ کی تقسیم کا معیار ہے تو کیا وجہ ہے کہ خدا و رسول ص کی محبت کا یہ مقام نہ ہو اور ان کی محبت میں سرشار صحابہ کرام رض کی جماعت میں سے بعض افراد چند غلطیوں کی وجہ سے مغفرت خداوندی کے دائرہ سے خارج سمجھے جائیں۔ (تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ) حالانکہ ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ (بقرہ ع ۲۰) — جو لوگ ایمان لائے وہ سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔

نیز ارشاد ہے۔ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ (مائدہ ع ۸) — اللہ تعالیٰ ایک قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے

وہ ,, وَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ "[2] کی تعمیل میں " يُطِيعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ "[3] کا مصداق ہو کر يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ[4] کی رو سے خدا کے محبوب بھی تھے اور محب بھی۔ یقیناً خدا اور رسول ص کی محبت کی وجہ سے ان کی مغفرت اور نجات لازمی ہے (رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ)

۱۔ دعویٰ کی قید اس لیے ہے کہ حقیقی محب کافر بھی نہ ہوگا اور خدا کا نافرمان بھی کم ہوگا۔

۲۔ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ (آل عمران ع ۴)

۳۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے ہیں۔ (توبہ ع ۹)

۴۔ تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے سب گناہ بخش دے گا۔ (آل عمران ...)

"شیعہ اور صحابہ" ایک رسالہ پر تبصرہ :۔

چونکہ شیعہ صحابہ کرام رض کو عادل اور مومن نہیں مانتے اور ان کی بدگوئی میں رطب اللسان رہتے ہیں تو جب ان کو الزاماً کہا جاتا ہے کہ تم صحابہ رض کی تکفیر کرتے ہو اور ان سے مروی دینِ اسلام کو نہیں مانتے تو جھٹلا کر کہتے ہیں کہ یہ ہم پر جھوٹا الزام ہے ہم سب کو عادل نہیں مانتے بعض کو مانتے ہیں اور ان کی روایات لیتے ہیں چنانچہ اس خفت کو مٹانے کے لیے ان کے مایہ ناز متکلم مدیر" اصلاح ضلع سارن انڈیا" نے "شیعہ اور صحابہ" کے نام سے ایک رسالہ مرتب کیا ہے۔ مگر بعض صحابہ رض کیسے چھپے وہ تو وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ (اے رسول آپ منافقوں کو بات کے لہجہ میں پہچان لیں گے) کا مصداق بنے اور ہر صفحہ پر صحابہ کرام رض پر طعن بازی کر کے الزام کو اور پختہ ثابت کر دکھایا چونکہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق بحث ہے اس لیے طبع ثانی میں رسالہ ہذا پر ضروری گرفت کا مضمون اضافہ کیا جا رہا ہے اس کے مطاعن پانچ قسم کے ہیں۔

۱۔ صحابہ رض منافق تھے۔ توبہ۔ احزاب اور سورۃ منافقون میں از اول تا آخر منافقوں کا تذکرہ ہے کاش کوئی بتانے والا ہمیں بتاتے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ بند ہونے کے بعد یہ صحابہ رض کیا ہوئے کہاں چلے گئے۔"

جواب :۔ صحابہ کرام رض پر نفاق کا الزام سفید جھوٹ ہے شیعوں میں اگر واقعی کوئی امانت و دیانت نام کی کوئی چیز ہے تو وہ تمام آیات متعلقہ منافقین کو غور سے پڑھیں شان نزول دیکھیں کم از کم دو دو معتبر سنی و شیعہ مفسروں سے ان کے نام کی تعیین کریں جتنے زیادہ نام نکال سکیں ہم آپ کو آفرین کہیں گے خود بھی ان کے منافق ہونے کی مہر لگا دیں گے مگر شیعہ گروہ چونکہ خود اسی برادری سے تعلق رکھتا ہے اور ایمان بالرسول ص کا دعویٰ محض ملمع سازی ہے اس لیے ہرگز اس سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ عبداللہ بن ابی، جد بن قیس، ثعلبہ بن حاطب، مسجد ضرار بنانے والے بارہ منافق خذام بن خالد بن عبید اللہ، معتب بن قشیر، ابو حبیبہ ابن ابی الاعز وغیرہم کو کوئی سنی مومن اور صحابی نہیں مانتا۔ ان کو صحابی کہہ کر اہل سنت کو طعنہ دینا بجائے خود بد دیانتی اور منافقت ہے۔ مگر تعجب ہے کہ شیعہ ان کی مذمت نہیں کیا کرتے نہ تبروں میں یاد کرتے ہیں شاید ان کے اکابر ہوں کیونکہ یہی اصحاب رسول ص کے دشمن تھے اور لوگوں سے ہی کہتے تھے۔

لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ حتیٰ ینفضوا ...... الی وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون (منافقون پ۲۸ ع ۱۳)	جو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے پاس صحابہؓ رہتے ہیں ان پر مت خرچ کرو حتیٰ کہ وہ بھاگ جائیں ...... یہ منافق کہتے ہیں اگر ہم مدینہ لوٹے تو ہمارے غالب ان ذلیلوں کو نکال دیں گے حالانکہ غلبہ اللّٰہ اس کے رسولؐ اور مومنوں کو ہوگا

لیکن منافقین نہیں جانتے"۔ اللہ کا وعدہ پورا ہوا منافقین خود ذلیل اور ناپید ہوئے۔ اللّٰہ نے مسلمانوں کو مددی کثرت اور خلافت راشدہ وفتوحات کی صورت میں مکمل عزت اور غلبہ عطا فرمایا معلوم ہوا کہ سورۃ منافقون کا فیصلہ خود شیعہ کے خلاف ہے کہ ان کے اسلاف صحابہؓ کی عزت اور ترقی سے جلتے تھے اور آج یہ جل رہے ہیں۔

سورۃ توبہ والی آیت میں ہے پس اگر وہ (منافق) توبہ کریں گے تو ان کے لیے بہتر ہوگا۔ اور اگر وہ روگرداں ہوں گے تو اللّٰہ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب سے معذب کرے گا اور زمین میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار"۔ ترجمہ مقبول ص۳۲۲۔ اور سورۃ احزاب میں ہے" اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم ضرور تم کو ان کے درپے کر دیں گے پھر وہ اس شہر میں تمہارے پڑوس میں نہ رہیں گے مگر بہت ہی کم اور ہر طرف ان پر لعنت ہوتی رہے گی وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کیے جائیں گے جیسے قتل کیے جانے کا حق ہے (ترجمہ مقبول پارہ ۲۲ ع۵ ص۱۵۱) اور احزاب ہی کی ایک اور آیت میں ہے" اور منافقوں کو اگر چاہے تو عذاب دے یا ان کی توبہ قبول کرے۔ بے شک اللّٰہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ (ترجمہ مقبول ص۵۰۲ پ۲۲ ع۱۹) شیعہ کی نشان کردہ تین سورتوں کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ منافقوں کو دو حالتوں میں سے ایک ضرور پیش آئے گی یا تو نفاق و کفر سے تائب ہو جائیں گے تو ان کو بہتری اور مغفرت و رحمت مل جائے گی یا پھر ذلیل و خوار ہو کر مقتول و معذب ہوں گے۔ ہمارے خیال میں اکثر منافقوں کو توبہ نصیب ہو گئی کیونکہ عہد نبوت کے آخر میں جب اسلام سب جزیرۃ عرب اور یمن تک چھا گیا تو ان کو اسلام اور حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی صداقت کا یقین ہو گیا یہی ایمان لانا تھا۔ دوسری یہ کہ

اگر وہ منافق باز نہ آتے تو دنیا اور آخرت میں معذب و ذلیل ہوں گے۔ بدترین قتل سے دوچار ہوں گے بعض منافقوں کا یہ حشر بھی ہوا:-

۱۔ آسمان نے دیکھا کہ وہ بعد از وفات نبویؐ کھلے مرتد ہوئے یا زکوٰۃ کے منکر ہوئے یا مسیلمہ کے پیروکار ہوئے تو سیف صدیقی نے ان کو لقمہ اجل بنا دیا قرآنی پیش گوئی پوری ہو گئی۔ شیعہ چونکہ انہی کے مسلک پر ہیں۔ انکار زکوٰۃ اور بغض صدیقؓ آج بھی ان کا شعار ہے۔ لہٰذا ان کے شہید ثالث "احقاق الحق" میں بڑے غمناک ہیں کہ ابوبکرؓ نے انکار زکوٰۃ کی آڑ میں "مومنوں کو قتل کیا حالانکہ وہ خالص منافق تھے۔" اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا "کی تلوار سے ختم ہوئے اور موصوف کی" مصائب النواصب" اسی کی تشریح ہے۔ اب اگر شیعہ دوستوں کا خیال ہے کہ وہ منافق نہ تائب ہوئے نہ سیف صدیقی سے ختم ہوئے بلکہ وہ خلافت پا کر دنیا کے فاتح اور حاکم بن گئے۔ یہ تو قرآن کی کھلی تکذیب ہے۔ درحقیقت آیات منافقین ہی صحابہ کرام رضی اللّٰہ عنہم کی ایمان و عدالت اور خلافت راشدہ کی صداقت پر قطعی دلیل ہیں کہ اگر صحابہؓ عام یا خلفاء ثلاثہؓ منافق ہوتے تو ان کو کبھی یہ اقتدار و استخلاف اور تمکین دین نہ ملتی بلکہ وہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے حالانکہ معاملہ برعکس ہے کہ وہ تو دنیائے ارض کے بعد دنیائے قلب پر آج بھی معزز حکمران ہیں اور ان کے دشمن حاسد چودہ سو سال سے بدستور مقہور و مقتول اور ماتم کناں چلے آ رہے ہیں۔ وللّٰہ الحمد۔

طعن ۲! بعض صحابہؓ نے آیات کی غلط تاویل کی جیسے قدامہ بن مظعونؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے کی تو آپ نے رد کر دیا نیز حضرت عمرؓ اپنے عامل صحابہؓ سے سخت برتاؤ اور محاسبہ کرتے تھے معلوم ہوا کہ سب عادل نہ تھے۔

جواب:- آیت میں تاویل یا اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے مگر اس سے عدالت ساقط نہیں ہوتی، ایک درجہ ثواب ملتا ہے۔ اپنے عمال سے سخت محاسبہ حاکم عادل کی فرض شناسی اور خدا پرستی کی دلیل ہے۔ شیعہ کا ایسے عمال پر طعن کرنا خبث باطنی ہی ہے کیونکہ ان پر یہ تو حاکم نہیں لگے۔ حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بنو ہاشم کو عہدے دیئے۔ بصرہ پر جوامت حضرت عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنہ تھے حضرت علی رضی اللّٰہ عنہ نے ایک مرتبہ ان پر خوب گرفت کی انہوں نے صفائی بھی دی۔ حضرت مطمئن نہ ہوئے تو وہ ناراض ہو کر از خود مستعفی ہو گئے حالانکہ وہ

دونوں چچازاد بھائی اور بزرگ ہاشمی و صحابیؓ ہیں یہاں اگر شیعہ کو گرفت کرنا زیب نہیں دیتا تو حضرت عمرؓ اور ان کے گورنروں کے معاملات احتساب میں کیوں ٹانگ اڑاتے ہیں

طعن ۳ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیثوں کی بہتات ان کی سب ہی حدیثوں کو مشکوک بنا دیتی ہے دوسرا نمبر عبداللہ بن عمرؓ کا ہے تیسرا ام المومنین عائشہؓ اور ان کے بعد انس بن مالک کا ہے ہم ان کی احادیث کو محض عدالت کی بنا پر نہیں مانتے جانچ پڑتال کرتے ہیں۔

الجواب :۔ تلامذہ رسولؐ کے ساتھ شیعہ کا بغض محض کثیر الروایہ اور خادم الحدیث ہونے کی بنا پر لائق صد افسوس ہے مگر زرارہ بن اعین، ابوبصیر، محمد بن مسلم، برید بن معاویہ، حضرت باقر و جعفر سے ہی کثرت روایت کریں اور ان کو ائمہ ملعون کذاب بد اعتقاد اور یہود و نصاریٰ سے بدتر بھی کہیں (رجال کشی) تو وہ صادق القول اور عادل ہوں۔؟ واہ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی حضرت ابوہریرہؓ کو ۷ھ میں مسلمان ہوئے اور چار سال خدمت نبویؐ میں رہے مگر مجرد تھے، ہمہ وقت رہے۔ حافظہ کی خصوصی دعا بھی کرالی۔ عام اکابر صحابہؓ سے بھی مسائل و احادیث پوچھتے رہتے تھے پھر عمر بھی لمبی پائی۔ بیان کا شوق بھی خوب تھا۔ شاگرد بھی بہت اور لائق میسر ہوئے۔ تقریباً یہی وجوہ باقی تین حضرات کے کثیر الروایہ ہونے کی بھی ہیں۔ تو کیا یہ شخصی حالات و ظروف ان کی روایات کی صداقت پر شاہد کافی نہیں؟ گو اور اکابر صحابہؓ قدیم الصحبت اور ان سے بڑے عالم تھے۔ مگر یہ شخصی حالات اور اسباب ان کو میسر نہ ہوتے تو ان سے روایت کم ہوئی۔ نمبر ۴ طعن ارتداد اور نمبر ۵ طعن محاربہ کا رد ہو چکا ہے۔ رہا "یہ کہ شیعہ بعض صحابہؓ کو عادل کہتے ہیں اور ان کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں" سادہ لوح اہل سنت کو دھوکہ ہی دینا ہے۔ بھلا ایسے عادل صحابہؓ کی کتنی تعداد ہے؟ ان کی روایات کیا ہیں؟ اور وہ کس کتاب میں مروی معتبر ہیں؟ شیعہ اس سے خاموش ہیں۔ صحاح اہل سنت کو کہاں مانیں اپنی کتب اربعہ سے ایک فیصد احادیث صحابہؓ رسولؐ دکھلا دیں ہم بہت ممنون ہوں گے۔

مدیر اصلاح نے بڑے زور شور سے آخر میں یہ پانچ سوال اہل سنت سے پوچھے ہیں۔

وہ کون لوگ ہیں جو تمام صحابہؓ کو کافر سمجھتے ہیں اور ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں

۲۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو اہل بیتؓ کے لیے درجہ ربوبیت کا دعویٰ کرتے ہیں

۳۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے مجوسیوں سے تعلیمات حاصل کیں اور ان تعلیمات کو اپنے عقائد میں

داخل کرلیا۔

۴۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے قرآن میں تحریف کی اور اس میں کمی کے دعویدار ہیں۔

۵۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے اسلام سے الگ مذاہب ایجاد کیے۔

سواد اعظم ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ یہ اقدامات حکومت کے ساختہ پرداختہ تھے

الجواب : نمبر ا۔ حسب سابق وہی شیعہ جعفری ہیں جو تمام صحابہ کرامؓ کو معاذ اللہ منافق اور بے ایمان مرتد (کافر) مانتے ہیں۔ کیونکہ امام باقر و جعفر سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ سوائے تین افراد کے تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے (کافی، رجال کشی، منتہی الآمال)

ملا مجلسی لکھتے ہیں (۱) وہ مہاجرین و انصارؓ جو (بیعت علیؓ نہ کرنے سے) کافر و مرتد ہو گئے اور امیر المومنین کی خلاف ورزی کی اور اس کے دشمنوں (ابوبکرؓ وغیرہ) کی مدد کی۔ وہ تمام کفار سے بدتر ہیں العیاذ باللہ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۶۲۳)

نمبر ۲۔ جو شخص حضرت علیؓ کو (شیعوں کی طرح) مانتا ہے وہ مومن ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کافر ہے۔ جو شخص کسی دوسرے کو اس کی بیعت میں شریک کرتا ہے وہ مشرک ہے ... جو شخص علیؓ کو خلیفہ بلافصل ماننے میں شک کرتا ہے وہ جاہلیت کے کفار کی طرح پکا کافر ہے۔ (حیات القلوب ۵۴۲) خلافت بلافصل کا یہ شیعی عقیدہ کسی صحابی کا نہ تھا تبھی تو وہ سب حضرت ابوبکرؓ پر متفق ہوئے تو سب کو شیعہ نے کافر کہا۔

جواب سوال ۲ ۔ جو شیعہ آج بھی امام باڑوں میں علی ربی اور یا علی مدد، علی علی۔ اور کنی یا علی، مغلثنی کے ورد کرتے ہیں دعا ان سے مانگتے ہیں۔ حاجات اولاد فتح شکست ان سے مانگتے ہیں ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے کھاتے اور قبور کے تابوت مجسمے تعزیے بنا کر پوجتے ہیں وہ سب علیؓ اور ائمہ کو رب مانتے ہیں آخر خدا کے پاس چھوڑا ہی کیا ہے۔ ان کی حدیث میں ہے کہ خدا نے فرمایا" میں نے اپنے کام علیؓ کے سپرد کر دیئے ہیں اور اس کو اپنے مخفی علوم پر آگاہ کر دیا منتہی الامال جلد ۱ ص ۱۴۲

۳ ۔ یہی موجودہ شیعہ ہیں جو "متعہ" کیوں کرتے ہیں" جیسے فحش رسائل لکھ کر جنسی انارکی پھیلاتے ہیں۔ یہ متعہ مجوسی ... سے لیا گیا ہے کہ انکی شادیاں دو قسم کی تھیں ایک مستقل اور ایک عارضی مستقل شادی کے ... پہلوی زبان میں "شود اور زن" کے الفاظ استعمال

ہوتے تھے لیکن عارضی شادی کی صورت میں شوہر اور بیوی کے لیے "میرگ اور زیانگ" کی قانونی اصطلاحات تھیں۔ قانون ساسانی جلد ۱ ص ۳۶، ۳۷۔

اس عارضی شادی کے لیے نہ گواہوں کا کہیں ثبوت ملتا ہے نہ اس میں عورت کے وارثوں کی اطلاع یا رضا ضروری تھی! اس میں نہ وراثت چلتی تھی نہ طلاق ہوتی تھی نہ ہی ازدواج کی اولاد اپنے اصل باپ کی طرف منسوب ہوتی تھی۔ (قانون ساسانی جلد ۱ ص ۲۹) یہی سب امور شیعہ کے متعہ میں پائے جاتے ہیں۔ (فروع کافی وتہذیب الاحکام ابواب المتعہ) شیعہ کا مسئلہ عاریۃ الفرج (استبصار جلد ۲ ص ۷۵) بھی مجوسی معاشرت سے ماخوذ ہے کہ وہ اپنی بیوی محتاج بھائی کو کسب معاش میں امداد کے لیے عارضی طور پر دے دیتے تھے اس عارضی ازدواج میں جو اولاد پیدا ہوتی تھی وہ پہلے شوہر ہی کی سمجھی جاتی تھی (ایران بعہد ساسانیاں ص ۴۳) (بحوالہ مقدمہ تحقیق متعہ ص ۱۳ علامہ خالد محمود صاحب)

۴۔ قرآن میں تحریف کے قائل اور کمی کے دعویدار حسب سابق یہی موجودہ شیعہ اثناء عشری ہیں علامہ نوری ایرانی کی "فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب" محدث نعمت اللہ جزائری کی کتاب "الانوار" احتجاج طبرسی تفسیر صافی، اصول کافی کا باب تحریف ص ۴۱۲ تا ص ۴۳۶ اور ترجمہ مقبول کے حواشی دیکھیے۔ قدیم و جدید سب شیعہ قرآن کی تحریف اور کمی بیشی کے قائل ہیں۔ اصلی صحیح قرآن وہ حضرت مہدی کے پاس غار میں گم شدہ مانتے ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ نے جمع کیا تھا اور وہی حضرت علیؓ کو پیدائشی طور پر تورات و انجیل کی طرح یاد تھا۔ (جلاء العیون حالات علیؓ)

الغرض اس قرآن سے شیعوں کو کوئی تعلق ہی نہیں جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۳ سال میں اترا اور آپؐ نے خاص ترتیب سے امت کو حفظ کرایا اور لکھوایا اور آج بین الدفتین وہی مرتب قرآن کروڑوں مسلمانوں کو یاد ہے اور ہر گھر میں موجود ہے۔

۵۔ یہ شیعہ لوگ ہیں کہ اسلام محمدی سے الگ اذان بملی کلمہ بدلا۔ تمام ثابت و متواتر شریعت کے مسائل بدلے۔ تمام جماعت رسولؐ کو کافر و مرتد کہا۔ خیالی اماموں کو انبیاءؑ سے افضل کر دکھایا متعہ کی فحاشی رائج کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بنات طاہرات کو نسب کی گالی دی۔ ازواج مطہرات امہات المومنین کو عظمت، ایمان اور اہل بیت رسولؐ سے خارج قرار دیا۔ قرآن کا انکار کیا۔ خدا کی پیشین گوئیوں کو جھٹلایا۔ غیر شیعہ تمام امت محمدیہ اور مسلمانوں کو معاذ اللہ خنزیر اور ولد الزناء کہا۔ (کافی) غیر شیعہ سادات اور اولاد علیؓ کو کتے سے بدتر درجہ کہا معاذ اللہ (مجالس المومنین) اس سے بڑھ کر خلاف اسلام مذاہب اور کیا ہو سکتے ہیں۔

خاتمہ

ہمارے مقالہ میں بلا تخصیص عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت و فضیلت کا اثبات اور ان سے مدافعت پیش نظر رہی۔

لیکن خاتمہ میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خال المومنین، کاتب وحی، ہادی و مہدی، امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دور رفیق فاتح مصر و عبقریت عرب حضرت عمرو بن العاص اور تدبیر و فراست کے شہسوار اور عرب کی عظیم شخصیت حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم کے بھی مختصراً فضائل بیان کیے جائیں کیونکہ ان حضرات کو قدیم و جدید سبائیوں نے بہت مطعون کیا ہے حتی کہ نام نہاد تحریک جماعت اسلامی کے امیر (مرحوم ہدی اللہ اتباعہ) نے بھی اپنی تحریروں میں قدیم تمام اعداء صحابہؓ کی وکالت کرکے ان کو خوب ہدف طعن بنایا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

تعارف: ——— معاویہ بن ابی سفیانؓ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قریشی اور اموی ہیں ہجرت نبوی سے ۱۰ سال قبل پیدا ہوئے۔ پانچویں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ نسب مل جاتا ہے فتح مکہ سے ایک دن پہلے اپنے باپ کے ہمراہ اظہار اسلام کیا جبکہ اس سے قبل ۷ھ میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر والد کے خوف سے ظاہر نہ کیا۔ وصال نبویؐ تک آپؐ کے ساتھ رہے حنین و طائف کی لڑائیوں میں اور غزوہ تبوک میں شرکت کی۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت وحی کی خدمت آپ کے سپرد کی کیونکہ آپؐ کو امین اور راستباز پایا۔ اس کے علاوہ باہر سے آنے والے وفود کی خاطر مدارات اور قیام و طعام کا انتظام بھی انہیں کے ذمہ تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے حملۂ شام کے وقت ایک دفعہ انہیں فوج کا سپہ سالار بنایا عرقہ کی فتح میں امیر معاویہؓ ہی کا ہاتھ تھا قیساریہ کی مہم سر کرنے کا سہرا بھی —— جس میں ۸۰ ہزار رومی کھیت رہے انہیں کے سر رہا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے امیر معاویہؓ کو ان کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے انتقال پر شام کا گورنر مقرر کیا۔ پھر حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے ان کے اعلیٰ کارناموں اور عمدہ قابلیت کی بدولت سارے شام کی گورنری آپ کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ ہی نے سب سے پہلے بحری بیڑہ تیار کر کے رومیوں سے جنگ کی اور حدیث نبویؐ کے مصداق میں جنتی ہوئے اور آپ نے ایسے عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے جو تاریخ اسلام و جزیرۃ العرب کے اوراق پر ابدالآباد تک نقش رہیں گے

یہ آپ ہی کی سرفروشانہ مساعی کا خوش گوار نتیجہ تھا کہ ولایت شام میں حکومت اسلامیہ کے سر بفلک ایوان کو ایسا استحکام و استواری نصیب ہوئی جس کے ساتھ ٹکرا جانے کے تصور ہی سے روم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ آپ کی عدل گستری رعایا پروری تحمل و بردباری، سخاوت و فیاضی، شجاعت و جانبازی، نظم و نسق میں بحالی، سیاست و تدبیر، زندہ جاوید حسن تعقل اور خوف خداوندی کی داستانیں اوراق تاریخ پر نقش ہیں۔

آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ، اپنی ہمشیرہ ام المومنین ام حبیبہؓ سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے مندرجہ ذیل حضرات نے روایت حدیث کی ہے۔ جریر بن عبد اللہ بجلیؓ، سائب بن یزید کندیؓ، ابن عباسؓ، معاویہ بن خدیجؓ، یزید بن جاریہؓ، ابو امامہ باہلیؓ، سہل بن حنیفؓ اور تابعین میں سے ابو ادریس الخولانی، سعید بن المسیب، قیس بن ابی حازم، عیسیٰ بن طلحہ، ابو مجلز، حمید بن عبد الرحمٰن بن عوف، محمد بن جبیر بن مطعم اور دیگر بہت سے حضرات نے روایت کی ہے۔ آپ بیس سال گورنر رہے اور بیس سال خلیفہ رہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ترجمہ حضرت معاویہؓ)

حضرت معاویہؓ کے مناقب

۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا وَّاھْدِ بِہٖ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ معاویہؓ کو ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت کرنے والا بنا دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن)

ل ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۵۷۲

نیز ترمذی نے عمیر بن سعید سے روایت کی ہے کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے سنا اَللّٰھُمَّ اھْدِ بِہٖ (اے اللہ معاویہؓ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دینا)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ عقل بھی اس پر دال ہے کیونکہ بہت سی اسناد سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہؓ ایک وقت ضرور خلیفہ بن جائیں گے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت پر حد درجہ شفیق تھے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (توبہ ع ۱۶)

پیغمبر علیہ السلام تمہارے ایمان کے لیے حریص ہیں اور مومنوں پر بہت مہربان و رحم دل ہیں۔

اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کاملہ امت کی طرف متوجہ ہوئی کہ ان پر ہونے والے خلیفہ کے لیے ہدایت یافتہ ہونے اور ذریعہ ہدایت ہونے کی دعا فرمائی۔ (ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۵۷۲)

۲۔ عن مسلمۃ بن مخلد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاویۃ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَمَکِّنْ لَہٗ فِی الْبِلَادِ (وفی روایۃ الیعنی) وَقِہٖ سُوْءَ الْعَذَابِ۔ رواہ الطبرانی من طریق جبلۃ بن عطیۃ عن مسلمۃ بن مخلد وجبلۃ لم یسمع من مسلمۃ فھو مرسل ورجالہ وثقوا وفی بعضھم خلاف۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۳۵۷)

مسلمہ بن مخلد کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہؓ کے حق میں دعا فرمائی اے اللہ ان کو حساب و کتاب سکھا دے اور شہروں میں اسے پختہ اقتدار نصیب فرما اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اسے اللہ عذاب کی برائی سے بچا۔

اس حدیث کو ربیعۃ بن یزید الدمشقی نے عبد الرحمن بن ابی عمیرہ سے امام بخاریؒ نے تاریخ میں بطریق عنعنہ ابو مسہر سے اور امام احمد بن حنبلؒ نے عرباض بن ساریہ سلمیؓ سے ابن جریر نے حدیث بن مہدی سے اور اسد بن موسیٰ، بشر بن السری اور عبد اللہ بن صالح نے مسند اور معاویہ بن صالح سے روایت کیا ہے بشر بن سری کی روایت میں یہ اضافہ ہے "وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ" (اے اللہ معاویہؓ کو جنت میں داخل فرما) نیز ابن عدی وغیرہ نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے اور محمد بن سعد نے مسند ...

ل ازالۃ الخفاء جلد ۱ ص ۵۷۲

مسلمۃ بن مخلد سے بھی روایت کیا ہے۔ صحابہ کرام رضؓ میں سے اس دعا نبوی کے رواۃ شمار سے باہر ہیں۔
(تعلیق علی العواصم لمحب الخطیب ص۲۰۶)

۳۔ روی ابوبکر بن ابی شیبۃ بسندہ الی معاویۃ رضی اللہ عنہ انہ قال ما زلت اطمع فی الخلافۃ منذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا مَلَكْتَ فَاَحْسِنْ۔
(تطہیر الجنان ص۱۲)

حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس وقت سے خلیفہ بننے کی امید لگ گئی جب سے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاویہؓ جب تو مملکت کا والی ہو جائے تو رعایا سے حسن سلوک کرنا۔

۴۔ امام احمدؒ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے مگر اس میں جو ارسال ہے حافظ ابویعلیٰؒ نے اس کا ازالہ کرکے موصولاً صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے جس کے لفظ یہ ہیں "حضرت معاویہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا" وضو کرو جب وضو کر چکے تو معاویہؓ سے فرمایا

يَا مُعَاوِيَةَ اِنْ وُلِّيتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ (تطہیر الجنان ص۱۵)

اے معاویہ اگر خلیفہ بنایا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل قائم کرنا

مجمع الزوائد جلد ۹ ص۳۵۶ پر حافظ ہیثمیؒ اس حدیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں "اسے طبرانیؒ نے اوسط اور معجم کبیر دونوں میں روایت کیا ہے۔ اوسط کے الفاظ یہ ہیں

فَاقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيْئِهِمْ۔

اے معاویہ نیکوکار کی نیکی قبول کرنا اور بروں سے درگزر کرنا۔

(باختصار و رجال احمد وابی یعلی رجال الصحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت معاویہؓ خلافت کے اہل تھے چنانچہ آپ نے ان کو وصیت اور ہدایت فرمائی۔ گویا حضور علیہ السلام کی جانب سے آپ اس منصب پر مامور ہوتے اور آپ نے عدل و انصاف سے خلافت کی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا لغو اور بے فائدہ ہوگا کیونکہ "وضع العدل عند غیر اہلہ" کا مصداق ہوگا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بالاتر ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اقتضاء النص کے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے

عدل و انصاف پر شہادت دی ہے اور یہ آپ کی بڑی منقبت ہے۔

نیز امام احمد بن حنبلؒ نے ایک دوسری حسن سند کے ساتھ جو اس سے ملتی جلتی ہے یہ روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہوگئے اور وہی وضو کرانے کے لیے آپ لوٹا اٹھاتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا لوٹا اٹھایا اور حضور علیہ السلام کے ہمراہ چل پڑے وضو کرانے کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر ایک یا دو مرتبہ اوپر اٹھایا تو فرمایا۔

يَا مُعَاوِيَةَ اِنْ وُلِّيتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ قَالَ مُعَاوِيَةُ فَمَا زِلْتُ اَظُنُّ اَنِّيْ سَاُبْلٰى بِالْخِلَافَةِ حَتّٰى وُلِّيتُ۔
(تطہیر الجنان ص۱۵)

اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تو حاکم بنایا جائے تو اللہ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میں برابر اس خیال میں رہا کہ عنقریب میں خلیفہ بن جاؤں گا چنانچہ میں خلیفہ بن گیا۔

۵۔ ایک اور حدیث میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس امت کے کتنے خلیفہ ہوں گے فرمایا بارہ جتنی بنی اسرائیل کے نقباء کی تعداد تھی "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بلاشبہ ان میں سے ہیں کیونکہ تمام ائمہ متفق ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ان میں ہیں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو ان سے بھی افضل ہیں وہ بدرجہ اولیٰ ان میں داخل ہوں گے۔ (تطہیر ص۱۵)

۶۔ بخاری و مسلم کی اس مشہور حدیث کی رو سے آپ جنتی ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ اُمَّتِيْ يَغْزُوْنَ الْبَحْرَ قَدْ اَوْجَبُوْا

میری امت کا جو لشکر سب سے پہلے سمندری جنگ لڑے گا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی

مجمع الزوائد جلد ۹ ص۳۵۷ پر طبرانی کے حوالے سے ایک حدیث اس کی مؤید ہے جس میں حضرت عوف بن مالکؓ کو مسجد میں قیلولہ کے دوران خواب میں ایک شیر کی زبانی منجانب اللہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی نیز دوسروں تک اسے پہنچانے کا آپ کو حکم دیا گیا۔ ہیثمی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے البتہ ابوبکر بن ابی مریم میں اختلاط ہے۔

یہ یقینی بات ہے اور متواتر ہے کہ سب سے پہلے [illegible] جنگ [illegible] معاویہؓ نے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں رومیوں سے لڑی اس میں حضرت ام حرام رضی بھی تھیں جو واپسی پر خچر سے گر کر شہید ہوگئیں۔

٧۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ قَالَ مَا رَءَیْتُ اَحَدًا بَعْدَ رَسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَشْبَہَ صَلٰوۃً عَنْ اَمِیْرِکُمْ ھٰذَا یَعْنِیْ مُعَاوِیَۃَ ، رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح غیر قیس بن الحارث المذحجی وھو ثقۃ ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہارے امیر حضرت معاویہ رض سے بڑھ کر کسی کو حضور علیہ السلام کے مشابہ نماز پڑھنے والا نہیں دیکھا

(کذا فی مجمع الزوائد جلد ٩ ص٣٥٧)

٨۔ صحیح بخاری کتاب المناقب باب ذکر معاویۃ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رض سے کسی نے ذکر کیا کہ معاویہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا انہیں پڑھنے دو وہ فقیہ ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے ۔

قَدْ صَحِبَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

کہ ان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف صحابیت حاصل ہے ۔

٩۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ مُعَاوِیَۃَ کَانَ یَکْتُبُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (رواہ الطبرانی واسنادہ حسن ، مجمع الزوائد جلد ص٣٥٧)

حضرت عبداللہ بن عمرو رض فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر (وحی خطوط وغیرہ) لکھا کرتے تھے ــــــ

١٠۔ عن ابن عُمَرَ قَالَ مَا رَءَیْتُ اَحَدًا مِنَ النَّاسِ اَسْوَدَ مِنْ مُعَاوِیَۃَ ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفی جار خلاف کذا فی المجمع)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سردار نہیں دیکھا ۔

١١۔ عن ابن عبّاسٍ قَالَ جَآءَ جبریل اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ

فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِسْتَوْصِ مُعَاوِیَۃَ فَاِنَّہٗ اَمِیْنٌ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَنِعْمَ الْاَمِیْنُ ھُوَ ۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا اے محمد ! معاویہ رض سے لکھوایا کرو کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے امین ہیں اور بہترین امین ہیں ۔

فیہ محمد ...... ولم اعرفہ وعلی بن سعید الرازی فیہ لین وبقیۃ رجال رجال الصحیح (مجمع الزوائد)

وروی الآجری بطرق متعددۃ ان ذالک (ای استکتاب معاویۃ) کان باشارۃ جبریل (ازالۃ الخفاء جلد ١ ص٥٠٣)

١٢۔ تطہیر الجنان میں آپ کے فضائل میں ایک اور حدیث ذکر کی ہے جس کی سند کے سب رجال ثقہ ہیں البتہ ایک آدھ میں اختلاف ہے "کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض اور عمر رض سے کسی معاملہ میں مشورہ کیا ۔ مگر یہ ہر مرتبہ کہتے رہے کہ اللہ اور اس کے رسول ہی خوب جانتے ہیں پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف قاصد بھیجا جب وہ حاضر خدمت ہوئے (اور مشورہ دیا) تو آپ نے دوسروں سے فرمایا کہ تم اپنے کاموں میں انہیں بلایا اور مشورہ لیا کرو کیونکہ معاویہ طاقتور اور امین ہیں ۔ (تطہیر ص١١)

حافظ ابن کثیر (المتوفی ٧٧٤ھ) نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں جو احادیث ذکر کی ہیں ان میں ہماری ذکر کردہ مرفوع احادیث نمبر ٤، ٦، ٨، ٧، ١٠، ١٢ بھی ہیں پھر آخر میں لکھتے ہیں

والتقینا بما اوردناہ من الاحادیث الصحاح والحسان المستجادات عما سواھا من الموضوعات والمنکرات

ہم نے صحیح حسن اور جید احادیث کے ذکر پر اکتفا کیا ہے اور موضوع و منکر روایات سے احتراز کیا ہے ۔

(البدایہ جلد ٨ ص١٢٣)

ان بے شمار فضائل کی رو سے کسی مومن کو یہ گنجائش نہیں کہ وہ مخالفین صحابہ رض کے پروپیگنڈہ اور جھوٹی روایات کی بنا پر حضرت معاویہ رض سے بدظن ہو یا آپ کی بدگوئی میں لب کشائی کرے باب دوم میں دسیوں حوالے اس پر گذر چکے ہیں کچھ حوالہ جات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا نام لے کر بدگوئی سے خصوصیت کے ساتھ روکا گیا ہے ۔ ان کی طرف مراجعت کرلی جائے ۔ یہاں صرف دو اقتباسات پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔

معافی بن عمران رح :۔ جو مشہور محدث اور بزرگ ہیں ۔ سے پوچھا گیا ۔ کہ معاویہ رض اور عمر بن

عبدالعزیزؒ میں سے کون افضل ہے؟ تو ان کو غصہ آگیا اور فرمایا کیا تم ایک تابعی کا صحابی سے مقابلہ کرتے ہو۔ بخدا حضرت معاویہ رضؓ آپ ﷺ کے کاتب امین اور برادر نسبتی تھے جو آپ کو برا بھلا کہے اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہو (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۳۹)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جو ہر خصلت میں جامع اور مسلم ہستی ہیں سے سوال ہوا کہ اے ابو عبدالرحمٰن معاویہ رضؓ افضل ہیں یا عمر بن عبدالعزیزؒ؟ تو فرمایا بخدا حضور علیہ السلام کے ہمراہ جہاد میں حضرت معاویہ رضؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ ہزار مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے افضل ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (خدا نے اس شخص کی بات سن لی جس نے اس کی تعریف کی) تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اے ہمارے پروردگار! سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں) تو اس شرف عظیم سے بڑھ کر اور کیا شرف ہو سکتا ہے؟

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ ازالۃ الخفاء جلد ا ص ۱۷۵ پر رقم طراز ہیں۔

تنبیہ۔ باید دانست کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ یکے از اصحاب آں حضرت بود صلی اللہ علیہ وسلم و صاحب فضیلت جلیلہ در زمرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم زنہار در حق او سوء ظن نکنی و در ورطہ سب او نہ افتی تا مرتکب حرام نشوی۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم اور بڑے صاحب فضیلت صحابیؓ تھے اور صحابہؓ میں ایک خاص مقام رکھتے تھے کبھی ان کے حق میں بدظنی نہ رکھنا اور آپ کی بدگوئی کر کے ورطہ ضلالت میں نہ پڑنا تاکہ حرام کام کے ارتکاب سے بچو۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مطاعن پر ایک نظر[1]

[1] حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جو کہ وہ شخصیت ہیں جن کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف و تشت[illegible] [illegible] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سوء ظن رکھنے والے تین گروہ ہیں۔ اول روافض خیران کا سوء ظن [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا تکملہ [illegible] [illegible] تعجب نہیں۔ دوسرا گروہ [illegible] جاہل سنیوں کا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ [illegible] اصول و فروع (باقی اگلے [illegible]) [illegible] بدگوئی کو سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنے کو سنی کہتے ہیں مگر درحقیقت بہت [illegible]

[illegible]کے بعد پھر سے امت محمدیہ کو متحد اور منظم کر دیا اور آپ کے بیس سالہ دور خلافت میں پھر فتوحات کا سلسلہ [illegible]جاری ہو گیا۔ سبائیوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں بلکہ ایسے منافقین و دشمنان اسلام پر عرصہ حیات [illegible]تنگ ہو گیا۔ اس لیے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی اختلاف [illegible]کی آڑ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت پر خوب بہتان تراشی کی اور ایسا غلط پروپیگنڈہ [illegible]کیا کہ باقاعدہ تاریخ کا حصہ بنا دیا گیا۔

حالانکہ حقیقت حال بہت مختلف ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سبائیوں کے بہت [illegible]بڑے مظلوم ہیں، ابن ابی الحدید شیعی معتزلی شیعوں کے وضع روایات کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں

واعلم ان اصل الاکاذیب فی احادیث الفضائل کان من جهة الشیعة فانهم وضعوا فی مبدء الامر احادیث مختلفة فی صاحبهم حملهم علی وضعها عداوة خصومهم۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۱۱)

معلوم ہونا چاہیئے کہ فضائل (و مثالب) کے سلسلے میں حدیثیں بنانے کی اصل ابتدا شیعوں کی طرف سے ہوئی۔ انہوں نے کئی قسم کی احادیث اپنے صاحب (حضرت علی رضؓ اور ان کی اولاد) کے بارے میں وضع کیں، اس اختراع پر انہیں مخالفین کے ساتھ دشمنی نے آمادہ کیا۔

اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب فضائل میں وضع حدیث کے بانی یہی لوگ ہیں جس کا سبب [illegible]مخالفین سے عداوت ہے تو اپنے مخالفین کی مذمت میں کیا کچھ افتراء نہ کیا ہوگا چنانچہ عطیہ عوفی محمد بن [illegible]سائب، ہشام کلبی جابر بن یزید جعفی ابو مخنف لوط بن یحییٰ وغیرہ مشہور کذاب رافضیوں نے مثالب صحابہ رضؓ [illegible]میں خوب حکایات و روایات وضع کیں اور ان کے ثعلبی نے تو مثالب صحابہؓ پر ایک کتاب لکھ ماری۔ [illegible]بہرحال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے گئے الزامات چند قسم ہیں۔

[illegible]ہی یہ اہلسنت کے مخالف [illegible] فرقہ ہے شیعوں میں داخل ہیں تیسرا گروہ اس زمانہ کے بعض اہل ظاہر کا ہے بعض [illegible]روایات میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطاعن ان کی نظر سے گزرے۔ بوجہ ظاہریت کے ان کی تاویل [illegible]کر کے ان میں سب سے [illegible] گروہ ہے [illegible] تیسرا

[illegible] (از مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ بحوالہ حاشیہ ازالۃ الخفاء ص [illegible] جلد اول)

۱۔ دو جو سند اور روایت کے لحاظ سے بالکل ناقابل اعتبار ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
ے فروتر ہیں جیسے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا اور
آپ پر سب وشتم کی رسم جاری کرنا. حضرت حسن کو زہر دلانا شریعت کے کسی مسلم اور غیر مختلف فیہ قاعدے
کی خلاف ورزی کرنا. عمال سے قصاص واجب ہونے پر قصاص نہ لینا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی
شہادت دینا کہ معاویہؓ واہل شام دیندار نہیں بلکہ شر یر لوگ ہیں. حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا انصار
کی توہین کرنا، منکرات کا مرتکب ہونا. حضرت حسنؓ کا معاویہؓ کو خوارج سے بڑھ کر مستحق قتال سمجھنا،
مال غنیمت کی تقسیم میں ناانصافی کرنا وغیرہ ے. یہ سب سبائیوں کے من گھڑت اتہامات ہیں جو روایت
درایت کے لحاظ سے ہرگز ثابت نہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دامن ان سے پاک ہے

۲۔ جو درحقیقت طعن نہیں معترض نے غلط فہمی یا بدنیتی سے انہیں مطاعن میں شمار کیا ہے مثلاً
ایک واقعہ میں حدیث نبوی سننے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنے کا الزام حالانکہ آپ کا عمل ایک دوسری
حدیث پر تھا. یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ معلوم ہونے کے باوجود آپ نے حضرت معاویہؓ
سے کچھ مواخذہ نہیں کیا حالانکہ اس معاملہ میں آپ بہت سخت تھے۔

حضرت حجر بن عدیؓ کا قتل بھی اسی نوعیت کا ہے کیونکہ وہ بغاوت کی مد میں تھے. اہل کوفہ کے
سبائی اور شریر لوگ ان کے ذریعے فتنہ برپا کر کے استحکام خلافت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے. لہٰذا
نظم ونسق اور اتحاد مسلمین کی بحالی کے لیے ایسا اقدام ناگزیر تھا جو شرعاً ممنوع نہیں۔

زیاد کا استلحاق بھی اسی نوعیت کا ہے کہ شرعی ثبوت فراہم ہونے پر اپنا بھائی بنایا. شریعت
کے کسی مسلمہ قاعدے کی خلاف ورزی نہیں کی.

جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جنگ بھی اسی نوع سے ہے کہ وہ
زیادہ سے زیادہ خطاء اجتہادی کی مد میں آتی ہے جو شرعاً گناہ نہیں

۳۔ کچھ وہ ہیں جو حضرت علیؓ ومعاویہ رضی اللہ عنہما میں مشترک ہیں جیسے بعض عمال سے ناپسندیدہ کاموں
کا ظہور ان کے افعال کی ذمہ داری حضرت علیؓ ومعاویہؓ پر نہیں ڈالی جا سکتی جب تک کہ ان گورنروں کے افعال

ے یہ روایات ایک عراقی رافضی ابن عقیل کی کتاب "النصائح الکافیہ لمن تولی معاویہ" سے ماخوذ ہیں

کا قابل حد وتعزیر ہونا اور ان کے علم میں آنا ثابت نہ ہو۔

۴۔ جو عام پروپیگنڈہ میں ہدف طعن بن کر رہے اور آپ کو بدنام کرنے کا مخالفین کے ہاتھ حربہ آگیا
حالانکہ وہ فی نفسہ اتنے قابل مذمت اور حدود شریعت سے باہر نہیں. ماحول زمانہ اور معاشرہ کے رجحان
کی رو سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک حد تک ان میں معذور بھی تھے وہ یہ دو چیزیں ہیں:-
۱۔ ملوکیت کا آغاز ۲۔ یزید کی ولی عہدی ہم ان پر قدرے تفصیلاً روشنی ڈالتے ہیں گو یہ ساری بحث
ضمنی ہے۔

ملوکیت کی حقیقت

اہل علم حضرات پر مخفی نہیں کہ ملوکیت فی حد ذاتہ کوئی ممنوع اور قابل اعتراض
چیز نہیں. لغت اور عام استعمال میں ملوکیت، بادشاہت اور صاحب اقتدار ہونے کا نام ہے جس کی وجہ
سے ملک اپنے احکام نافذ کر سکے اور رعایا اس کی مطیع ہو۔

قرآن کریم میں نیک لوگوں کو اس منصب سے نوازا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہے ۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ	جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا
اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ	اے قوم اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ
فِیْکُمْ اَنْبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا وَّ	تم میں انبیاء مبعوث کیے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں
اٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ	وہ نعمتیں دیں جو تمہارے زمانے میں کسی کو بھی
الْعٰلَمِیْنَ ۔ (مائدہ ع ۴)	سب جہان والوں سے نہیں ملیں ۔

یہاں خالص مذہبی امور کے سربراہوں کو انبیاء علیہم السلام کہا اور انتظامی وسیاسی ارباب اقتدار کو
بادشاہوں سے تعبیر کیا ہے اور دونوں کی بعثت کو اللہ کی نعمت بتایا ہے. بنی اسرائیل کے ایک اور قصے
میں ارشاد ہے ۔

اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکًا	جب اپنے نبی سے ان لوگوں نے کہا ہمارے لیے ایک
نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ	بادشاہ مقرر کیجیے جس کے ماتحت ہم اللہ کی راہ میں
.... وَقَالَ لَھُمْ نَبِیُّھُمْ اِنَّ	جہاد کریں .... ان کے نبی نے ان سے کہا کہ
اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا. الخ	اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔
(البقرۃ ع ۳۱)	الخ ـــــ

یہاں حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ بنایا گیا اور علم و قد و قامت میں ان کی برتری کو واضح کر کے بادشاہی کا مستحق ترین بتایا گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لیے دعا مانگی تھی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ۔ (ص ع ۳) — اے پروردگار! مجھے بخش دے اور ایسی بادشاہی عطا کر جو میرے بعد کسی اور کو نہ ملے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ایزدی ہے

وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ۔ (بقرۃ ع ۳۲) — اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی دی اور حکمت و (نبوت) سے سرفراز کیا۔

اور کتنے بے شمار مقامات پر مُلک کا لفظ اقتدار اور بادشاہت کے لیے استعمال کیا گیا ہے کسی مقام پر مذمت میں نہیں بلکہ ہر جگہ مدح کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

ملوکیت اور خلافت میں فرق

خلافت کے معنی پیچھے آنے اور جانشین بننے کے ہیں۔ بادشاہی اور خلافت میں فرق یہی ہے کہ خلافت میں اقتدار ہوتے ہوئے دوسرے کی نیابت ہوتی ہے۔ جیسے حضرت آدم، داؤد، سلیمان، اور دیگر انبیاء و علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے خلیفہ ہونے کی خبر دی کیونکہ وہ اجراء شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نائب تھے اور فی نفسہٖ صاحب اقتدار ہونے کی حیثیت سے ان کو مَلِک (بادشاہ) بھی کہا گیا۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی نیابت کرنے والوں اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کو خلفاء راشدین کہتے ہیں گو لغوی اور قرآنی استعمال کے رو سے امیر المومنین اور صاحبِ اقتدار ہونے کی وجہ سے مَلِک کی تعریف بھی ان پر صادق آتی ہے۔ تو ملوکیت و خلافت میں فرق عام اور خاص کا ہے۔ ملوکیت وہ اقتدار جو اصالۃً ہو خواہ نیابۃً ہو اور خلافت وہ اقتدار جو صرف نیابۃً ہو۔

البتہ عرفِ عام میں ملوکیت کی ایک مذموم قسم بھی ہے جو خلافت کی عین ضد ہے کیونکہ اس میں اقتدار علی منہاج النبوۃ اور احکامِ الٰہی کے بجائے بادشاہ کی اپنی ذاتی خواہشات کا ہوتا ہے اور وہ اپنے

آپ کو مطلق العنان سمجھتے ہوئے احکامِ خداوندی کی پرواہ نہیں کرتا۔ یہی قیصر و کسریٰ کی سنت ہے اور اسی کو حدیث میں عتو (سرکشی) اور جبروتیت (ڈکٹیٹر شپ) سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی مذموم معنی کی حیثیت سے خلیفہ اور مَلِک کا تقابل کر کے بعض علماء سے الگ الگ معنی منقول ہیں۔

اس سلسلے میں اب مشہور حدیث ملاحظہ[1] فرمائیں۔

اَلْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ عَامًا ثُمَّ یَكُوْنُ بَعْدَ ذٰلِكَ الْمُلْكُ۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۲۲۰) — خلافت تیس سال تک ہے پھر اس کے بعد بادشاہی ہوگی۔

اَلْخِلَافَةُ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ یَكُوْنُ مُلْكًا۔ (مشکوٰۃ ص ۴۶۳) رواہ ابوداؤد — خلافت تیس سال تک ہے پھر بادشاہی ہوگی

خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلٰثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰهُ الْمُلْكَ اَوْ قَالَ یُؤْتِیْ مُلْكَهٗ مَنْ یَّشَاءُ (ترمذی) — خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال تک رہے گی پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہے بادشاہی دے گا

ان روایات میں عضوض کا لفظ نہیں بعض روایات میں ہے مگر وہ سنداً قابل اعتماد نہیں۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خلافت علی منہاج النبوۃ تیس سال تک ہوگی۔ اور یہ بھی خلفاء کے ذاتی مناقب و فضائل کی حیثیت سے ورنہ رعایا میں امن و امان اور استحکام خلافت کے لحاظ سے پچیس برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک رہی پھر فتن کا دور شروع ہو گیا مگر اس کے بعد جو خلافت ہوگی اس میں ملوکیت کی بھی آمیزش ہوگی اور وہ خلافت راشدہ سے کم درجہ ہوگی۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ہی نہ تھی اور مطلق العنان بادشاہت اور حکومت تھی کیونکہ احادیث میں انداز تعبیر ایسا ہے کہ بعض مرتبہ کمال کی نفی کو اصل چیز کی نفی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی شناعت ذہن میں بیٹھ جائے مثلاً آپ نے فرمایا

لَا صَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ۔ — مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد کے بغیر نہیں ہوتی۔

---

[1] علامہ ابن خلدون اور قاضی ابوبکر بن العربی نے اس میں کلام بھی کیا ہے کیونکہ حضرت سفینہ رض سے اس کا راوی سعید بن جمہان ہے جس کی ثقاہت میں اختلاف ہے۔

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ	بے امانت کا کوئی ایمان نہیں۔
۳۔ لَمْ یُؤْمِنْ بِاللّٰہِ مَنْ لَّا یَامَنُ	جس کے پڑوسی اس کے نقصانات سے مامون
جَارُہٗ بَوَآئِقَہٗ (وغیرہا من الاحادیث)	نہ ہوں وہ اللہ پر ایمان نہیں لایا۔

جن روایات میں ملک عضوض (کاٹنے والی بادشاہی) کا لفظ آیا ہے لصورت تسلیم ممکن ہے کہ اغلب حالات کی بنا پر ملک عضوض فرمایا ہو جو بنوامیہ اور بنو عباس کے دور اقتدار میں رہا۔ نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے یہ مخصوص ہے اور نہ اس سے استثناء کا ہونا محال ہے ورنہ حدیث کی عمومیت کے پیش نظر یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کے دور خلافت کو بھی شامل ہے حالانکہ وہ بالاتفاق خلافت راشدہ تھی معلوم ہوا کہ حدیث اپنے عموم پر نہیں تو اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بھی ملک عضوض کا مصداق نہیں بلکہ ما بعد کی خلافتیں ہیں

ایک اور حدیث سے مذکورہ حدیث کا معنیٰ و مصداق بھی سمجھ میں آجاتا ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ ھٰذَا	کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انتظام
الْاَمْرِ نُبُوَّۃٌ وَّرَحْمَۃٌ ثُمَّ یَکُوْنُ	امت کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہوئی۔ پھر
خِلَافَۃً وَّرَحْمَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ مُلْکًا	خلافت اور رحمت ہوگی پھر بادشاہی اور رحمت
وَّرَحْمَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ اِمَارَۃً وَّرَحْمَۃً	ہوگی پھر سرداری اور رحمت ہوگی پھر اس کو کاٹے
ثُمَّ یَتَکَادَمُوْنَ عَلَیْہَا تَکَادُمَ	کھانے کے لیے قبیلہ حمیر کی طرح بادشاہ لڑیں گے
الْحُمُرِ فَعَلَیْکُمْ بِالْجِہَادِ وَاِنَّ	تو اس وقت تم پر جہاد ضروری ہے اور بہتر جہاد
اَفْضَلَ جِہَادِکُمُ الرِّبَاطُ وَاِنَّ اَفْضَلَ	قلعہ بند ہونا ہے اور بہتر قلعہ عسقلان ہے۔
رِبَاطِکُمْ عَسْقَلَانُ۔ رَوَاہُ الطَّبْرَانِیْ	
وَرُوَاتُہٗ ثِقَاتٌ (تطہیر الجنان ص۱۴)	

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت گو من وجہ ملوکیت تھی تاہم رحمت بھی تھی۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت آئینی تھی

آپ کی خلافت باضابطہ آئینی تھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری واجب تھی آپ کے خلاف خروج بغاوت تھا اس کے لیے دو باتوں پر غور ضروری ہے

اول۔ خلیفہ کے شرائط　　　دوم۔ طریق انعقاد خلافت

امر اوّل ۔ حضرت شاہ ولی اللہ رح نے ازالۃ الخفاء کے شروع میں مندرجہ ذیل شرائط بتائی ہیں

۱۔ مسلمان ہو (۲) عاقل و بالغ ہو (۳) مرد ہو (۴) متکلم اور سمیع و بصیر ہو۔

۵۔ مجتہد ہو (۶) بہادر اور صاحب الرائے ہو (۷) عادل ہو (۸) قریشی ہو۔

۹۔ علی قول الاصح کتابت بھی مشروط ہے۔

واضح بات ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ کی شخصیت میں یہ سب صفات بحسن و تمام پائی جاتی تھیں۔ آپ کا فقیہ و مجتہد اور عادل ہونا مسلم ہے۔ معاند کے سوا اس کا کوئی انکار نہیں کرے گا

امر دوم ۔ حضرت شاہ صاحب نے انعقاد خلافت کے چار طریقے بتاتے ہیں۔

۱۔ بیعت عامہ اور اجماع امت سے ہو جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت۔

۲۔ خلیفہ سابق کی نامزدگی سے ہو جیسے حضرت فاروق اعظم کی خلافت

۳۔ مستحق ترین خاص جماعت سے شوریٰ کے ذریعے کسی کا انتخاب کیا جائے

۴۔ استیلا اور غلبہ سے خلیفہ بنے۔

ان چاروں طرق میں سے کسی ایک کے بغیر کوئی شخص خلیفہ نہیں بن سکتا۔ بعض مورخین کے ہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا استخلاف چوتھے طریقے سے ہوا مگر اس کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی کو مجبور نہیں کیا اور نہ ہی تلوار سر پہ رکھ کر لوگوں سے بیعت لی۔

بات یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیاست و تدبر، حسنِ انتظام اور رعایا پروری میں بہت ہی مشہور تھے اس لیے فطری طور پہ رعایا آپ کی وفادار تھی۔ خلافت علوی ہی میں اکثر صوبے آپ کے ساتھ ملحق ہو گئے تھے۔

آپ کی رعایا کی فرمانبرداری امانت ایثار اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے عمال

کے مملکت میں اصلاح اور امن وامان قائم کرنے کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود اعتراف کیا ہے جیسے شریف رضی نے نہج البلاغۃ جلد ا صہ ۱۱۴ میں اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد ۸ میں نقل کیا ہے۔

چونکہ مذکورہ بالا اسباب کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مملکتِ اسلامیہ میں عموماً اور اہل شام میں خصوصاً ہر دلعزیز اور منصب خلافت کے قریب ترین ہو چکے تھے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آتے ہی اہل شام کے ارباب حل وعقد اور سلطنت کی اکثر رعایا نے آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ ادھر اہل کوفہ کے ارباب حل وعقد نے حضرت حسن رض کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گویا صلح حسن تک چھ ماہ کے عرصہ میں ایک مملکت میں دو خلیفہ تھے جن میں بیعت کی رو سے کسی کی تقدیم کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ متاخر کی بیعت کو باطل کہا جائے

البتہ محققین کی ایک جماعت اس چھ ماہ کے عرصہ میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو آئینی خلیفہ تسلیم نہیں کرتی جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور بیعت کر لی تو سب اہل مملکت نے بالاتفاق آپ کی خلافت تسلیم کر لی اس وقت سے آپ جائز اور آئینی خلیفہ مقرر ہو گئے۔ نہ اس وقت کوئی اختلاف ہوا نہ کسی کا خون بہا، نہ کسی کو دولت کی لالچ یا جان ومال کے اتلاف کی دھمکی دی گئی اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ یہاں استیلا بھی فی الحقیقت نہیں بلکہ جنگ صفین اور استقرار بر ولائت شام کی وجہ سے صوری ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس وقت بیعت نہ کی جاتی تو پھر خانہ جنگی کا اندیشہ تھا مگر یہ بھی موہوم ہے کہ جس کی وجہ سے آپ کو مستولی اور قابض نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ حقیقتاً استیلاء اسی وقت ہوتا کہ عام پبلک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہی نہ کرتی اور آپ لشکر کشی کر کے جبراً ہر ایک سے بیعت لیتے۔

مگر ہوا اس کے برعکس کہ آپ سے شدید ترین اختلاف رکھنے والوں نے بھی برضا ورغبت بیعت کر لی جیسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فوجی کمانڈر قیس بن سعد اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ

(دیکھیے کتب تاریخ)

حضرت شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء جلد ا صہ ۲۵ پر لکھتے ہیں

انعقاد خلافت کا چوتھا طریقہ استیلاء ہے جب خلیفہ فوت ہو جائے اور کوئی شخص بغیر بیعت اور انتخاب کے خلافت حاصل کرنے کے درپے ہو جائے یا لوگوں کو الفت و مہربانی سے اپنے ساتھ ملانے کے ذریعے یا زبردستی اور جنگ کے ذریعے اپنے ساتھ ملائے تو ایسا شخص بھی خلیفہ بن جاتا ہے اور تمام لوگوں پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ شریعت کے موافق کاموں میں اس کی اتباع کریں۔

اس کی بھی دو قسمیں ہیں ۱۔ مستولی اور قابض میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں اور مصالحت وحکمتِ عملی کے ذریعے (یعنی عوام سے مہربانی اور الفت کا سلوک کر کے) کسی حرام کام کے ارتکاب کے بغیر مخالفین کو مزاحمت سے باز رکھے یہ قسم جائز ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صلح کر چکنے بعد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انعقاد اسی قسم کا تھا۔ اھ

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں خلافت کی تمام شرطیں موجود تھیں اور بذریعہ استیلاً بھی وہ قانونی اور جائز خلیفہ تسلیم کر لیے گئے اور تحصیل خلافت میں کسی ناجائز اور حرام کام کا بھی ارتکاب نہیں کیا بلکہ حکمتِ عملی اور تالیف قلوب سے کام لیا تو اب کیسے ان کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور ملک وبادشاہ ہونے کا طعنہ دیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کی خلافت گو سابق خلفاء اربعہ کی خلافت بعینہٖ نہ تھی مگر اس کے مشابہ ضرور تھی کیونکہ خلافت کے اغراض ومقاصد، احیاء سنت وعلوم دین اقامتِ ارکان اسلام شعبہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قیام، اقامت جہاد ومنصب قضا، اقامت حدود وغیرہ جملہ شعبہ جات امور شرعیہ جو خلیفہ کے ہاتھوں انجام پاتے ہیں وہ سب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوتے رہے۔ اور کسی بھی مسلم شرعی قاعدہ کی خلاف ورزی نہیں ہوئی اور نہ ہی بدنیتی سے آپ نے کسی کے جان ومال کو تلف کیا۔

درحقیقت آپ کا دور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ اور ملوکیت کے درمیان حد فاصل ہے۔ کیونکہ ملوکیت مذموم یہ ہے کہ حکمران مطلق العنان اور احکامِ شرعیہ سے بے پرواہ ہو اور یہ

آپ کے بعد آنے والے خلفاء میں پائی گئی۔

آپ کی خلافت کی صحت پر اجماع ہونے پر بحث سے حوالہ جات باب پنجم میں گزر چکے ہیں ان کی مراجعت کر لی جائے۔

رہے وہ امور جن کی بدولت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت خلفاء اربعہ کی خلافت راشدہ سے کم درجہ ہوگئی تھی وہ یہ تھے کہ خلافتِ راشدہ میں لباس طعام، رہائش دربار اور عوام سے براہِ راست تعلق میں نہایت سادگی تھی مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ کیفیت باقی نہ رہی۔ طبائع کے اختلاف، زمانہ کے تغیر، رعایا کے عہد نبوی ؐ سے دور ہونے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درجہ فضائل و تقویٰ میں خلفاء راشدین سے کم ہونے کے علاوہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ایک حد تک اس لیے بھی معذور تھے کہ قیصر روم کے قرب اور رومیوں کی معاشرت کی وجہ سے سادگی میں خلافت اور خلیفہ کی ہیبت عوام الناس اور دشمنوں میں قائم نہ رہ سکتی تھی چنانچہ ضرورۃً اسے اپنایا گیا جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عمدہ و شاہانہ لباس میں مدینہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کسریٰ العرب فرما کر تنقید کی مگر جب انہوں نے مذکورہ بالا عذر پیش کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور پھر کبھی تعرض نہ کیا۔

تو دراصل یہ شان و شوکت بھی تفاخر اور تکبر کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اپنے زمانہ کے معاشرہ میں اسلام کا وقار اور خلافت کی شان و شوکت بحال رکھنے کے لیے دشمنوں کی سرحد جیسے علاقہ پر ضروری تھی۔

خلفاء راشدین ؓ کی اتباع لازم ہے مگر امور شرعیہ اور ان کے قضایا و احکام میں ان کی ذاتی عادات و خصائل کی اتباع نہ شرعاً لازم ہے نہ اسلام کا منشاء، البتہ بخوشی متبع ماجور ہوگا۔ یہ بھی واضح رہے کہ خلیفہ کے راشد ہونے کا معیار اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی من کل الوجوہ سمجھے جائیں تو پھر تا قیامت ایسے خلیفہ کا وجود ناممکن ہے کیونکہ شیخین جیسا کوئی ماں بیٹا نہیں جنے گی۔ اس سے تو خلافت کا قیام محال ہونا لازم آئے گا جو اسلام کے منشاء کے بالکل خلاف ہے بلکہ خلیفہ کے راشد ہونے کا معیار یہ ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے احکام کا کس حد تک متبع ہے اگر وہ بالعموم شریعت کا پورا پابند ہے اور احکام الٰہیہ کا اس نے اجراء کیا ہے تو وہ خلیفہ ہے گو خلفاء راشدین ؓ جیسی خصائل و عادات اس کی نہ ہوں اور پیوند لگے کپڑے اور معمولی نفقہ پر گذارہ اس کا معمول نہ ہو حضرت معاویہ رضؓ کی

خلافت سے متعلق ہم اپنی اس گفتگو کو مایہ ناز مورخِ اسلام علامہ ابن خلدون ؒ کے اس بیان پر ختم کرتے ہیں وہ اپنی تاریخ جلد ۲ کے خاتمہ پر لکھتے ہیں۔

" مناسب یہی تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت اور ان کے حالات کو ہم اسی جلد میں خلفاء راشدین ؓ کی خلافت اور ان کے تذکرہ کے ساتھ ذکر کرتے کیونکہ آپ فضیلت عدالت اور مقام صحابیت میں ان کے تابع ہیں اور اس سلسلے میں حدیث " الخلافة من بعدی ثلثون سنة " (کہ خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی) کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے کیونکہ یہ پایہ صحت کو نہیں پہنچی۔ حق بات یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شمار خلفاء راشدین ؓ میں ہے مگر مورخین نے دو وجہ سے ان کا الگ ذکر کیا ہے اول۔ آپ کی خلافت غلبہ کی سی تھی جس کا سبب وہ قومی حمیت اور عصبیت ہے جو آپ کے زمانے میں پیدا ہوگئی۔ اس سے قبل خلافت انتخاب اور شوریٰ سے منعقد ہوتی تھی تو مورخین نے دونوں حالتوں میں فرق واضح کرتے ہوئے الگ الگ ذکر کیا۔ پس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان خلفاء کے پہلے فرد ہیں جو بعد میں عصبیت اور تغلب سے برسر اقتدار آئے جنہیں اہل ہوا ملوک کہتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تشبیہ دینے لگ جاتے ہیں۔ حاشا وکلا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے مابعد کے خلفاء کے ہرگز مشابہ نہیں بلکہ وہ خلفاء راشدین ؓ میں سے ہیں۔ خلفاء مروانیہ میں سے دینداری اور فضیلت میں جو آپ کے بعد ہوگا وہی آپ کے بعد صاحب مرتبہ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح خلفاء بنو عباس بھی دینداری میں درجہ بدرجہ ہیں۔

یہ سوال نہیں ہوتا کہ ملوکیت خلافت سے تو کم رتبہ ہے تو بادشاہ خلیفہ کیسے ہوا؟ (کیونکہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ملوکیت کی جو قسم خلافت کے مخالف بلکہ عین ضد ہے وہ جبروتیت ہے جسے کسرویت کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ شاہانہ لباس میں دیکھ کر اسی پر گرفت کی تھی (پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معقول عذر بیان کرنے سے آپ خاموش ہوگئے)

رہی ملوکیت کی وہ قسم جو قہر و غلبہ اور قومی عصبیت اور شان و شکوہ سے رونما ہوتی ہے۔ وہ خلافت کے منافی نہیں بلکہ نبوت کے بھی منافی نہیں کیونکہ حضرت سلیمان و داؤد علیہما السلام دونوں نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ دین و دنیا دونوں میں خوب مستقل جمے ہوئے تھے۔ حضرت معاویہ رضؓ

نے بادشاہی اور اس کی شوکت کو دنیا سمیٹنے کے لیے نہیں اپنایا تھا بلکہ اس عصبیت کی وجہ سے طبعی طور پر وہ ادھر مائل ہوئے کیونکہ جب مسلمانوں نے تمام ممالک پر غلبہ حاصل کر لیا اور آپ چونکہ ان کے سرطر تھے لہٰذا قوم کو بھی ادھر دعوت دی جیسے بادشاہ اپنی قوموں کو قومی عصبیت کے عروج کی طرف عند الضرورت بلاتے ہیں۔ آپ کے بعد اور دیندار خلفاء کا بھی یہی حال رہا کہ جب ملکی ضرورت اور حالات نے ان سے ملکی احکام کی پختگی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے قوم کو ادھر دعوت دی۔

خلیفہ اور بادشاہ کی پہچان کے سلسلے میں ضابطہ اور معیار یہ ہے کہ ان افعال کو کمزور احادیث کی بجائے صحیح احادیث پر پیش کیا جائے جس کے افعال احادیث صحیحہ کے موافق ہوں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے اور جس کے افعال اس سے متجاوز ہوں (وہ ملک ہے) خلیفہ مجازاً ہی ہوگا۔ اھ

اگر کوئی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم ہی نہ کرے اور آپ کو بادشاہ کہنے پر ہی مصر ہو تو ہم اس سے لفظوں پہ نزاع نہیں کرتے مگر اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت معاویہ رض کو بالفرض بادشاہ ہی تسلیم کیا جائے تو وہ قابل مذمت نہیں اور نہ ان کی بادشاہی ظالم یا کافر بادشاہوں کی سی ہے کیونکہ وہ بادشاہ ہوتے ہوئے حدود اللہ کے پابند شریعت کے محافظ اور عدل و انصاف میں ممتاز اور رعایا کے پورے محبوب تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۹۔ ص ۱۲۶ پر لکھتے ہیں۔

انه كان جيد السيرة حسن التجاوز جميل العفو كثير الستر والجهاد فی بلاد العدو قائم وكلمة الله عالية والغنائم ترد اليه من اطراف الارض والمسلمون معه فی راحة وعدل وصفح وعفو۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہترین سیرت کے مالک ایک اچھے درگزر کنندہ خوب معاف کرنیوالے اور رعایا کے عیوب کی بہت سترپوشی کرنے والے تھے آپ کی خلافت میں دشمن کے علاقہ میں جہاد جاری تھا اللہ کا کلمہ سربلند تھا اطراف زمین سے مال غنیمت جمع ہو کر آتا تھا مسلمان آپ کے زیر سایہ نہایت آرام عدل و انصاف اور عفو و درگزر کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۱۸۵ پر آپ پر ملوکیت کے طعن کے متعلق لکھتے ہیں۔

" مسلمان بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہتر نہیں ہوا اور نہ ہی کسی بادشاہ کی رعایا آپ کی رعایا سے بہتر تھی جب آپ کے زمانے کی مابعد والے بادشاہوں کے زمانے کی طرف نسبت کی جائے۔ ہاں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے زمانے کی طرف نسبت کرو تو یقیناً فرق واضح ہوگا۔"

پھر مسنداً چند آثار نقل کیے ہیں

" قتادہؒ (تابعین کے مشہور عالم) کہتے ہیں لوگو! اگر تم حضرت معاویہؓ کے زمانے میں ہوتے تو تمہاری اکثریت یہ کہتی کہ مہدی یہی ہے۔ اعمشؒ مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ اگر تم معاویہ رضی اللہ عنہ کو پاتے تو تم کہتے یہ مہدی ہے۔

اعمشؒ کی مجلس میں عمر بن عبدالعزیزؒ اور آپ کے عدل کا تذکرہ ہوا تو اعمشؒ بولے اگر تم معاویہؓ کو پاتے تو کیا کہتے۔ لوگوں نے کہا وہ حلم میں برتر تھے۔ اعمشؒ نے کہا وہ عدل و انصاف میں بھی (عمر بن عبدالعزیزؒ سے) برتر تھے۔

ابو اسحاق سبیعیؒ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں کے ان کے آباء کے روزینوں کے مطابق روزینے مقرر کیے جب میری باری آئی تو مجھے بھی تین سو درہم دیئے۔

نیز ایک دفعہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اگر تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے زمانہ کو پالیتے تو کہتے یہ مہدی ہے نیز کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسا ان کے بعد کوئی آدمی نہیں دیکھا۔

عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا فرماتے تھے "تمہیں عطیات دے چکنے کے بعد بھی بیت المال میں کچھ بقایا ہے۔ وہ بھی میں تم میں تقسیم کر دوں گا۔ اگر آئندہ سال کچھ مال آگیا تو تم میں تقسیم کر دیں گے ورنہ مجھے ملامت نہ کرنا کیونکہ یہ میرا مال نہیں بلکہ یہ اللہ کا مال ہے جو اس نے تمہیں دیا۔ (منہاج السنۃ مختصراً)

نیز علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ عدل و انصاف، رعایا سے احسان اور سیرت کی عمدگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت ہیں ان کی حدود حکومت خراسان سے لے کر بلاد

افریقہ تک اور قبرص سے لے کر یمن تک تھی سب سلطنت میں آپ کا یہی کردار تھا اس کے باوجود آپ کو اعتراف تھا کہ فضلاء صحابہؓ سے نہیں۔ نیز ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنی رعایا سے سلوک ایسا تھا جیسے بہترین حاکم رعایا سے سلوک کرتے ہیں۔ رعیت بھی آپ کو بہت پسند کرتی تھی۔ صحیحین کی یہ حدیث ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں جن کو تم پسند کرو اور وہ تمہیں پسند کریں وہ تم پر نماز جنازہ پڑھیں اور تم ان پر پڑھو۔ تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں جنہیں تم ناپسند کرو اور وہ تمہیں ناپسند کریں تم ان پر لعنت کرو وہ تم پر لعنت کریں۔ (منہاج السنتہ جلد ۳ ص ۱۸۹ قدیم)

حضرت معاویہؓ کی قابلیت پر غیر مسلموں کی شہادت

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۴ ص ۱۴۱ پر ہے۔

" آپ ایک پیدائشی حکمران تھے اس لیے شام انتظامی نقطہ نظر سے تمام اسلامی مملکت میں ایک مثالی صوبہ کی حیثیت رکھتا تھا آپ شامیوں کے دلوں پر حکومت کرتے تھے آپ نے طاقت سے نہیں نرمی و بردباری اور خداداد ذہانت سے فرمانروائی کی۔"

کولمبو انسائیکلوپیڈیا ص ۱۲۲۹ میں ہے۔

" معاویہ رضی اللہ عنہ کی پالیسی ہمیشہ بردبارانہ رہی اور روشن دماغی سے امور مملکت سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اسلامی مملکت کو پھر سے نمایاں طور پر یک جہتی بخشی"۔ بروکلمن ص ۷۳ پر ہے

" امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسلامی مملکت اور نظام حکومت کو ایک بار پھر فاروقی بنیادوں پر استوار کیا جو خانہ جنگیوں سے درہم برہم ہو چکا تھا"

(بحوالہ سیدنا معاویہؓ ص ۲۴۲ از محمود ظفر احمد سیالکوٹی)

حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۱۸ پر لکھتے ہیں۔

" حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے بردبار صاحب وقار اور رئیس و سردار کی حیثیت سے لوگوں میں مسلم تھے سخی عادل اور صاحب رعب و جلال تھے۔ مدائنی صالح بن کیسان سے روایت

تے ہیں کہ عرب کے ایک دانا نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بچپن میں دیکھا جب وہ اپنی ماں کے ں تھے تو کہنے لگا یہ لڑکا عرب قوم کا سردار ہوگا۔ آپ کی ماں ہند کہنے لگی اگر یہ اپنی قوم کا سردار نہ بنے لے سے ماں گم پاتے۔

قضا و عدالت:۔ آپ کے قاضی اور منصف و عادل ہونے کے متعلق مسعودی جیسا شیعی خیال مورخ بھی لکھتا ہے۔

" آپ دربار میں جانے سے قبل روزانہ مسجد میں جاکر کمزور ناتواں اور نادار لوگوں اور لاوارث بچوں تک کی شکایتیں سنتے اور ان کا تدارک کرتے۔ (مروج الذہب جلد ۴ ص ۴۱)

سید امیر علی شیعی نے عوام کی شکایات سننے کے لیے مسجد میں جا ناظہر کے وقت لکھا ہے نیز عدلیہ کو بالکل آزاد رکھا گیا تھا یہاں تک کہ ایک قاضی امیر المؤمنین کو بھی عدالت میں طلب کر سکتا تھا۔ قاضی حضرات کتاب و سنت کی روشنی میں اپنا کام کرتے تھے اس دور کے قاضی ہر قسم کے غلط لوازمات سے پاک تھے۔ متقی عالم مجتہد تھے اور حدود اللہ میں بڑے سے بڑے افسر سے بھی مرعوب نہیں ہوتے تھے منصب قضاء عموماً صحابہ کرام رضؓ کے سپرد تھا۔

(النظم الاسلامیہ ص ۲۳۴ بحوالہ سیدنا معاویہؓ ص ۳۵۷)

حلم و بردباری حلم کے متعلق آپ کے کئی واقعات مشہور ہیں۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا

انی لا رفع نفسی من ان یکون ذنب	میں اپنے آپ کو اس سے برتر سمجھتا ہوں کہ کوئی
اعظم من عفوی وجہل اکثر من	گناہ میری معافی سے بڑا ہو اور جہل میری بردباری
حلمی او عورۃ لا اوارلیھا بستری	سے زیادہ ہو یا کسی عیب کی سترپوشی نہ کروں یا
اواساءۃ اکثر من احسانی۔	کوئی برائی میرے حسن سلوک سے زیادہ ہو۔

(تاریخ طبری جلد ۵ ص ۳۳۵)

احنف بن قیسؓ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ حلیم کون ہیں؟ آپ یا معاویہؓ تو انہوں نے فرمایا۔ بخدا میں نے تم سے بڑھ کر جاہل نہیں دیکھا۔ معاویہؓ قدرت رکھتے ہوئے حلم سے کام لیتے ہیں اور میں قدرت نہ رکھتے ہوئے بردباری کرتا ہوں تو میں ان سے کیسے بڑھ سکتا یا برابری کر سکتا ہوں۔ (طبری ج ۶ ص ۱۸۷)

ایک دفعہ ایک شخص کی بدکلامی پر فرمایا میں لوگوں اور ان کی زبانوں میں دخل نہیں دیتا جب تک وہ ہمارے نظام حکومت میں دخل نہ دیں گے (طبری بحوالہ سیدنا معاویہؓ صـ ۴۳۲)

یزید کی ولیعہدی

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر ایک بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلافت کے لیے ولی عہد بنایا جس کے زمانے میں امت کو مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز بیٹے کو نامزد کرنا قطعاً جائز نہ تھا کیونکہ یہ قیصر و کسریٰ کی رسم تھی یہی ملوکیت کا سنگ بنیاد بنا معہذا وہ خلافت کا اہل بھی نہ تھا۔

الجواب :۔ یہاں تین باتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

۱۔ کیا باپ کے بعد بیٹا جانشین ہو سکتا ہے۔

۲۔ کیا خلیفہ خود اپنے بیٹے یا عزیز کو نامزد کر سکتا ہے۔

۳۔ کیا نامزدگی کے وقت حضرت معاویہؓ کے علم میں یزید میں خلافت کی اہلیت تھی یا نہ؟

پہلی بات کے سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ فی نفسہ باپ کے بعد بیٹے کے برسر اقتدار ہونے میں اور جانشین بننے میں کوئی قباحت نہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد تاج و تخت کے وارث آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے جانشین آپ کے فرزند ...... ہوتے۔

گو نبوت وہبی تھی مگر بادشاہت اور جانشینی کسبی تھی جو ان بزرگوں کو اپنے اختیار سے حاصل ہوئی تھی امت محمدیہؐ میں سب سے پہلے سیدنا حضرت حسنؓ اپنے والد ماجد کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوتے۔ جب حضرت علیؓ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد حسنؓ کو خلیفہ منتخب کر لیں تو آپ نے فرمایا۔ نہ میں روکتا ہوں نہ میں حکم دیتا ہوں۔ حالانکہ آپ اپنی جماعت کی رائے عام کو خوب جانتے تھے کہ وہ حسنؓ کو خلیفہ بنائیں گے مگر اس سے روکا نہیں۔

چنانچہ قیس بن سعدؓ نے اس بات کو اجازت سمجھ کر سب سے پہلے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگر واقعی بیٹے کا جانشین ہونا جرم تھا تو حضرت علیؓ کو سختی سے منع کر کے جانا چاہیئے تھا

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نامزدگی کے بغیر ہی عوام کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف میلان اس وقت کے غیر صحابہ عوام اور معاشرے کی یہ غمازی کرتا ہے کہ وہ باپ کے بعد بیٹے ہی کو جانشین دیکھنا چاہتے تھے ورنہ حضرت حسنؓ فضائل و مناقب کے باوجود صغار صحابہؓ میں سے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہو کر سیاست و تدبر میں بھی مشہور تھے اور ایسے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہم اہل علم اور اکابر صحابہؓ موجود تھے جو خلافت کے فرائض بخوبی سرانجام دے سکتے تھے۔ مگر انتخاب کے وقت ان کا تصور بھی نہیں کیا گیا کیوں؟ ہماری ناقص رائے میں اس کا سبب اس وقت کے معاشرہ کی وہی ذہنیت تھی جس کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے چند سال بعد اور بخوبی مشاہدہ کر کے یزید کو بنابر مشورہ نامزد کر دیا تاکہ اختلاف واقع نہ ہو۔

امر دوم :۔ خلیفہ عادل کو اختیار ہے کہ دیانتاً امت کی فلاح و بہبود کے پیش نظر اور قطع نزاع کی خاطر جسے بھی چاہے خلیفہ نامزد کر سکتا ہے خواہ اپنے باپ یا بیٹے ہی کو نامزد کرے اور وہ متہم نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ جب اس کے جملہ تصرفات رعایا پر واجب العمل اور نافذ ہیں تو یہ نامزدگی بھی جائز ہونی چاہیئے کیونکہ شریعت میں بیٹے کے جانشین یا اس کے نامزد کرنے پر حرمت کے کوئی احکام موجود نہیں۔ (دیکھیئے مقدمہ ابن خلدون صـ ۳۶۲)

رہا اس کا خلفاء راشدینؓ کی سنت کے خلاف ہونا تو یہ مسلم ہے مگر ان حضرات کا یہ طرز عمل نہایت تقویٰ اور پرہیزگاری پر مشتمل تھا وہ شبہ تہمت سے بچنے کے لیے بہت سے مباح کام بھی نہ کرتے تھے گو وہ شرعاً کر سکتے تھے اسی کمال ورع کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ اصحاب پر مشتمل مجلس شوریٰ کا رکن کسی بیٹے کو نہیں بنایا حالانکہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ موزوں خلافت تھے۔ تو ان حضرات کے اس طرز عمل پر عمل نہ کر سکنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو شریعت کا مخالف یا امر حرام کا مرتکب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بیٹے کی نامزدگی کے لیے شریعت میں کوئی امتناعی احکام موجود نہیں۔

امر سوم :۔ یہ کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو یزید کو نامزد کیا تو محض بیٹا ہونے کی حیثیت سے اور شفقت پدری کی بنا پر یا خلافت کے لیے موزوں اور امت کے لیے مفید سمجھ کر؟

امت کی اکثریت کی رائے یہی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے خلافت کا اہل سمجھ کر

نامزد کیا کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے کئی موقعوں پر آزمایا تھا مثلاً غزوہ قسطنطنیہ میں یزید سپہ سالار تھا اس کے ماتحت سادات صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت تھی مثلاً حضرت حسنین ابن عمر ابن عباس ابن زبیر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور بڑی مشقت سے انہوں نے قسطنطنیہ فتح کیا تھا۔ اور یہ وہ لشکر ہے جس کے متعلق صحیح بخاری میں ہے " قیصر کے شہر کو جو سب سے پہلا لشکر فتح کرے گا وہ بخشا جائے گا۔ (دیکھیے البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۳۲)

تو اس غزوہ میں یزید امیر لشکر تھا جس نے اپنی قابلیت دکھائی اور اکابر صحابہؓ اس کے ماتحت تھے کسی نے اعتراض نہیں کیا اور بھی کئی جنگوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید کی اہلیت کا پتہ چلا تھا اور آپ نے امیر حج بھی اسے بنایا تھا۔

یہ بات اپنی جگہ بلاشبہ صحیح ہے کہ تقویٰ اور استحقاق خلافت میں کئی حضرات یزید سے بڑھ کر تھے اور انتظامی امور میں بھی ہم سب حضرات پر یزید کو فوقیت نہیں دیتے مگر پھر بھی یزید کا انتخاب کیا گیا۔ ؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ قومی اور خاندانی عصبیت اور اس کی حمایت عربوں کے رگ و ریشہ میں تھی، اسی چیز کی بدولت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کو قریش میں محصور کر دیا تھا کیونکہ ان کی جلالتِ شان مسلم تھی اگر غیر قریش کا خلیفہ بنتا تو کبھی سارا عرب اس کی اتباع نہ کرتا۔

اسی طرح اب قریش کے دو اہم خاندانوں، بنو ہاشم اور بنو امیہ، میں ہی اقتدار رہ سکتا تھا کوئی تیسرا خاندان اس پوزیشن کا ہرگز نہ تھا مگر اس میں بھی رائے عامہ بنو امیہ کے حق میں تھی اور رعایا کی اکثریت بنو ہاشم جیسے معزز خاندان پر متفق نہ تھی۔ حضرات حسنینؓ کو اپنے والد ماجد کے آغازِ خلافت سے لے کر زمانہ صلح تک اس کا خوب تجربہ ہو چکا تھا اور وہ اپنے خاندان میں خلافت کے واپس آنے سے مایوس ہو چکے تھے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو صاف بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان میں نبوت اور خلافت کو ہرگز جمع نہ کرے گا۔"

یہ بھی دیکھیے کہ اس وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد محدود تھی جو عصبیت سے بالاتر ہو کر سوچتے تھے ورنہ پبلک کی اکثریت (تابعین وغیرہ) عرب کی قدیم عادت عصبیت کی ہی خوگر تھی۔ اب اگر بالفرض حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی کا تقرر نہ کر کے رخصت ہو جاتے اور اہل مدینہ کے بقایا اہل حل و عقد ہی مثلاً حضرت حسین، عبداللہ بن زبیر، ابن عمر رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو

معزر کرتے تو بھی امت کا کسی ایک پر اجتماع یقینی نہ ہوتا۔ بغاوتوں کا امکان تھا۔ خانہ جنگی ہوتی ...و مثلاً بنو امیہ اور شام کے عوام کبھی تابع نہ ہوتے جیسے بعد میں حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ ...ہونے والے مصائب شاہد ہیں انہی اندیشوں کی بنا پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زندگی ہی ...ں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی اور چند حضرات کے سوا کسی کی طرف سے چنداں مخالفت نہ ہوئی ...انچہ ولی عہدی کے سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ...ی گفتگو کا حاصل یہ تھا۔

" حضرت مغیرہؓ نے معاویہؓ سے کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عثمانؓ کے بعد امت میں کیا کچھ اختلافات اور خونریزیاں ہوئی ہیں۔ یزید آپ کی جانشینی کر سکے گا۔ آپ اس کو ولی عہد بنائیں، ...وہ آپ کے بعد لوگوں کا پشت پناہ ہوگا نہ کوئی فتنہ ہوگا نہ خونریزی ہوگی۔ اہل کوفہ سے بیعت ...میں ...ذمہ دار ہوں اور اہل بصرہ سے ابن زیاد کافی ہے" اھ (تاریخ ابن خلدون جلد ۳ ص ۳۴)

تاریخ ابن اثیر میں ہے "کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گورنر مدینہ مروان کو لکھا میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے اندیشہ ہے کہ امر خلافت کے متعلق میرے بعد اختلاف و خونریزی نہ ہو میں چاہتا ہوں کہ خود خلیفہ نامزد کر جاؤں۔ آپ اہل مدینہ سے مشورہ لیں۔ چنانچہ مروان نے سب اہل مدینہ کو جمع کر کے پوچھا سب نے خوش ہو کر کہا بہت اچھا ہمیں خلیفہ سے یہی امید ہے وہ اس میں کوتاہی نہ کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امت کی فلاح اور قطع نزاع کے لیے آپ نے ایسا کیا تھا۔"

علامہ ابن خلدونؒ مقدمہ فصل ولایۃ العہد ص ۳۷۲ پر لکھتے ہیں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو مصلحت کے تحت جو ولی عہد چنا تھا کیونکہ بنو امیہ کے ارباب حل و عقد کا یزید کی ولی عہدی پر اتفاق تھا کیونکہ اس وقت بنو امیہ ...پنے سوا کسی اور کے لیے خلافت نہیں چاہتے تھے۔ بنو امیہ قریش تھے انہیں تمام مسلمانوں کی عصبیت حاصل تھی اور یہی ارباب اقتدار تھے اس لیے انہی میں سے ولی عہد چنا گیا اور جو بظاہر خلافت کے اہل تھے انہیں نظر انداز کر دیا گیا تاکہ مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد میں جو شارع کے نزدیک انتہائی اہم ہے خلل نہ آئے اور ملک میں انتشار نہ پھیلے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہی حسن ظن رکھنا چاہیے کیونکہ آپ کی عدالت اور صحبت رسالت مآب کا یہی تقاضا ہے اور پھر بڑے بڑے

صحابہؓ کا اجماع اور ان کی خاموشی اس کی کھلی دلیل ہے کہ اس سلسلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
بدگمانی سے بری ہیں کیونکہ صحابہ کی یہ شان نہ تھی کہ وہ حق سے چشم پوشی فرمائیں اور مروت سے کام
کے ساتھ نرمی برتیں اور نہ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کی یہ شان تھی کہ وہ اقتدار شاہی کے
سامنے حق ماننے سے انکار کر دیں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان اس سے بلند و ممتاز ہے اور
ان کی عدالت اس قسم کی بدگمانیوں سے مانع ہے۔ اھ "

اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ یزید فاسق و فاجر نہ تھا ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
سے ہرگز نامزد نہ کرتے۔ اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو علم تھا اور وہ چشم پوشی کر رہے تھے
تو ذکر کرنے کا پہلو یہ ہے کہ علی الاصح ۵۰ھ میں یزید کی ولی عہدی ہوئی۔ دس سال تک
یزید اسی حیثیت سے رہا۔ آخر پوری مملکت میں کوئی ایسی ناہی عن المنکر جماعت نہ تھی جو نرم
انداز سے سہی مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نکیر کرتی یا آپ کو سمجھاتی اور یزید کے فسق و فجور
کو طشت از بام کرتی۔ دس سال کی طویل مدت میں بہت بڑا پروپیگنڈہ کر کے یزید کے خلاف
فضا مکدر کر سکتے تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قاتلانِ
حسینؓ شیعان کوفہ نے یزید کے خلاف فسق و فجور کے خوب طومار باندھے۔ ابو مخنف نے عالم
دنیا میں اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

ورنہ ابن تیمیہؒ قاضی ابوبکر بن عربیؒ وغیرہ کئی محققین نے اس کے غیر فاسق ہونے
کی تصریح کی ہے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ بھی البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۳۳ پر لکھتے ہیں۔

جب مدینہ میں یزید کے خلاف بغاوت ہوئی تو محمد بن علیؓ بن ابی طالب (ابن حنفیہ) نے
ابن مطیع سے مناقشہ کرتے ہوئے یزید کے متعلق کہا کہ جو کچھ تم اس کی برائیاں ذکر کرتے ہو میں
نے نہیں دیکھیں حالانکہ میں یزید کے پاس آیا گیا اسکے ہاں قیام کیا۔ میں نے اسے نماز کا پابند
نیکیوں کا متلاشی اور سنتِ نبوی کا متبع پایا۔ فقہ اور دینی مسائل اس سے پوچھے جاتے تھے۔

حضرت محمد بن الحنفیہؒ جیسے فاضل کی یزید کے متعلق یہ عینی شہادت بڑا مقام رکھتی ہے
اور فسق و فجور کا پردہ چاک کرتی ہے۔ گو کئی حضرات نے اپنے زمانہ خلافت میں یزید کے فسق

اعتراف کیا ہے۔

" یزید میں کئی قابل تعریف خصلتیں تھیں مثلاً سخاوت، بردباری، فصاحت و
بلاغت، شعر گوئی، بہادری، حکومت کے متعلق عمدہ سیاست دانی وغیرہ اور
خوبصورت اور خوش اخلاق تھا۔ معہذا شہوانی مزاج اوقات نماز کو قضا کر دینے
والا اور بسا اوقات نماز چٹ کر جانے والا تھا۔ (ابن کثیر از البدایہ والنہایہ ص ۲۳ ج ۸)
مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی تک اس کا فسق ثابت نہ تھا نہ آپ کے علم میں تھا
آپ کی عدالت اس کی اجازت دیتی ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ مقدمہ ص ۲۷۵ ط جدید پر رقم طراز ہیں۔

" یزیدؒ نے اپنی خلافت میں جو نافرمانیاں کیں ان کے متعلق یہ کبھی گمان نہ کرنا کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ کو معلوم تھیں کیونکہ آپ کی شان اس سے افضل اور برتر تھی بلکہ آپ
اپنے عین حیات گانا سننے پر ملامت کرتے اور روکتے تھے۔

الغرض اپنے دور حکومت میں یزید نے جو برے کام کیے تو وہ بلاشبہ مذموم ہیں ہم ان
کی حمایت نہیں کرتے اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں مگر ان کی ذمہ داری حضرت معاویہ
رضی اللہ عنہ پر ہرگز نہیں ڈالی جا سکتی کیونکہ انہوں نے نہ ایسے کام کی وصیت کی نہ ان کو یہ علم
غیب تھا کہ یزید ایسے گل کھلائے گا۔ انہوں نے تو نیک نیتی سے امت کے مفاد اور اتحاد کے
لیے شوریٰ کے ارباب حل و عقد کے مشورہ کے بعد یہ اقدام کیا گو فی نفسہ خلافِ اولیٰ تھا۔ مگر نتیجۃً
وہ ناخلف نکلا اور نوشتۂ تقدیر اور تھا۔

اگر کہو کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو جانشین نہ بناتے تو یہ حادثات نہ ہوتے تو
ہم کہتے ہیں کہ یہ ہوائی تیر ہیں اور تقدیر کا مقابلہ کرنا ہے اس اگر مگر سے بات لمبی بھی ہو سکتی ہے
کہ اگر حضرت حسن رضی اللہ عنہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح نہ کرتے تو بزعمِ
مخالفین بادشاہت کی مصیبت سے امت دوچار نہ ہوتی اور نہ ہی یزید کی ولی عہدی
عمل میں آتی۔ اگر شیعان کوفہ ہی دعوت خلافت کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو نہ بلاتے
تو نہ حادثہ کربلا ہوتا نہ سانحہ حرہ پیش آتا۔ ھلم جرا۔

حضرت معاویہؓ کی یزید کو وصیت

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رحلت فرماتے وقت یزید کو جو وصایا کیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خلافت کو بازیچۂ اطفال نہیں بنایا بلکہ امت کی فلاح وبہبود اور استحکام خلافت کے پیش نظر یزید کو خوب تاکید کر دی تھی۔ حافظ ابن کثیرؒ نے مندرجہ ذیل وصایا نقل کی ہیں۔

۱۔ اے یزید اللہ سے ڈرتے رہنا، خلافت کا کام تیرے لیے میں نے آسان کر دیا ہے۔

۲۔ رعایا سے نرم سلوک کرنا اور ان کی تکلیف دہ یا اہانت آمیز بات سے چشم پوشی کرنا، اور گوارا کر لینا اس سے تیری زندگی خوش گوار اور رعایا درست رہے گی۔

۳۔ جھگڑنے اور غصہ کے مقتضیٰ پر عمل کرنے سے بچنا ورنہ اپنے نفس اور رعایا دونوں کو برباد کر دو گے۔

۴۔ معززا اور شرفاء لوگوں کی توہین اور ان پر تکبر کرنے سے بچنا اور ان سے اس حد تک نرم رہنا کہ وہ تجھ میں کوئی کمزوری یا عاجزی نہ دیکھنے پائیں انہیں اپنے تخت پر بٹھا کر مقرب ترین بنانا وہ بھی تیرا حق پہچانیں گے۔

۵۔ ان کی توہین یا حق تلفی نہ کرنا ورنہ وہ بھی تیری حق تلفی کر کے عیب جوئی کریں گے۔

۶۔ جب کوئی اہم کام کرنے لگو تو اہل خیر وتقویٰ معمر وتجربہ کار بزرگوں سے مشورہ کرنا، اور ان کی رائے کی مخالفت نہ کرنا۔

۔ صرف اپنی رائے پر نہ اڑے رہنا کیونکہ بہتر رائے صرف ایک سینے میں نہیں ہوتی۔

۸۔ جو کوئی تجھے کسی نیک کام کا مشورہ دے تو اس کی بات ماننا۔

۹۔ چست وہوشیار رہنا اپنی فوج کی دیکھ بال کرتے رہنا۔

۱۰۔ تم اپنی ذات کو درست اور صاف رکھنا۔ رعایا بھی تیری مطیع اور درست رہے گی۔

۱۱۔ اپنی ذات میں لوگوں کو عیب گیری کا موقع نہ دینا کیونکہ لوگ شر کی طرف لپک کر جاتے ہیں

۱۲۔ نماز باجماعت کی پابندی کرنا۔ اگر تو نے میری ان وصیتوں پر عمل کیا لوگ تیرا حق پہچانیں گے تیری سلطنت مامون ہو گی اور لوگوں کی نگاہوں میں تیری عزت بڑھے گی۔

۱۳۔ مکہ، مدینہ کے باشندوں کی عزت کرنا کیونکہ یہی تیرے آباء اور قبیلہ بھی ہیں۔

۔ عام شہروں کے باشندگان کی طرف ایسا خط لکھنا جس میں تیری طرف سے ان سے بھلائی کا وعدہ ہو اس سے ان کی امیدیں بڑھ جائیں گی۔

۔ اہل شام کی عزت کی حفاظت کرنا کیونکہ وہ تیرے اطاعت شعار ہیں

۔ اگر اطراف مملکت سے تیرے پاس وفود آئیں تو ان سے حسن سلوک کر کے ان کی عزت کرنا کیونکہ وہ اپنے علاقوں کے باشندوں کے نمائندے ہوں گے۔

۱۷۔ کسی تہمت لگانے والے اور بہتان تراش کی بات پر کان نہ دھرنا کیونکہ میں نے ان کو بدترین وزراء پایا ہے۔ (البدایہ جلد ۸ ص ۲۳)

حضرت معاویہؓ کا خوف خداوندی

جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ مجھے اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن مبارک آپ کے پاس تھے آپ نے وصیت کی کہ انکی راکھ بنا کر میری آنکھوں اور منہ میں ڈالی جائے۔ اور فرمایا تم ایسا ضرور کرنا پھر مجھے میرے خدا ارحم الراحمین کے حوالے کر دینا۔

جب وفات ہونے لگی تو فرمایا کاش میں ذی طوی مقام کا قریش کا ایک عام آدمی ہوتا اور خلافت کی کچھ ذمہ داری نہ لی ہوتی۔ جب آپ رحلت فرما گئے تو حضرت ضحاک بن قیسؓ نے آپ کا کفن لیا اور منبر پر چڑھ کر لوگوں کو یہ خطبہ دیا کہ حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ عرب قوم کا سنگ بنیاد تھے اور عربوں کا محور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے فتنہ کا خاتمہ کیا۔ اپنے بندوں پر انہیں بادشاہ بنایا آپ کے لشکروں کو خشکی اور سمندر میں پھیلا دیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ خدا نے آپ کو بلایا انہوں نے لبیک کہی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۸۷ ونحو فی البدایہ جلد ۸ ص ۱۴۳)

حضرت معاویہ صحیح قول کی بنا پر ۱۵ رجب ۶۰ھ میں فوت ہوئے آپ کی عمر اڑسٹھ سال تھی اور خلافت کا زمانہ ۱۹ سال چند ماہ تھا۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

تعارف ۔ مغیرہ بن شعبہ بن ابی عامر بن مسعود بن معتب ثقفی آپکی کنیت ابوعیسیٰ اور ابوعبد اللہ ہے۔ صلح حدیبیہ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حدیبیہ اور اس کے بعد کے تمام غزوات اور معرکوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شرکت کی[1] آپ کو اور حضرت ابوسفیان بن حرب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ طائف میں بھیجا تھا تو انہوں نے وہاں والوں کو شکست دی تھی۔[2]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تو تہمت لگائے جانے تک آپ گورنر رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے آپ کو معزول کر دیا اور ثبوت جرم نہ ہونے کی بنا پر کوفہ کا گورنر بنا دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت تک آپ کوفہ کے گورنر رہے۔ پھر کچھ مدت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو برقرار رکھا پھر معزول کر دیا۔ جنگ یرموک میں آپ کی ایک آنکھ شہید ہو گئی تھی۔ قادسیہ اور فتح نہاوند میں بھی شریک تھے جبکہ حضرت نعمان بن مقرن رض میسرہ پر سپہ سالار تھے۔ ہمدان وغیرہ کی فتوحات میں بھی شرکت کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جمل و صفین کے فتنوں سے الگ رہے پھر فیصلہ تحکیم میں شریک ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں آپ کو کوفہ کا حاکم بنایا تو وفات تک آپ گورنر رہے۔

(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۴۷)

آپ نے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کی اولاد میں سے عروہ، حمزہ اور عقار اور آپ کے غلام وراد کے علاوہ آپ کے چچا زاد بھائی جبیرہ بن حیہ اور زیاد بن جبیرہ، مسور بن مخرمہ، قیس بن ابی حازم، مسروق بن الاجدع، نافع بن جبیر عامر، شعبی عروہ بن زبیر، عمرو بن دہب ثقفی، قبیصہ بن ذویب، عبید بن فضلہ، بکر بن عبداللہ مزنی زیاد بن علاقہ اسود بن ہلال تمیم بن جذام علقمہ بن وائل حضرمی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، علی بن ربیعہ والبی ہذیل بن شرجیل زرارہ بن اوفیٰ اور دیگر بہت سے تابعین رحمہم اللہ اجمعین نے احادیث روایت کی ہیں۔

[1] تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۳)

ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ مغیرۃ الرائے (صاحب تدبیر مغیرہ) سے مشہور تھے مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ سیاست و تدبیر میں سب اہل عرب سے بڑھے ہوتے چار آدمی ہیں ان میں حضرت مغیرہ رض بھی ہیں۔ نیز مجالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں قبیصہ سے سنا، کہتے تھے کہ میں حضرت مغیرہ رض کی صحبت میں رہا ہوں اگر کسی شہر کے آٹھ دروازے بند ہوں اور کسی تدبیر کے سوا نکلنا ممکن نہ ہو تو حضرت مغیرہ رض تمام دروازوں سے تدبیر اور چالاکی سے نکل جائیں گے۔ ابوالقاسم بن سلام کہتے ہیں کہ سب سے پہلے بصرہ کا دیوان انہوں نے بنایا تھا

[2] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۴۷ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۲۶۲)

مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۴۷ پر ہے "آپ کو مغیرۃ الرائے کہا جاتا تھا آپ نہایت زیرک اور صاحب تدبیر تھے۔ آپ کے سینے میں اگر دو مشکل معاملے کھٹکتے تو آپ یقیناً ایک کا حل نکال لیتے۔ ابوالقاسم بن سلام کہتے ہیں کہ ۴۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی مگر ابن سعد ابوحسان زیادہ اور بہت سے مورخین نے ۵۰ھ بتایا ہے اور خطیب بغدادیؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے"

احقر مولف کی نظر سے کوئی خاص مرفوع اور صحیح حدیث آپکی فضیلت میں نہیں گزری مگر چونکہ آپ صلح حدیبیہ سے قبل اسلام لاتے اور حدیبیہ میں بیعت رضوان کی سعادت سے مشرف ہوتے اور حدیبیہ کی شب میں حضور علیہ السلام کا پہرہ بھی دیا تھا اس لیے دیگر زندگی کے سب اعمال حسنہ سے قطع نظر حدیبیہ میں شرکت ہی آپ کی فضیلت پر روشن دلیل اور جنت کی ضامن ہے جیسے اصحاب حدیبیہ کی فضیلت میں حدیث گزر چکی ہے۔ آپ سے رواۃ حدیث کی کثرت آپ کی وسعت علمی اور احادیث نبوی ص سے کمال شیفتگی پر روشن دلیل ہے۔ علاوہ ازیں سیاست اور مدبرانہ صلاحیتوں کی بنا پر آپ عمر بھر حاکم اور گورنر ہی رہے۔ رضی اللہ عنہ۔

ایسے بزرگ صحابی پر یہ الزام کہ "ذاتی مفاد کے لیے ولی عہدی یزید کی تحریک کا آغاز کیا تھا" آپ کی نیت پر مکروہ حملہ اور قائل کے اندرونی مرض کی غمازی کرتا ہے۔

اعاذنا اللہ منہ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید فتح مکہ سے قبل حدیبیہ اور فتح خیبر کے درمیان مشرف باسلام ہوتے بعض نے ۵ھ بتایا ہے۔

اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۶ میں ایک قول کے مطابق ہجرت نبوی سے قبل ہی حبشہ میں نجاشی کے پاس اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام کی تاریخ میں تابعی کے ہاتھ پر صحابی کے قبول اسلام کی یہی ایک مثال ہے جو حدیبیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں اسلام لانے کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوا۔ خالد بن ولیدؓ سے ملاقات ہوئی جب وہ فتح مکہ سے قبل مکہ سے مدینہ کو آ رہے تھے میں نے پوچھا اے ابو سلیمان کہاں کا ارادہ ہے کہنے لگے یہ آدمی سچے نبی ہیں بخدا میں اسلام لانے جا رہا ہوں کب تک منحرف رہوں گا میں نے کہا بخدا میں بھی تو صرف اسلام لانے آیا ہوں۔ پس ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے خالد بن ولیدؓ نے اسلام قبول کر کے بیعت کی پھر میں قریب ہوا اور اسلام قبول کر کے بیعت کی۔

عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ جب ہم اسلام لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولیدؓ اور میرے برابر کسی کو نہیں سمجھا جو بعد میں اسلام لاتے (مستدرک جلد ۳ صفحہ ۴۵۴)

بعض روایات میں ہے کہ حضرت عثمان بن طلحہ عبدری بھی قبول اسلام میں ان کے ہمراہ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا تھا کہ مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جیش سلاسل کا سپہ سالار بنایا تھا آپ کے جھنڈے کے تحت حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور اکابر صحابہؓ بھی تھے حضور علیہ السلام نے آپ کو عمان کا حاکم بنایا تھا۔ وفات کے وقت آپ بدستور حاکم تھے شام کی فتوحات میں لشکر کے سپہ سالاروں میں سے ایک آپ بھی تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب کی خلافت میں مصر فتح کیا اور گورنر رہے اور کچھ مدت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی وہاں کے گورنر رہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پھر آپ مصر کے گورنر بنائے گئے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۸ صفحہ ۵۷)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قبائل عرب کی طرف نمائندہ بنا کر بھیجا تھا کہ اہل دیہات کو اسلام کی دعوت دیں۔ چونکہ آپ کی پھوپھی قبیلہ بلی سے تعلق رکھتی تھیں اس لیے حضورؐ نے اس قبیلہ کی تالیف قلب کرنے کے لیے بھی آپ کو بھیجا تھا (اسد الغابہ صفحہ ۱۱۶ ج ۴) آپکی دعوت پر عمان کے سردار اور سب عرب مسلمان ہوگئے۔

آپ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ سے احادیث روایت کی ہیں اور آپ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور آپ کے غلام ابو قیس کے علاوہ قیس بن ابی حازم ابو عثمان نہدی علی بن رباح لخمی عبدالرحمٰن بن شماسہ عروہ بن زبیر اور محمد کعب قرظی اور عمارہ بن خزیمہ وغیرہ تابعینؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔ (تہذیب)

فضائل ومناقب

۱۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِبْنَا الْعَاصِ مُؤْمِنَانِ ھِشَامٌ وَعَمْرٌو۔	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عاص کے یہ دو بیٹے مومن ہیں ہشام اور عمرو۔

(مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۵۳)

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے اور قابل احتجاج ہے

حضرت عمرو بن العاص کی فضیلت میں یہ اہم حدیث ہے کیونکہ صادق و مصدوق و ترجمان وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے ایمان پر شہادت ہے اور اس سے کامل درجہ ہی مراد ہے لہذا آپ کے ضعیف الایمان ہونے یا بدعہدی جیسے منافقانہ خصائل سرزد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ کپڑا اوڑھ کر سوئے ہوئے تھے یا سوتے معلوم ہوتے تھے تو آپ نے فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعَمْرٍو (اے اللہ عمرو کو بخش دیجیے) تین مرتبہ یہ فرمایا صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔

یارسول اللہ عمرو کون ہیں؟ فرمایا عمرو بن العاص جب میں اسے صدقہ کے لیے بلاتا تھا تو لے آتا تھا۔ (کنز العمال جلد ۷ ص۳۳) صاحب کنز العمال فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

اور مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۵۴ پر بھی یہ حدیث موجود ہے جس کے لفظ یہ ہیں
" اللہ تعالیٰ عمرو بن العاص رضؓ پر رحم فرمائے تین مرتبہ فرمایا۔ صحابہؓ کے وجہ دعا پوچھنے پر فرمایا وہ مجھے یاد آگئے میں جب لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا تھا تو عمروؓ بن العاصؓ کافی مقدار میں صدقہ پیش کرتے تھے میں پوچھتا اتنا مال تمہارے ہاں کہاں سے آیا تو کہتے یہ اللہ کی جانب سے ہے عمرو سچ بولتے تھے واقعی عمرو مالدار تھے "

زہیر (راوی حدیث) کہتے ہیں "جب فتنوں کا زمانہ آیا تو میں نے سوچا کہ میں اس شخص کی پیروی کروں گا جس کے بارے میں آپ نے ایسا فرمایا ہے چنانچہ میں آپ کا متبع ہو کر آپ سے جدا نہیں ہوا۔ "

حاکم کہتے ہیں یہ حدیث صحیح الاسناد ہیں مگر شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی۔ حافظ ذہبی نے بھی اس کی تصحیح کی ہے (مستدرک)

۳۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس آئے تو فرمایا ابو عبداللہ (عمروؓ) اور ام عبداللہ کیا ہی بہترین گھرانے کے لوگ ہیں
(کنز العمال جلد ۷ ص۳۳)

۴۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قریش کے نیک لوگوں میں سے ہیں۔ (ایضاً)

مجاہد شعبیؒ سے اور وہ قبیصہؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک مدت تک حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں رہا۔ میں نے آپ سے بڑھ کر عمدہ جچی تلی رائے والا، بہترین مصاحب اور ظاہر و باطن میں یکسانیت والا کوئی آدمی نہیں پایا۔

مجاہد شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ عرب کے ہوشیار اور زیرک ترین انسان چار ہیں حضرت معاویہ، عمروؓ بن العاصؓ، مغیرہؓ بن شعبہ رضی اللہ عنہم اور زیاد بن ابی سفیانؓ۔ معاویہؓ حلم اور

ی میں، عمروؓ بن العاص مشکل ترین مسائل حل کرنے میں، مغیرہؓ بن شعبہ فی الفور عمدہ تدبیر نے میں اور زیاد بن ابی سفیانؓ ہر چھوٹے بڑے معاملے کو حل کرنے میں (تہذیب ج ۸ ص۵۸)

لیث بن سعد مجاہدؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے سلام آزاد کر دیئے تھے (طبقات بن سعد جلد ۴ ص۶ ط لیدن)

آپ عرب کے مشہور بہادروں اور پہلوانوں میں سے تھے اور صاحب تدبیر تھے۔ مصر میں الفطر کی رات (۴۳ھ) وفات پائی۔ (اسد الغابہ جلد ۴ ص۱۱۷)

ت خداوندی۔

قرب وفات کے وقت حضرت عمرو بن العاص رونے لگے۔ صاحبزادے نے پوچھا آپ وں رو رہے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ بشارت نہیں دی تھی؟ اور کیا یہ ارت نہیں دی تھی؟ تو آپ نے اپنی زندگی کے تین ادوار بیان کیے۔ ۱۔ جب میں کافر ا اہل نار میں سے تھا مگر حضور علیہ السلام کی خدمت میں آ کر اس شرط پر اسلام قبول کیا کہ یرے پہلے سب گناہ معاف ہوں تو آپ نے فرمایا قبول اسلام پہلے کے سب گناہوں کو معاف ر دیتا ہے تو حضور علیہ السلام سے بڑھ کر مجھے کوئی ہستی محبوب نہ تھی اور میں نے متعدد اعمال یے اگر میں اس وقت فوت ہو جاتا تو یقینی جنتی تھا۔ (۳) پھر ہمیں چند ایسے کاموں سے واسطہ ا جن کے بارے میں اپنے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا کہ میرا انجام کار کیا ہو گا۔ جب میں مر جاؤں تو یرے جنازے کے پاس کوئی بین کرنے والی نہ آئے اور نہ ہی آگ میرے قریب لانا۔ جب جھے دفن کر چکو تو قبر پر مٹی کا کوہان بنا دینا۔ جب میری قبر سے فارغ ہو جاؤ تو اتنی مقدار یری قبر پر ٹھہرنا جتنی دیر اونٹ ذبح کر کے اسکا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ میں تم سے مانوس ہوں گا تاکہ میں معلوم کر دوں کہ اپنے رب کے قاصدوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص۶)

واضح رہے کہ آپ نے تیسرے دور (ایام فتن) کے متعلق اس خوف و خشیت کا اظہار کیا ہے جو کمال تقویٰ کی دلیل ہے ان سے دوچار ہونے والا ہر صحابی یہ حذر رہتا تھا اور یہی کاملین کی شان ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

ذنوبي بلائي فما حيلتي — اذا كنت في الحشر حمالها۔

میرے گناہ مجھ پر مصیبت ہیں جب حشر کے دن ان کو اٹھانا پڑے گا تو کیا تدبیر کروں گا۔

وفات کے وقت آپ یہ کلمات بار بار دہراتے تھے۔

اللهم انك امرتني فلم اءتمر وزجرتني فلم انزجر (ووضع يده على موضع الغل وقال) اللهم لا قوي فانتصر ولا بريئ فاعتذر ولا مستكبر بل مستغفر لا اله الا انت۔

اے اللہ تو نے مجھے حکم دیا میں نے کما حقہ اس پر عمل نہیں کیا تو نے مجھے ڈانٹا میں نے اس سے نصیحت حاصل نہیں کی۔ پھر اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے اللہ تیرے سوا کوئی طاقتور نہیں جس سے مدد چاہوں تیرے سوا کوئی بے عیب نہیں کہ میں عذر بیان کروں۔ تیرے بغیر کوئی برائی والا بلکہ کوئی گناہ بخشنے والا نہیں تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔

(اسد الغابہ جلد ۴ صـ ۱۱۷)

ترکہ و میراث حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمروؓ بن العاص کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا میرے مال کو ماپو جب وہ ماپا گیا تو ۵۲ مد نکلا تو فرمایا اسے کون لے گا۔ کاش یہ مینگنیاں ہوتا مد میں ۱۲ اوقیہ ہوتے ہیں (مستدرک جلد ۳ صـ ۴۵۳)

اوقیہ نصف رطل کا چھٹا حصہ ہے جو چوتھائی چھٹانک ہوتا ہے (منجد اردو صـ ۸۵)

تو یہ کل وزن ۱۰- ۹ (۹ سیر ۱۰ چھٹانک) ہوا اگر اس وزن سے مراد چاندی بھی ہو تو اس کی قیمت اس زمانہ کے مطابق چند صد دراہم ہی ہو گی۔

یہ اس شخص کا ترکہ ہے جو عمر بھر مختلف صوبوں کا حاکم اور گورنر رہا۔ اس قلیل ترکہ سے آپ کے زہد و تقویٰ کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ اگر عام دنیادار قسم کے انسان ہوتے جیسے مخالفین صحابہ کا خیال ہے تو ہو تو بہت بڑا سرمایہ دار ہونا چاہیئے تھا۔

بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے سیاسی اور اجتہادی اختلافات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے سبائی پارٹی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق ایسی بے سروپا داستانیں اختراع کی ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے جو "دلیکن قلم درکف دشمن است" کا مصداق ہے۔

وما قدروا اصحاب محمد حق قدرهم
رضي الله تعالىٰ عنهم وارضاهم اجمعين

ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا واعف عنا
ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان
ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنو ربنا انك
رءوف رحيم
وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وعلى
اله واصحابه واهل بيته وازواجه واتباعه
اجمعين

وانا الراجي الى عفو الله مہر محمد بن میاں محمد المیانوالوی مولٰنا والدیوبندی مسلکا
خطیب و مدرس "امداد الاسلام" جامع مسجد بازار خراداں نور باوا نمبر ۱ گوجرانوالہ

۱۵ رجب ۱۴۰۲ھ

کتب مراجع ومصادر

القرآن الحکیم

کتب حدیث

۱ صحیح بخاری
۲ صحیح مسلم
۳ جامع ترمذی
۴ سنن ابی داؤد
۵ مشکوٰۃ
۶ صحیح ابن حبان
۷ موارد الظمآن
۸ مستدرک حاکم
۹ مسند احمد
۱۰ مجمع الزوائد
۱۱ جمع الفوائد
۱۲ کنز العمال
۱۳ سنن رزین
۱۴ جامع الاصول من احادیث الرسول
۱۵ فتح الباری للحافظ ابن حجرؒ
۱۶ عمدۃ القاری للعینیؒ
۱۷ شرح مسلم للنوویؒ

اصول حدیث

۲۰ معرفۃ علوم الحدیث للحاکم
۲۱ الکفایہ فی علم الروایہ
۲۲ الجامع بین آداب الراوی والسامع
۲۳ کلاہما للخطیب البغدادی
۲۴ تقریب التہذیب
۲۵ مقدمہ ابن صلاح
۲۶ فتح المغیث للسخاوی
۲۷ باعث الحثیث
۲۸ تدریب الراوی
۲۹ توضیح الافکار
۳۰ توجیہ النظر
۳۱ السنۃ قبل التدوین
۳۲ کوثر النبی
۳۳ المصباح للقاسم الاندجانی

کتب عقائد

۳۴ مقالات اسلامیین
۳۵ غنیۃ الطالبین
۳۶ العواصم من القواصم

۳۷ منہاج السنۃ النبویہ
۳۸ الصارم المسلول
۳۹ تحریر الاصول
۴۰ تقریر الاصول
۴۱ مسامرہ مع مسایرہ
۴۲ شرح عقیدہ طحاویہ
۴۳ تمہید ابی الشکور سالمی
۴۴ ارشاد الطالبین
۴۵ شرح عقائد
۴۶ شرح مقاصد
۴۷ شرح فقہ اکبر
۴۸ تطہیر الجنان
۴۹ الصواعق المحرقہ
۵۰ شفاء لقاضی عیاض
۵۱ نسیم الریاض شرح شفاء
۵۲ شرح شفاء لملا علی قاریؒ
۵۳ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ
۵۴ رسالہ تائید مذہب اہل سنت
۵۵ تحفہ اثنا عشریہ
۵۶ مختصر التحفہ الاثنی عشریہ
۵۷ التعلیق علی العواصم لمحب الخطیب
۵۸ ازالۃ الخفاء
۵۹ نبراس شرح شرح عقائد
۶۰ الناہیہ عن طعن معاویہ رض

کتب تاریخ ورجال

۶۱ مقام صحابہ رض
۶۲ تاریخ اسلام ندوی
۶۳ شیعہ اور صحابہ رض
۶۴ الاخبار الطوال *
۶۵ تاریخ الامم والملوک للطبری
۶۶ الاستیعاب
۶۷ تاریخ ابن اثیر
۶۸ الطبقات الکبریٰ لابن سعد
۶۹ میزان الاعتدال
۷۰ اسد الغابہ
۷۱ الاصابہ فی احوال الصحابہ رض
۷۲ تہذیب التہذیب
۷۳ البدایہ والنہایہ
۷۴ تاریخ ابن خلدون
۷۵ مقدمہ ابن خلدون
۷۶ ریاض النضرہ لمحب طبری
۷۷ محاضرات تاریخ الامم
۷۸ تاریخ الخلفاء للخضری
۷۹ سیدنا معاویہؓ لمحمود ظفر
۸۰ تاریخ اسلام لنشتر
۸۱ خلافت وملوکیت للمودودی

کتب تفسیر

۸۲ ۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی
۸۳ ۔ روح المعانی
۸۴ ۔ تفسیر ابن کثیر
۸۵ ۔ تفسیر کبیر
۸۶ ۔ تفسیر مدارک
۸۷ ۔ ترجمہ اردو از مولانا فتح محمد جالندھری
۸۸ ۔ ترجمہ از مولانا عبدالماجد دریاآبادی
۸۹ ۔ تفسیر جلالین ۔ ۹۰ ۔ شیعہ ترجمہ مقبول

کتب اصول فقہ

۹۱ ۔ جامع الاصول للجزری
۹۲ ۔ مسلم الثبوت
۹۳ ۔ فواتح الرحموت
۹۴ ۔ اصول سرخسی
۹۵ ۔ اصول فقہ للخضری
۹۶ ۔ شرح مختصر المنتہی
۹۷ ۔ الاحکام فی اصول الاحکام

کتب متفرقہ

۹۸ ۔ مصباح اللغات
۹۹ ۔ المنجد ۔ ۱۰۰ ۔ تفہیمات
۱۰۱ ۔ درمختار مع ردالمحتار شامی
۱۰۲ ۔ ارشاد القاری علی صحیح البخاری
۱۰۳ ۔ مختصر الفتاویٰ المصریہ
۱۰۴ ۔ تحفۃ الاخلاء فی عصمۃ الانبیاء
۱۰۵ ۔ النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہؓ
۱۰۶ ۔ آیات بینات از محسن الملک
۱۰۷ ۔ جامع البیان ۔ ۱۰۸ ۔ جماعت اسلامی کا دستور عقائد
۱۰۹ ۔ احیاء العلوم للغزالی
۱۱۰ ۔ الروض الباسم
۱۱۱ ۔ فضائل قرآن مجید از مولانا زکریا صاحب
۱۱۲ ۔ ایک تنقیدی نظر از قاضی مظہر حسین
۱۱۳ ۔ عادلانہ دفاع از نورالحسن شاہ
۱۱۴ ۔ ماہنامہ ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۷۰ء

کتب شیعہ

۱۱۵ ۔ اصول کافی لابی جعفر کلینی م (۳۲۹)
۱۱۶ ۔ فروع کافی 〃 〃
۱۱۷ ۔ روضہ کافی 〃 〃
۱۱۸ ۔ نہج البلاغہ از شریف الدین رضی
۱۱۹ ۔ شرح نہج البلاغہ لابن حدید اردو از رئیس احمد جعفری
۱۲۰ ۔ رجال ابی عمرو الکشی المتوفی (۶۰۹ھ)
۱۲۱ ۔ تنقیح المقال للمامقانی المتوفی (۱۳۳۰)
۱۲۲ ۔ تفسیر حسن عسکری م (۲۶۰)
۱۲۳ ۔ تفسیر مجمع البیان للطبرسی م (۵۰۲)
۱۲۴ ۔ تفسیر صافی لمحسن کاشانی م (۱۰۹۳)
۱۲۵ ۔ منتہی الآمال لقمی م (۱۳۰۹)
۱۲۶ ۔ تحقیق متعہ ۔ ۱۲۷ ۔ مجالس المومنین
۱۲۸ ۔ جلاء العیون ۔ ۱۲۹ ۔ حیات القلوب
۱۳۰ ۔ حق الیقین ۔ ۱۳۱ ۔ الاستبصار